Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
www.safareadab.com
Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
www.safareadab.com
خواہش
بنتِ رضوان

خواہش

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم بنت رضوان

All Rights Reserved

Copyright: Binte Rizwan (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

خواہش کے تمام جملہ حقوق لکھاری " بنت رضوان " کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پیش لفظ

یہ کہانی میں نے سوچ کر نہیں لکھی۔ جذبات، احساسات اور خیالات جڑتے گئے اور 'خواہش' لکھی گئی۔ پہلی پہلی کوشش ہے۔ امید ہے آپ پسند کریں گے۔ 'خواہش' کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گی۔ آپ خود پڑھ کر جان لیں۔

میں شکریہ ادا کروں گی اپنے باپ اور ماں کا جنہوں نے ہاتھ پکڑ کر لکھنا سکھایا اور آج لوگ ان کی بیٹی کے لکھے ہوئے الفاظ پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد بہت شکریہ اقراء عرفان کا جن کی محنت کی وجہ سے آج یہ آپ کے موبائل (مطلب ہاتھ) میں ہے۔ ایمان شاہد کا بہت شکریہ۔ وہ نہ ہوتی تو شاید، شاید میں لکھاری نہ ہوتی۔ اس کے بعد شکریہ آپ کا جنہوں نے میری کہانی کو پڑھنے کا شرف بخشا۔

(بنتِ رضوان)

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسلام آباد کی یونیورسٹی میں دن تمام ہو چکا تھا۔ لیکچرز ختم ہو گئے تھے۔ وہ تیز تیز چلتی باہر نکلی ٹیکسی لی اور ٹیوشن سنٹر چلی گئی، جہاں وہ پڑھاتی تھی۔ اسکے بعد رات دس بجے تک اس نے ایک گھر میں بچوں کو ٹیوشن دینی تھی۔ گیارہ بجے وہ ہاسٹل پہنچی تو شہلا جاگ رہی تھی۔

"کیسا گزرا آج کا دن ملیحہ ؟"شہلا نے سوال کیا۔ "ٹھیک۔" اس نے مختصر جواب دیا۔ شدید بھوک لگ رہی تھی۔ ملیحہ گورے رنگ کی خوبصورت اور بڑی آنکھوں والی لڑکی تھی۔ اتنی محنت کے بعد بھی اس کا رنگ و روپ بر قرار تھا۔ شہلا کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر واپس فون کی طرف متوجہ ہو گئی۔

★☆☆☆☆☆★

لاہور کے نواحی علاقے میں عالم شاہ حویلی بڑی شان سے کھڑی تھی۔ حویلی کی پہلی منزل پر دائیں جانب پہلے دروازے سے اندر جاؤ تو وہ ایک لاؤنج تھا. امریکی طرز کا لاؤنج، فریج، تین اے۔ سی، ایل۔ سی۔ ڈی اور دیوار گیر آئینہ۔ صوفے، میزیں، کرسیاں سب امپورٹڈ تھے۔ حویلی اپنی ظاہری حالت سے قدیم طرز کی لگتی تھی لیکن اندرونی حالت نئے زمانوں اور نئے مزاجوں کے عین مطابق تھی۔ اپ ٹو ڈیٹ۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

لاؤنج میں تین کمروں کے دروازے تھے۔ تینوں اس وقت کھلے ہوئے تھے۔ ہر کمرے میں دو سنگل بیڈ تھے۔ لاؤنج کے وسط میں رشیدہ بی بی مؤدب مگر متذبذب کھڑی تھی۔ لڑکیوں نے افراتفری مچائی ہوئی تھی۔ عائمہ داؤد کو ہیئر بینڈ نہیں مل رہا تھا، نائمہ داؤد دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی اسے آئینے میں اپنا آپ صحیح نظر نہیں آ رہا تھا اور وہ عائمہ کو دھکا دے رہی تھی۔

صائمہ اور نگزیب کی زاریا جہانگیر سے ازلی دشمنی تھی. آج بھی صائمہ نے اسکا استری شدہ دوپٹہ جلا دیا تھا۔ جب زاریا کو پتہ لگا تو اس نے گرم اسٹریٹنر جس سے وہ بال اسٹریٹ کر رہی تھی بالوں کی پونی بناتی ہوئی

صائمہ کی گردن پہ لگا دیا۔ صائمہ کی چیخوں نے لاؤنج سر پر اٹھا لیا۔ زاریا اب اپنا کوئی اور سوٹ ڈھونڈ رہی تھی۔

بوا حکیمن صائمہ کی گردن پر برنال لگانے کے بعد اب اس کی اونچی پونی بنا رہی تھی۔ ہما اکرم صوفے پر بیٹھی سینڈل پہن رہی تھی جبکہ افسانہ اکرم کی تیاری مکمل تھی اور وہ اب اپنے اور زاریا کے مشترکہ کمرے میں زاریا کو سوٹ کے حوالے سے مشورہ دے رہی تھی۔ رشیدہ بی بی نے دیوار پہ لگی گھڑی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"بڑے صاحب نے دس منٹ کا کہا تھا اب پندرہ منٹ ہونے والے۔"

اسی وقت لاؤنج کا دروازہ زور سے کھٹکایا گیا اور عباس کی کڑک دار آواز گونجی۔

"بڑے صاحب ساری بیبیوں کو ناشتے کے لیے بلا رہے ہیں۔" اور لڑکیاں ہڑبڑا کر باہر نکلنے لگیں۔ اس ساری ہڑبونگ میں بھی زاریا زور سے کہنا نہیں بولی تھی۔

"آج کے بعد اگر کم از کم مجھے آپ نے بی بی کہا ناں تو دادا سے کہہ کر نوکری سے نکلوا دوں گی۔"

★☆☆☆☆☆★

ناران کے قریبی گاؤں میں بھی یہ صبح طلوع ہوئی۔ دادی آوازیں دے دے کر تھک گئیں مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آٹھ بجے لائٹ بند ہوئی تو سدرہ اور اقراء چپل گھسیٹتی کمروں سے نکل آئیں. سعیدہ خاتون بھی اٹھ چکی تھیں جمیل البتہ ابھی تک سو رہا تھا۔

"شکر ہے! بھلا ہو واپڈا والوں کا ورنہ میں تو آج بھوک ہی سے مر جاتی۔" دادی نے بہو اور پوتیوں کو دیکھتے ہی کہا۔ سعیدہ خاتون طنز محسوس کر کے فوراً بولیں۔

"چلو اقراء کچن میں چلو ناشتے کی تیاری۔۔۔" مگر اس سے پہلے کہ منہ بناتی اقرا کچھ بولتی یا وہ اپنا جملہ ختم کرتیں دادی بولیں.

"اے بس رہنے دے دونوں لڑکیاں تیرے جیسی پھوہڑ۔ ایک وہ پرائی بچی ملیحہ گھر آتی ہے کیسے گھر سجا دیتی ہے۔"

"توبہ ہے دادی ابھی کل ہی تو گئی ہے اور آپ آج ہی سے اسے یاد بھی کرنے لگیں۔" سدرہ جو دادی کے تخت پر ہی لیٹ گئی تھی دوبدو بولی۔

"اور ویسے بھی آپ اس پرائی کو ہم پر ترجیح دیتی ہیں۔" اقرا نے بھی شکوہ کیا۔

"اے جو اچھا ہوتا ہے ناں سب اس ہی کی تعریف کرتے ہیں."

"تو ہم بھی تو اچھے ہیں پانچ سال کی تھی جب آپ اسے یہاں لے آئیں آج بیس کی ہے ہم ہی نے تو پالا ہے حالانکہ اس کے آنے کے چار سال بعد میں بیوہ ہو گئی تھی۔" سعیدہ خاتون شروع ہو گئی تھی مگر دادی پھر بات کاٹ کر بولیں۔

"رہنے دے پالا ہے چار سال سے وہ کما رہی ہے ہمیں کھلا رہی ہے۔"

"ہاں تو جب اونچی اونچی پڑھائیاں کرنی ہیں تو ہمارے پاس اتنے پیسے تھوڑا ہی ہیں۔" اتنے میں دروازہ کھٹکا اور اویس اندر داخل ہوا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دکان پر گیا تھا کوئی گاہک آیا تھا اب ناشتہ کرنے آیا ہوں جلدی دے دیں۔" اس نے بیزاری سے کہا۔

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی کے پچھلے باغ میں جاؤ تو سبز بیلوں سے ڈھکا زینہ دوسری منزل اور اس سے اوپر کھلی چھت تک جاتا تھا۔ ایک زینہ حویلی کے اندر سے بھی جاتا تھا مگر پہلی منزل کو اس طرف اور اس طرف سے بند کر دیا گیا تھا یعنی وہ دروازے جو پہلی منزل کو درمیان سے ملاتے تھے اب مستقل بند تھے۔ وجہ تھی حویلی کی روایات۔ باغ کی طرف سے پہلی منزل پر جاؤ تو وہ حویلی کے لڑکوں کی رہائش تھی۔

اس طرف بہت سے کمرے تھے مگر زیر استعمال صرف چار تھے باقی بند تھے۔ ہر کمرے کا اٹیچڈ باتھ، دو لاؤنج، ایک کچن اور ڈائننگ ہال بھی تھا۔ اس وقت سب ویران تھا کیونکہ چاروں لڑکے شکیل اکرم، انس اکرم، کامران جہانگیر، اور واجد جہانگیر اپنے اپنے کمروں میں تیار ہو رہے تھے۔ نجانے کونسا خطاب کرنا تھا دادا نے کہ ساری حویلی کو ناشتے کی میز پر جمع کر رہے تھے۔ لڑکیوں کے برعکس لڑکوں کے آپس کے اختلافات نہ ہونے کے برابر تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

انگلینڈ میں ہارس رائیڈنگ کا عالمی مقابلہ ہو رہا تھا۔ دنیا بھر سے تماشائی موجود تھے. ہر کھلاڑی کے خاندان سے کوئی نہ کوئی آیا تھا سوائے ایک کے اور آخر میں وہ ہی یہ مقابلہ جیتی تھی۔ کھلاڑیوں میں سب سے کم عمر امریکن نیشنیلیٹی ہولڈر پاکستانی لڑکی۔ بھورے کمر تک آتے گھنے بال، ہلکی بھوری آنکھیں، بھوری لانبی پلکیں، خوبصورت ہونٹ، گورا رنگ۔ وہ انیس سالہ لڑکی جیت چکی تھی۔

★☆☆☆☆☆★

اسلام آباد میں بنے محل سکندر پر صبح چمکتی ہوئی طلوع ہوئی. ڈرائنگ روم میں بیٹھے سکندر اپنے پرسنل اسسٹنٹ کو ہدایات دے رہے تھے۔

"یہ فائل اسد کو دے دینا اس سے کہنا شیرازی کمپنی سے جو ڈیلنگ کرنی ہے اس کی ڈیٹیلز فیروز سے لے لے اور ہاں آج بہروز اپنے آفس کا وزٹ کرنے آئے گا۔ میک شیور کوئی پرابلم نہ ہو اکرام۔"

"اوکے سر۔" لونگ روم کی جانب سے ہیل کی ٹک ٹک کی آواز قریب آتی گئی. اکرام کے نکلتے ہی مسز ماہ جبیں سکندر اندر داخل ہوئیں۔

"کیا ہو گیا ہے سکندر؟ پورا دن آفس میں بیٹھ کر یہ سب کچھ ہی کرنا ہے کم از کم ناشتہ تو کر لیں۔ آج تو آپ کا دوسرا بیٹا بھی جوائننگ دے رہا ہے آپ کے بزنس کو۔" سکندر نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کے بیٹے نے اپنی جوائننگ خود لیٹ کروادی ہے موصوف کو اپنا آفس پہلے تیار چاہیے۔ آفس تو آہستہ آہستہ بھی سیٹ ہو سکتا تھا مگر نہیں آپ کا بیٹا ہے آپ جیسا ہی نخرہ ہے۔" اس آخری بات پہ ماہ جبیں پریشان ہو گئیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے تو لگتا ہے کہ آپ صرف فیروز کو اپنا بیٹا سمجھتے ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے ماہ جبیں۔" انہوں نے بیوی کو کندھوں سے پکڑ کر تسلی دینے کے انداز میں کہا۔

"فرق صرف اتنا ہے کہ فیروز میرے بچوں میں ایکسٹرا آرڈینری ہے لاکھوں کیا کروڑوں میں ایک ہے۔ جب سے میرے لیدر گارمنٹس اور سپورٹس کے بزنس میں شامل ہوا ہے ہمارا بزنس دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ جرمنی والی فیکٹری بھی اسی کی محنت سے شروع ہوئی ہے۔ اب ہمارا شمار انٹرنیشنل

بزنس مین میں ہو رہا ہے۔ ہم دن رات محنت کریں گے تو اپنی کھوئی ہوئی عزت، مال اور وقار واپس حاصل کر سکتے ہیں اور ابھی یہ پہلا قدم ہے۔"

★☆☆☆☆☆★

محلِ سکندر کی پہلی منزل پہ دائیں ہاتھ تیسرے اور آخری کمرے کا دروازہ کھلا اور اکیس سالہ گڈلکنگ لڑکے نے اندر جھانکا۔ سامنے بیڈ پہ پچیس سالہ جوان جھک کر جوتے کے تسمے باندھ رہا تھا۔ اس نے سر اٹھائے بغیر کہا۔

"ناک کر کے، اجازت لے کر اندر آتے ہیں۔" انداز ایسا تھا جیسے وہ جانتا تھا کہ کون آیا ہے۔

"بھائی میں کس مصیبت میں ہوں دیوار توڑ کر بھی اندر آ سکتا ہوں۔"

"ڈرامے بازی بند کرو۔ تمہیں مصیبت کبھی نہیں آتی، آ بھی جائے تو خود ہی نبٹ لیتے ہو۔ کوئی نیا تماشا کرنے کا خیال آیا ہو گا تمہارے ذہن میں۔" جواباً آنے والے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اس گھر میں میرے سے کوئی عزت سے بات نہیں کرتا آپ بھی نہیں بہروز بھائی۔" بہروز کے کان پہ جوں تک نہ رینگی۔

"کام کی بات کرو دایان میں آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں۔"

"آہ وہ آفس جو آپ کے لیے دلہن کی طرح تیار ہو رہا ہے بس ایک کمی ہے اس میں۔" بہروز جانتا تھا دایان شروع ہو گیا تو رکے گا نہیں اس لیے دروازے کی طرف بڑھ گیا نتیجہ فوراً آیا دایان کام کی بات پر آ گیا۔

"وہ مجھے پیسے چاہیے۔"

"نہیں مل سکتے پاپا نے منع کیا ہے کیونکہ وہ تمہارے اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر کروا چکے ہیں۔ تم پرسوں جا رہے ہو ناں انگلینڈ واپس لاسٹ سمسٹر کے لیے؟"

"جی لیکن مجھے اس کے علاوہ بھی چاہیے اور آپ سے یا پاپا سے تھوڑا ہی چاہیے۔"

"پھر؟" بہروز کو تعجب ہوا۔

"فیروز بھیا سے کہہ دیں تو۔" وہ ہچکچایا۔

"میں بھیا سے بات نہیں کر سکتا اور سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ کے بعد اگر تم کسی سے ڈرتے ہو تو وہ فیروز بھیا ہی ہیں۔ سوری آئی کانٹ ہیلپ یو۔" بہروز کمرے سے نکل گیا۔

فیروز نے نہ کسی بہن بھائی پر سختی کی تھی نہ ڈانٹا تھا حالانکہ فیروز سے بڑی بس اس کی ایک بہن تھی مگر پھر بھی سارا گھر ہی اس سے ڈائریکٹلی بات کرنے سے ہچکچاتا تھا بعض دفعہ سکندر خود بھی۔ نیچے ناشتے کی کھٹ پٹ شروع ہو چکی تھی۔ دایان سیڑھیاں اترنے لگا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی کے ڈائننگ ہال میں اظہر عالم شاہ شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ سربراہی کرسی پر بیٹھے تھے۔ دائیں ہاتھ پہلی کرسی پر سب سے بڑا بیٹا جہانگیر اظہر عالم شاہ، بائیں ہاتھ داؤد اظہر عالم شاہ، داؤد کے ساتھ اکرم، اکرم کے ساتھ اس کی بیوی صفیہ اظہر عالم شاہ، ساتھ صفیہ کی دونوں بیٹیاں، ساتھ داؤد کی دونوں بیٹیاں۔ جہانگیر کے ساتھ ان کی بیوی ثوبیہ، اس کے ساتھ ان کی بیٹی زاریا اور پھر صائمہ اور نگزیب۔ حویلی کے لڑکے ابھی تک ناشتے کے لیے نہیں پہنچے تھے۔

یہ دیکھ کر لڑکیوں کو بہت حوصلہ ہوا۔ نائمہ نے تو ماسی رشیدہ کو باقاعدہ بھنویں اچکایں تھیں۔ جلد ہی چاروں لڑکے بھی آ گئے۔ صائمہ اور زاریا نے آپس میں کرسیاں بدلیں اور پھر کامران اور واجد بیٹھے اور ساتھ انس اور شکیل۔ سب جانتے تھے اظہر اب کچھ کہیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا عالم شاہ حویلی میں اظہر کا جو بھی حکم ہوتا وہ لڑکوں تک مرد ملازموں کے ذریعے اور لڑکیوں تک ملازموں کے ذریعے پہنچا دیا جاتا۔

اظہر سے انکا آمنا سامنا صرف ناشتے اور کھانے پہ ہوتا تھا۔ اظہر کے سب سے قریب جہانگیر اور کامران تھے۔ ماسی رشیدہ حویلی کی پرانی ترین ملازموں میں سے ایک تھی۔ عباس اظہر کے دائیں جانب ذرا پیچھے ہو کر کھڑا تھا۔ وہ انکا خاص ملازم تھا۔ صفدر کو اظہر کے ساتھ بالواسطہ یا بلاواسطہ رابطے میں رہنے والے ہر شخص کا پتا تھا۔ وہ اظہر کے بینک اکاؤنٹس، بزنس ڈیٹیلز اور کنٹیکٹس کا چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا تھا مگر یہ بات اظہر اور جہانگیر کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

اظہر عالم شاہ ذرا کھنکار کر بولے۔

"یہ حویلی اعلیٰ روایات کی پاسداری کرتی آ رہی ہے انھی روایات میں سے ایک مہمان کی مہمان نوازی ہے۔" جہانگیر چونکے۔

"اور اگر مہمان بزنس کرنے آ رہا ہو تو اس کی خاطر مدارت اعلیٰ ہونی چاہیے۔" (ہلکا سا ہنسے) اب سب بے چین ہو گئے تھے۔ یہ کون آ رہا تھا جس کی آمد کی اطلاع دینے کے لیے اتنی لمبی تمہید باندھی گئی تھی۔ اظہر بولے۔

"اورنگزیب آ رہا ہے بیوی بچوں سمیت۔" ایک بم تھا جو اظہر نے پھوڑا تھا صائمہ اور نگزیب کے حواسوں پر سب تباہ ہو کر رہ گیا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

"اورنگزیب آرہاہے بیوی بچوں سمیت۔" ثوبیہ کو غصہ آگیا۔ صفیہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ جہاں گیر ضبط کے آخری کنارے پر تھے۔ ایک بندہ تھا جسے اس دھماکے کے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا اور وہ تھا داؤد اظہر عالم شاہ۔۔۔ ایک نفس تھا جس کا دل نفرت اور انتقام کی وجہ سے بھاگ جانے کو کیا تھا اور وہ تھی صائمہ اورنگزیب۔ مگر ہال میں موجود باقی کزنز حیران تھے۔ کہاں اس حویلی میں اورنگزیب کا نام لینا بھی گناہ تھا اور کہاں اب اظہر اس کی مہمان نوازی کی نصیحتیں کر رہے تھے۔ ثوبیہ، جہانگیر اور زاریا پریشان تھے کہ اظہر کرنا کیا چاہ رہے ہیں.

"وہ یہاں کرنے کیا آرہاہے؟" جہانگیر چلائے۔ کسی نے جہانگیر کو اس طرح چلاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"ریلیکس جہانگیر وہ اپنے بزنس کی Conditions&Terms لے کر آرہاہے ہمارے پاس۔ جب بزنس کمیونٹی میں آپ کا بزنس نہ چلے تو اپنے ہی یاد آتے ہیں۔ وہ لوٹ کر واپس آرہاہے بیوی بچوں سمیت تو ہم ہی اسکا ساتھ دیں گے ناں۔" اظہر بولے۔

"بیوی بچوں سمیت؟" ثوبیہ خوفزدہ لہجے میں بولیں. اور صائمہ کا غصہ آخری حد کو چھونے لگا۔

اسکی مٹھیاں اور جبڑا دونوں بھینچے ہوئے تھے داؤد بھی لب بھینچے بیٹھے تھے۔

صفیہ بولی۔ "میں نے تو پہلے دن ہی کہہ دیا تھا اسلام آباد جاکر ہر کوئی سیٹل تھوڑی ہو جاتا ہے۔"

مگر جہانگیر پھر اتنے ہی غصے سے بولے۔ "وہ بزنس کرنے آرہاہے اور آپ اب اسے ہمارے پیسوں پر عیش کروائیں گے؟"

"کیا ہو گیا ہے جہانگیر تمہیں؟ یہ تو پہلے دن سے طے تھا کہ وہ واپس آئے گا۔"

"جی نہیں وہ ٹھوکر مار کر گیا تھا اس سب کو۔"

"اوہو! مگر ہمیں تو پتا تھا ناں کہ وہ واپس آئے گا میں نے تمہارے کہنے پر اسے اس کا جائیداد کا حصہ نہیں دیا اس وقت زمینوں میں اس کے حصہ پر جو نفع ہوا تھا بس وہ اس کو دیا تھا۔ اسی کو اس نے اپنے کاروبار میں لگایا۔ پاکستان کی معاشی حالت بہتر نہیں یہاں کاروبار مسلسل انویسٹمنٹ مانگتے ہیں۔ کتنا تھا اس کا پرافٹ؟ کچھ بھی نہیں۔" اظہر نے رک کر قہقہ لگایا اور پھر بولے۔

"سولہ سال بعد ہی سہی مگر وہ واپس تو آرہا ہے ناں! اور تم ہی نے تو کہا تھا کہ جو نئی زمینیں خریدی ہیں ان کے لیے ایک نگران کی ضرورت ہے۔ آرہا ہے ناں اورنگزیب اس سے کروالینا زمینوں کی نگرانی۔" قہقہ نکلا تھا اظہر کے حلق سے جو سارے ڈائننگ ہال میں گونج اٹھا تھا۔ وہ خوش تھے بہت خوش۔ جس اولاد کی وجہ سے خاندان میں دو دفعہ جھکنا پڑا تھا وہ اولاد رسوا ہو کر واپس آرہی تھی۔

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی میں معمول کی چہل پہل مفقود تھی۔ صرف واجد جہانگیر اور نائمہ داؤد نے اچھی طرح ناشتہ کیا تھا۔ باقی سب کی تو بھوک ہی مٹ گئی تھی اظہر کی باتیں سن کر۔ اس وقت جہانگیر، ثوبیہ، کامران اور زاریا جہانگیر۔۔۔ ثوبیہ کے کمرے میں بند مشورہ کر رہے تھے۔ اورنگزیب بمع فیملی کی آمد کے بارے میں۔ صوفیہ اپنے کمرے میں جلے پیر کی بلی بنی چکر کاٹ رہی تھی۔ وہ کسی بھی بھائی کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کیا پتا کب کس کی ضرورت پڑ جائے؟

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

مگر ابا نے اورنگزیب کی آمد کی وجوہات ٹھیک طریقے سے نہیں بتائی تھیں۔ کچھ پتا ہوتا تو وہ آئندہ کا لائحہ عمل سوچ لیتی۔ اکرم اور داؤد کی کسی کو ضرورت نہ تھی سو وہ کام کاج کے لیے چلے گئے۔ صائمہ اپنے کمرے میں بند ہوگئی۔ اس کا باپ آرہا تھا سولہ سال بعد۔۔۔ کیا کرنے آرہا تھا؟ ظاہر ہے اپنی پہلی اولاد کے لیے تو نہیں آرہا تھا. غصہ ابل ابل کر آرہا تھا۔ وہ اجنبیوں کے اس گھر میں اپنا غصہ بھی نہیں دکھا سکتی تھی۔

ہما، افسانہ اوعائمہ سر جوڑے لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ نائمہ اب ائیر فون کان میں لگائے پاؤں جھلا رہی تھی۔ حویلی کی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم کی اجازت نہیں ملی تھی لڑکوں کو شوق ہی نہیں تھا۔ صرف واجد کو شوق تھا۔ ہما، افسانہ اور صائمہ میٹرک کے بعد تعلیم کو خدا حافظ کہہ چکی تھیں۔ نائمہ پرائیویٹ بی۔ اے۔ کر رہی تھی. زاریا بی۔ اے۔ کر چکی تھی۔ صرف زاریا کو یونیورسٹی جا کر پڑھنے کی اجازت ملی تھی۔ انس گیا تھا مگر مسلسل فیل ہونے کے بعد اس نے یونیورسٹی چھوڑ دی۔

پوری حویلی پر کشمکش کی فضا چھائی ہوئی تھی. صرف اظہر عالم شاہ کے حویلی میں بنے آفس میں فضا خوش گوار تھی۔ اظہر فون پر کہہ رہے تھے۔ "کیوں نہیں میری جان! آپ نے بس پرسوں میرے پاس ہونا ہے۔ اوکے؟ اتنا اداس ہوں میں اپنی فائٹر گڑیا کے لیے۔"

★☆☆☆☆☆★

اسلام آباد رات کی تاریکی میں بھی روشن تھا۔ محلِ سکندر اندر اور باہر سے جگمگا رہا تھا۔ باہر تو چلو فلڈ لائٹس لگی ہوئی تھیں جو تاریکی کو مات دے رہی تھیں مگر اندر کی تاریکی محلِ سکندر کے مکینوں نے خلوص، پیار، اپنائیت، ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کو سپیس دینے سے دور کی ہوئی تھی۔ حقوق العباد محلِ سکندر کے تمام مکین پورے کرتے تھے۔ خیانت، دغابازی اور جھوٹ سے دور رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ محلِ سکندر میں پیسے کی ریل پیل کے ساتھ ساتھ سکون کا بھی دور دورہ تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس وقت سکندر اور ماہ جبیں اپنے پانچوں بچوں، داماد اور ایک سال کی نواسی کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ سکندر کی صرف بڑی بیٹی کی شادی ہوئی تھی۔ فیروز خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے برعکس دایان باتیں کیے جا رہا تھا۔ ایمن اس کی باتوں پر ہنس رہی تھی اور وقفے وقفے سے کوئی لقمہ بھی دیتی جاتی اس کی بات میں۔ جس پہ دایان کو غصہ آجاتا اور وہ جوابی وار کرتا۔

دولہا بھائی اس سب سے محظوظ ہو رہے تھے۔ ماہ جبیں اور حرم آپس میں بات کر رہی تھیں۔ اس سب میں بہروز کو صبح والی گفتگو یاد آئی تو فوراً بولا۔ "دایان! تمہیں پیسے مل گئے؟"

سکندر چونک کر بولے۔ "دے تو دیئے تھے میں نے اسے۔"

بہروز فوراً بولا۔ "جی مگر اسے اور چاہیئے تھے۔"

دایان اس، دوران تین دفعہ منہ کھول کر بند کر چکا تھا مگر بہروز اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔ اب دایان تیزی سے جل کر بولا "میرا تو خوامخواہ نام ہی بدنام ہے کہ بولتا بہت ہوں. اس وقت تو آپ چپ ہی نہیں کر رہے۔ بتا تو رہا ہوں فیروز بھیا نے دے دیئے تھے۔" کسی کو بھی اصل بات سمجھ نہیں آئی۔

ماہ جبیں یہ بات مزید داماد کے سامنے ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ (اس بہروز کو تو ساری عمر عقل ہی نہیں آئے گی۔) انہوں نے حرم کو اشارہ کیا۔

حرم نے جلدی گھر جانے کا شور مچایا اور وہ دونوں میاں بیوی اپنی بیٹی لے کر سب کو خدا حافظ کہتے نکل گئے۔

ان کے جاتے ہی بہروز دایان سے بولا۔ "تم نے مانگے تھے پیسے بہروز بھیا سے۔؟"

سکندر نے اپنی چوتھی اور لاپرواہ اولاد پر نظریں جمائیں جسے باپ کی نظروں کا بخوبی احساس ہوا مگر دایان نے باپ سے نظریں نہیں ملائیں اور بولا "ارے نہیں! میں تو کہہ دیتا مگر بھیا نے خود ہی میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروادیئے۔"

فیروز اس سب میں مسلسل کھانے کی طرف متوجہ تھا اور اب دایان بھی دوبارہ کھانا کھانے لگا مگر باقی سب اب صرف اور صرف ان دونوں کی طرف متوجہ تھے۔

"کتنے پیسے 'مزید' دیئے ہیں فیروز نے تمہیں؟"

"صرف دو کروڑ" دایان بولا۔

"کیا!!!! فیروز نے تمہیں دو کروڑ دے دیئے اڑانے کے لئے؟" ماہ جبیں بولیں۔ بہروز اور ایمن کے منہ کھل گئے۔

اب کی بار دایان ذرا بیزار ہو کر بولا "کم آن مما ان 'صرف' دو کروڑ سے پورا سمسٹر گزارا کرنا ہے میں نے۔" ماہ جبیں آخری لقمے لیتے فیروز کی طرف گھومیں۔

"تم نے کیوں دیئے اس کو اتنے پیسے؟"

"کوئی بات نہیں مما وہ انجوائے کرلے۔" وہ نیپکن سے منہ صاف کر کے بولا۔

دایان کو یہ سن کر سکون آگیا اور یقین بھی کہ فیروز بھائی کو سب ہینڈل کرنا آتا ہے۔ دایان نے فیروز سے مزید پیسے لینے کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ فیروز خود ہی گھر کے ہر فرد کی نہ صرف ضروریات بلکہ خواہشات

کا بھی بھرپور خیال رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ گھر اور باہر ہر دل پر راج کرتا تھا۔ وہ ہر کسی کا اتنا خیال کیسے رکھتا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔

"سن رہے ہیں آپ سکندر آپ کیسے دن رات ایک کر کے کماتے ہیں اور یہ لوگ فضول خرچیوں پر کروڑوں لگا رہے ہیں. انہیں احساس ہونا چاہیے. آپ کچھ بولتے کیوں نہیں؟" مہ جبیں سکندر سے کہنے لگیں۔

اس آخری جملے پر سکندر نے نظریں اٹھا کر ماہ جبیں کو دیکھا اور بولے "فیروز نے خود دیئے ہیں تو ٹھیک ہی کیا ہو گا۔" مہ جبیں بالکل چپ ہو گئیں وہ فیروز پر اعتبار کرتے تھے یہ سب جانتے تھے۔

"آپ کا منصوبہ پوری طرح ناکام ہو گیا میری آج ڈانٹ سے فل بچت ہو گئی۔" دایان آہستگی سے بہروز کے کان میں بولا۔ یہ ایسی سرگوشی تھی جو ڈائننگ ہال میں موجود ہر شخص نے سنی ایمن نے قہقہہ لگایا۔ بہروز نے منہ بنایا اور فیروز ہلکا سا ہنسا۔

"ہاں ہاں، سب کو پتا ہے تم ہمیشہ چکنی مچھلی کی طرح ہاتھ سے نکل جاتے ہو۔" ماہ جبین بولیں۔

"اوہ مام کیا یاد دلایا آپ نے 'چکنی مچھلی'۔" ایمن جانتی تھی کہ دایان بے مقصد بات نہیں کرتا اور اب تب تک اگلا لفظ نہیں بولے گا جب تک پوچھا نہ جائے۔ اس لیے بولی۔ "کیا یاد آیا دایان؟"

"چکنی مچھلی۔"

"کون ہے چکنی مچھلی؟" ایمن جل گئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آہ کیا بتاؤں؟ وہ ہر مشکل گھڑی سے چکنی مچھلی کی طرح نکل جاتی ہے۔ ہر ناممکن کام کرتی ہے اور اسے ممکن بنا کر دکھاتی ہے۔"

★☆☆☆☆☆★

انگلینڈ کی یونیورسٹی میں دوڑ کا مقابلہ ہو رہا تھا مقابلے میں حصہ لینے والوں میں وہ بھی شامل تھی۔ بھورے کمر تک آتے گھنے بال، ہلکی بھوری آنکھوں والی پاکستانی لڑکی۔

"وہ تو کسی کو لفٹ نہیں کرواتی بہت نخرہ ہے اس کا۔" دایان اپنی دھن میں بول رہا تھا۔

اب اسی یونیورسٹی میں نشانہ لگانے اور تیر اندازی کا مقابلہ تھا۔ اب کی بار بھی جیت اسی کی تھی. پہلے نمبر کی ٹرافی پر اسی کا نام تھا۔

"اس جیسی پوری یونیورسٹی میں کوئی دوسری نہیں ہے۔" دایان عام سے انداز میں بتائے جا رہا تھا۔

"وہ ہر مقابلے میں حصہ لیتی ہے اور جیت جاتی ہے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اب کی بار شوٹنگ کمپیٹیشن تھا۔ بلیک پینٹ، وائٹ شرٹ، وائٹ کوٹ، سن گلاسز لگائے وہ ایک آنکھ بند کیے پے در پے فائر کر رہی تھی اور مجال ہے کہ ایک Nano meter کا بھی فرق ہو۔ سب فائر نشانے پر لگے تھے وہ جیت چکی تھی اس ٹرافی پر بھی اس کا ہی نام تھا۔

"وہ اربوں کھربوں میں ایک ہے مگر اس میں ایک ہی برائی ہے وہ مجھے گھاس نہیں ڈالتی لیکن مجھے زیادہ مسئلہ نہیں ہے اس بات سے کیونکہ وہ کسی کو بھی اپنے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتی۔" دایان نے بات ختم کی۔

"مقامی ہے یا پاکستان کی ہے؟" ایمن نے سوال کیا۔ اسے یہ کہانی بہت پسند آئی تھی۔

"اوہوں!! پاکستانی ہے۔FSC کی ہے یہاں سے پھر MBA کے لیے گئی تھی انگلینڈ لیکن پھر اس نے ایوننگی پروگرام میں ایڈمیشن لے کر لاء بھی کیا ہے۔""واؤ پڑھی لکھی بھی لگتی ہے۔"

"یار تم اسے کیا سمجھ رہی ہو بہت انٹیلیجنٹ اور ہارڈ ورکنگ ہے وہ۔"

"مما بھائی پہ دھیان دیں کہیں اسی لڑکی سے نہ شادی کر لیں۔"

"جی نہیں میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا توبہ توبہ مجھے تو ڈر لگتا ہے اس سے۔" دایان نے جھرجھری لی۔

"ویسے بھی ایسی ہی لڑکیوں کو ہر میدان میں آگے آنا چاہیے جنہیں ماں باپ اور خاندان کی عزت کا پاس ہو۔" بہروز بولا۔

"نام کیا ہے اس کا؟" ماہ جبین نے پوچھا۔

"اوہو امی ایسی باتیں تو ادھر ادھر سے پتا لگ جاتی ہیں یونیورسٹی میں نام کا کسی کو کیا پتا؟ آپ بھی ناں۔" ایمن فوراً بولی۔

"لو نام ہی تو وہ سب کو فخر سے بتاتی ہے۔ وہ بعد میں پہنچتی ہے اسکا نام پہلے پہنچ جاتا ہے۔"

"تو کیا ہے نام اس کا؟" ایمن جھنجھلائی۔

"عنبر اورنگزیب اظہر عالم شاہ۔" سکندر کی دنیا تھم گئی۔ ماہ جبین کے ہاتھ سے چیچ نکل کر چھچھاتے فرش پر جا گرا اور فیروزہ صرف دیکھے جا رہا تھا دایان کو۔

★☆☆☆☆☆★

اس کے نام ہی کا تو ڈنکا بجتا ہے پوری یونیورسٹی میں۔ وہ فخر سے سب کو اپنا نام بتاتی ہے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"عنبر اورنگزیب اظہر عالم شاہ۔"

سکندر کی دنیا تھم گئی۔ ماہ جبین کے ہاتھ سے چمچ چھوٹ کر نیچے جا گرا اور فیروز صرف دایان کو دیکھے جا رہا تھا۔ تینوں شاک میں تھے۔ سب سے پہلے فیروز شاک سے نکلا اور اس نے دو چمچوں میں اپنا ٹرائفل ختم کیا۔

سکندر "ایکسکیوز می" کہہ کر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ بہروز، دایان اور ایمن اس پر اسرار رد عمل پر حق دق تھے۔ اس سے پہلے کہ ایمن مام سے کوئی سوال کرتی ماہ جبین بھی سکندر کے پیچھے چلی گئیں۔
فیروز سے سوال کرنا بہت حوصلے کا کام تھا۔ وہ دونوں ہاتھ میز پر رکھے سامنے دیوار پر نظریں جمائے جانے کس سوچ میں تھا۔ آخر دایان نے ہمت کی اور ہلکا سا کھنکار کر بولا۔

"بھیا کیا ہوا یہ سب؟"

"ہمم۔" فیروز چونکا اور دایان کی طرف دیکھ کر بولا

"کیا نام بتایا تم نے؟" دایان کو حیرت ہوئی نام کے بعد ہی تو سب کے سامنے سب کچھ ہوا بھائی کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔ مگر بولا۔

"عنبر" دایان جانتا تھا اب فیروز کہے گا۔ 'نہیں نہیں پورا نام' مگر اس کے برعکس فیروز نے منہ نیچے کیا اور بہت ہلکی اور پر اسرار آواز میں بولا۔

"ہمم عنبر! تمہاری کلاس فیلو ہے؟"

"نہیں بھیا یہ اس کا لاسٹ سمسٹر تھا۔ وہ تو کمپیٹیشن کے لیے رکی ہوئی تھی۔ اب اس نے واپس آنا تھا۔"

"کانٹیکٹ نمبر ہے اس کا؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں بھیا۔"

"ٹھیک ہے۔" اور فیروز اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ایمن بولی۔

"یہ سب کیا تھا؟"

"کون جانے!" بہروز بولا۔

★☆☆☆☆☆★

یہ رات محلِ سکندر کے تین مکینوں پر بہت بھاری تھی۔ دایان کی مذاق میں کہی جانے والی بات نے کس قدر تلخ ماضی، تلخ حقیقت اور تلخ مستقبل کے ان گنت در وا کیے تھے۔ ماہ جبین کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ سکندر اپنے کمرے کی چھت کو تکے جا رہے تھے اور فیروز اپنے کمرے میں چکر لگا رہا تھا۔

اس کے دادا نے اس کی تربیت کے لیے اسے اپنے پاس رکھا تھا اور اب دیکھو انھوں نے اس کو کیسا بنا دیا۔ یہ کوئی لڑکیوں کے کرنے والے کام ہیں گھڑ سواری، دوڑ، فائرنگ۔ مگر نہیں انھوں نے اسے سب سکھایا اور اب آنے والے کل میں وہ اس کو استعمال کرنے والے تھے۔ اپنے بزنس میں اسے شامل کریں گے.

"عنبر۔" ان کے لبوں سے کراہ نکلی۔ یہ غلط ہے، یہ عنبر کا نقصان ہے۔ اظہر عالم شاہ جو تم سوچ کر بیٹھے ہو وہ میں ہونے نہیں دوں گا انشاءاللہ۔ سکندر خود سے وعدہ کرنے میں مصروف تھے۔

★☆☆☆☆☆★

فیروز اپنے کمرے کے ٹیرس پر آگیا۔اس کی نظر نیچے لان میں پڑی تو دیکھا کہ ایمن اور دایان واک کر رہے تھے۔دایان کی نظر اوپر پڑی تو وہ رک گیا۔اس کے ساتھ چلتی ایمن بھی رک گئی۔ایمن نے حیران ہو کر اوپر دیکھا تو دایان کے رک جانے کی وجہ سمجھ آئی۔فیروز نے ایمن کو اشارے سے کافی لانے کا کہا اور دایان کو اوپر آنے کا اشارہ کیا۔ایمن ملازمہ کو کافی کا کہنے کچن میں چلی گئی۔

★☆☆☆☆☆★

"کسی فیلو لڑکی کا نمبر ہے تمہارے پاس جس کے پاس عنبر کا کانٹیکٹ نمبر ہو؟" دایان فیروز کے کمرے میں داخل ہوا تو فیروز نے کہا۔دایان ہکا بکا رہ گیا۔اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ فیروز یہ بات کرے گا۔اسے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ یہ بات کو سب اتنا سیریسلی لیں گے۔

"جی بھیا ہو گا کسی نہ کسی کے پاس نمبر۔" کہہ کر اسے افسوس ہوا بھیا کیا سوچیں گے کہ اتنی لڑکیوں کے نمبر ہیں میرے پاس مگر فیروز نے یہ بات نظر انداز کر دی اور فوراً بولا۔

"کال کرو اسے اور جلدی مجھے عنبر کا نمبر لے کر دو۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بھیا ایسے کیسے؟ میں۔۔۔" مگر فیروز نے انگلی اٹھا دی کچھ بھی نہ سننے کے لیے۔

"دایان! کچھ بھی کرو مجھے عنبر کا کانٹیکٹ نمبر آدھے گھنٹے میں چاہیئے۔" اور وہ کمرے سے نکل گیا۔دل کے اندرون خانے میں دایان کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ بھیا کبھی کوئی کام کہیں میں کر کے دکھاؤں گا اور اب جب فیروز نے کام کہا تھا تو دایان کو کام ہی ناممکن لگ رہا تھا۔اس نے تیزی سے فون نکالا۔نیچے فیروز بیسمنٹ میں بنے کنٹرول روم کی طرف بڑھنے لگا۔

★☆☆☆☆☆★

اگلی صبح جب محلِ سکندر میں طلوع ہوئی تو فیروز اپنے کمرے سے آفس جانے کے لیے تیار ہو کر باہر نکلا۔ دایان اپنے کمرے سے سامان لے کر نکل رہا تھا۔ اس نے ناشتے کے فوراً بعد ائیر پورٹ جانا تھا۔

فیروز کو دیکھ کر بولا۔ "بھیا میں نے نمبر آپ کو ابھی سینڈ کیا ہے۔"

"ہمم۔" فیروز نے اس کی طرف دیکھے بغیر سر ہلایا۔ "وہ بھیا سوری فار لیٹ لیکن جس کے پاس نمبر تھا اس نے ابھی سینڈ کیا ہے۔" فیروز نے پھر سر ہلا دیا۔ اس کی انگلیاں فون کی سکرین پر متحرک تھیں۔ "بھیا آپ کیا کریں گے اس کے نمبر کا؟" فیروز نے سر اٹھایا اور سیدھا دایان کی آنکھوں میں دیکھا۔ کالی گہری آنکھیں جب دایان کی آنکھوں سے ٹکرائیں تو دایان کو آسمان گھومتا محسوس ہوا۔ یہ نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔ یہ بالکل نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔

"سوری بھیا۔" وہ کہہ کر جانے لگا۔

فیروز کے آگے سے گزرنے لگا تو وہ بولا "رکو" دیان رک گیا. جس کے ہاتھ کے اشارے سے بڑی بڑی کمپنیوں کے دیوالیے نکل جاتے تھے اور اسی اشارے سے دیوالیہ نکلی ہوئی کمپنی ترقی کی راہ پہ لگ جاتی تھی۔ اس کے رکو کہہ دینے کے بعد بھی دایان نہ رکتا یہ ہو سکتا تھا؟ دایان تو کیا اپنے کمرے سے نکلتا بہروز بھی رک گیا۔

"تمہارے پاس سیو ہے عنبر کا نمبر؟" دایان فیروز کے سیخ پا نہ ہونے پر حیران ہوا۔ اس کے خیال میں اس نے سوال کر کے گستاخی کی تھی۔

"نہیں بھیا۔"

"جس نے بھیجا ہے میسج کے ذریعے وہ میسج ہے؟"

"جی بھیا۔"

"دکھاؤ۔" دایان نے فون سے میسج نکال کر دکھایا۔ فیروز مسلسل دایان کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور وہ مسلسل نظریں چرا رہا تھا۔

فیروز نے میسج پہ نظر ڈالے بغیر کہا۔ "اسے ڈیلیٹ کر دو۔"

"جی؟" دایان کا منہ کھلا مگر فیروز کے دیکھتے ہی بند ہو گیا۔

"جی۔" اس نے سعادت مندی سے سر ہلایا۔

"ہیو اے سیف جرنی۔" فیروز اس کا کندھا تھپتھپا کر نیچے چلا گیا

★☆☆☆☆☆★

دوپہر کا وقت تھا۔ عالم شاہ حویلی کے لاؤنج میں اظہر ٹہل رہے تھے۔ فون کان سے لگائے وہ کہہ رہے تھے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دھیان سے آنا بیٹا! چار سال بعد آ رہی ہو۔ سامان کا دھیان رکھنا میں نے صفدر (انتہائی خاص ملازم جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) کو کہہ دیا ہے۔ وہ حویلی سے ائیر پورٹ جا رہا ہے۔ تمہیں ائیر پورٹ سے لے کر سیدھا حویلی آئے گا۔ اب وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہو گا میں نے اسے تمہارا خاص ملازم بنا دیا ہے۔ اوکے! خدا حافظ۔" سیڑھیوں کے درمیان کھڑے کامران نے نیچے لابی میں کھڑے اپنے باپ جہانگیر کو آواز کے بغیر ہونٹ ہلا کر کہا۔

"مطلب سمجھتے ہیں آپ اس کا؟ دادا اپنا بزنس اپنی لاڈلی پوتی کو ٹرانسفر کر رہے ہیں۔ اب عنبر دادا کے لیگل اور ال لیگل دونوں بزنس سنبھالے گی۔" جہانگیر نے ایک سرد پڑتی نگاہ اپنے بیٹے پہ ڈالی اور لاؤنج کی طرف بڑھے۔

اظہر نے مڑ کر دیکھا اور کہنے لگے۔ "آؤ جہانگیر آؤ۔" اپنے ماں باپ کے کمرے کے دروازے سے یہ سب کچھ دیکھ اور سمجھ کر زاریا نے آنکھیں گھمائیں اور اندر بیٹھی اپنی ماں سے کہنے لگی کہ

"اب پاپا گھنٹہ بھر دادا سے صفدر کو عنبر کا خاص ملازم بنانے کی اور دادا وہ لمبی لمبی کہانیاں سنائیں گے مگر اصل بات نہیں بتائیں گے۔ ابھی بھی دادا نے پاپا کو اختیارات نہیں دیئے۔"

★☆☆☆☆☆★

ملیحہ آج بہت اداس تھی اس کے ایک اسٹوڈنٹ کی امی نے کہا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو اکیڈمی میں ایڈمشن دلوا رہی ہیں کیونکہ وہ اب نائنتھ میں ہے۔ اس لیے ملیحہ کو اگلے مہینے سے ٹیوشن دینے کے لیے آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ملیحہ کو اپنی اتنی زیادہ پریشانی نہیں تھی۔ اس نے گھر آنٹی اور دادی کو پیسے بھیجنے تھے اور ساتھ اپنی یونیورسٹی کی فیس اور ہاسٹل کا خرچ سب مینیج کرنا تھا۔ وہ ایک اور ٹیوشن ڈھونڈنے کے چکر میں تھی۔ یہاں یہ پہلے والی بھی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ کیا کرتی؟ کہاں جاتی؟ زندگی کتنی مشکل ہے!

★☆☆☆☆☆★

سامان کلئیر کرواتے ہی وہ باہر نکلی تو سامنے دو مستعد گارڈز کے درمیان صفدر کھڑا تھا۔ کنپٹی کے بال سفید تھے۔ چہرہ سخت اور مونچھیں گھنی تھیں۔ وہ تیزی سے عنبر کی طرف بڑھا۔

"اسلام علیکم! میم!"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وعلیکم السلام!" اس نے عنبر سے سامان لے لیا اور پارکنگ ایریا کی جانب بڑھنے لگا۔ دونوں گارڈز عنبر کے دائیں، بائیں تھوڑا پیچھے چلنے لگے۔ ڈگی میں سامان رکھنے کے بعد صفدر عنبر کے لیے گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ وہ عنبر کے ہر موڈ سے واقف تھا۔ وہ اس کے سامنے ہی عالم شاہ حویلی میں پلی بڑھی تھی۔ اس وقت صفدر کو لگ رہا تھا کہ وہ پاکستان آنا نہیں چاہتی تھی۔ صفدر آگے ڈرائیور کے ساتھ اور دونوں گارڈز پچھلی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

"کیا میری جان کو خطرہ ہے جو اس دفعہ دادا نے گارڈز کو ساتھ بھیجا ہے؟" عنبر نے ہلکا سا ہنس کر پوچھا۔

"میم جو کام اظہر صاحب نے آپ کو سونپنا ہے انہیں خدشہ ہے کہ اس کے بعد آپ کی جان ہی کو خطرہ ہے۔" صفدر بولا۔

"کیسا کام؟" عنبر کی بھنویں سکڑیں۔

"آہم، میم آپ کے پہنچتے ہی اظہر صاحب آپ کو بتا دیں گے۔" وہ سمجھ گئی کہ صفدر ڈرائیور کے سامنے کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ٹھیک ہے۔ ڈیڈ کے گھر چلو!"

"مگر میم اظہر صاحب نے تو آپ کو گاؤں۔۔۔"

"جو کہا ہے صفدر وہ کرو۔"

"جی میم۔"

★☆☆☆☆☆★

اورنگزیب ولا میں عنبر کی اچانک آمد کی وجہ سے مسز اورنگزیب اور زویا کے چہرے کی جوت بجھ گئی۔ عنبر قدم قدم چلتی لاؤنج میں ان تک پہنچی۔

"اسلام علیکم مام!"

"وعلیکم السلام!" مام نے ہلکی آواز میں پھیکا سا جواب دیا. علی البتہ بہت خوش ہوا آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔

"کیسی ہیں آپ عنبر آپی! بہت اچھا کیا یہاں آ گئیں، آئیں ناں بیٹھیں۔" علی کہنے لگا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ سٹنگ ایریا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ علی اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہا تھا۔ صفدر عنبر کے پیچھے پیچھے تھا۔ سامنے سے عربا آئی۔

"سلام بی بی جی! کیا حال ہے؟"

"ہمم کیسی ہو تم؟" عنبر نے پوچھا۔ عربا پانچ سال کی تھی جب اورنگزیب اسے اور اس کے ماں، باپ کو گھر کے کام کے لیے گاؤں سے لائے تھے۔ عربا کی نانی عالم شاہ حویلی میں کام کرتی تھی۔

"رب کا کرم ہے بی بی جی میں ٹھیک ہوں." اس نے جھک کر عنبر کا اٹیچی کیس پکڑ لیا۔

"رہنے دو یہ ہیوی ہیں۔ صفدر لے جائے گا تم صفدر کے لیے گیسٹ روم ریڈی کرو۔"

"جی بی بی جی۔" عربا سر خم کرتی گیسٹ روم ریڈی کرنے چل دی۔

"صفدر! سیکنڈ فلور کے بیڈ روم میں میرا سامان رکھ دو۔"

"جی میم!"

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی کے لاؤنج میں اظہر صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کہ بیٹھے تھے۔ جہانگیر ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہے تھے۔

رک کر کہنے لگے "دیکھ لیا آپ نے؟" اظہر نے نگاہیں اٹھائیں۔

"آپ کے دوسرے بیٹے نے کیسے اسے بلا لیا اپنے گھر۔ خبر ہو گئی ہو گی اس کو کہ آپ عنبر کو اتنے پروٹوکول سے کیوں بلا رہے ہیں۔ ساری عمر ہم نے اسے پالا، تعلیم دلوائی، خرچہ کیا اب جب پھل کھانے کا وقت آیا تو وہ اس کو اڑا کر لے گیا۔"

"او نہ عنبر کو اورنگزیب نے نہیں بلایا۔ اورنگزیب کو تو پتا بھی نہیں تھا کہ عنبر آج پاکستان آ رہی ہے لیکن عنبر وہاں خود گئی۔ آخر کیوں؟ سوال تو یہ ہے۔"

"کیا؟ کیا واقعی اسے نہیں پتا تھا؟" جہانگیر کا منہ کھل گیا۔

"جب کہہ رہا ہوں کہ اسے نہیں پتا تھا تو تم یقین کیوں نہیں کر لیتے؟" جہانگیر ساتھ والے صوفے پہ بیٹھ گئے۔

"ہمم! پھر وہ وہاں گئی کیوں؟" ماسی رشیدہ ان کے سامنے چائے پیش کرنے لگی۔

★☆☆☆☆☆★

"اورنگزیب! عنبر کی بدتمیزیاں اب نہیں چلیں گی۔ سوتیلی ہی سہی، ماں تو ہوں ناں! اسے مجھے ٹھیک سے سلام کرنا چاہیے تھا زویا کا حال پوچھنا چاہیے تھا۔" منزہ چلا رہی تھی۔

"بس کر دو بس!" اورنگزیب دھاڑے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میری عنبر چار سال بعد اپنے باپ کے گھر آئی ہے۔ ابھی بھی تمہیں اعتراض ہے۔ یہ جو منٹ منٹ کے مقابلے لگاتی ہو مجھے اچھا نہیں لگتا۔ بڑی ہو جاؤ اب! سلام تو کیا نا اس نے، شکر کرو اور جہاں تک تعلق ہے زویا کا حال پوچھنے کا، تو I'm really very disappointed! زویا نے کیوں نہیں عنبر کا حال پوچھا؟ اپنی بیٹی کو لوگوں میں جینا سکھاؤ! میری عنبر کو دیکھا ہے؟ لاکھ ناپسند ہو کوئی شخص، میری عنبر اس سے بد تمیزی نہیں کرتی۔ اب ہٹو میرے راستے سے مجھے عنبر سے ملنا ہے۔" سائیڈ سے نکل کر اورنگزیب نے سیڑھیوں کی راہ لی۔

سیکنڈ فلور کے بیڈ روم کا دروازہ کھولا بیڈ پر وہ سوئی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کی ہو بہو نقل، ڈیٹو کاپی۔ ہلکے بھورے بال کندھوں پر پڑے تھے۔ سینے تک چادر اوڑھے وہ گہری نیند میں تھی۔ بھوری لانبی پلکوں کی جھالر چہرے پر گر رہی تھی۔ اور نگزیب کو وہ حسین لمحات یاد آنے لگے جب امریکہ میں پڑھتے انہیں وہاں اپنے ساتھ پڑھتی چچا کی بیٹی سے محبت ہو گئی تھی۔ ڈگری مکمل ہوتے ہی انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ حسینہ سے شادی کرنی ہے۔ اور نگزیب کی ماں اس بات پر بالکل راضی نہ ہوئی اور اظہر اورنگزیب کی شادی اپنے کاروباری دوست کی بیٹی منزہ سے کرنا چاہتے تھے۔

★☆☆☆☆☆★

سیکنڈ فلور کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا بیڈ پر وہ سوئی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کی ہو بہو نقل ڈیٹو کاپی ہلکے بھورے بال کندھوں پر پڑے تھے۔ سینے تک چادر اوڑھے وہ گہری نیند میں تھی. بھوری لمبی پلکوں کی جھالر چہرے پر گر رہی تھیں۔ اور نگزیب کو وہ حسین لمحات یاد آنے لگے جب امریکہ میں پڑھتے انہیں وہاں اپنے ساتھ پڑھتی چچا کی بیٹی سے محبت ہو گئی تھی۔ ڈگری مکمل ہوتے ہی انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ حسینہ سے

شادی کرنی ہے اورنگزیب کی ماں اس بات پر بالکل راضی نہ ہوئی اور اظہر اورنگزیب کی شادی اپنے کاروباری دوست کی بیٹی سے کروانا چاہتے تھے۔

اورنگزیب کی ضد کے سامنے سب کو ہار ماننا پڑی۔ انہوں نے حسینہ سے شادی کے لیے جنگ لڑی اور جیت بھی لی لیکن شادی کے بعد حسینہ کو جن مسائل کا سامنا پڑا وہ ان مسائل میں اس کا ساتھ نہ دے سکے۔ پچھتاؤوں میں گھرے اورنگزیب نے بیٹی کو دیکھ کر اس کی ماں کے ساتھ ہونے والے مظالم یاد کیے۔ وہ ان کی پہلی بیوی تھی، پہلا ساتھ جس کے دو سال بعد صائمہ کی پیدائش کے بعد اورنگزیب نے ماں باپ کے دباؤ میں آکر منزہ سے شادی کرلی۔ منزہ اور حسینہ کی آپس میں کبھی کوئی چپقلش نہ ہوئی۔ اس کی وجہ بھی گھر کا ماحول تھا۔ اورنگزیب کی ماں، صوفیہ اور ثوبیہ کو اگر حسینہ سے نفرت تھی تو پسند انہیں منزہ بھی نہ تھی۔ اگر وہ جانب دار ہو جاتیں تو شاید حسینہ اور منزہ کے جھگڑے کبھی ختم ہی نہ ہوتے مگر ان کی دونوں سے نفرت نے دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا تھا۔ زویا اور عنبر ہم عمر تھیں۔

★☆☆☆☆☆★

فون بج رہا تھا ملیحہ نے نچلا لب کاٹتے ہوئے کال اٹینڈ کی۔

"ملیحہ بیٹا کب آنا ہے گھر؟ اس مہینے کے پیسے بھی نہیں بھیجے سلائی کا بھی اتنا کام جمع ہو گیا ہے۔" ملیحہ نے آنسو پیتے ہوئے کہا۔

"جی آنٹی وہ اس دفعہ میرے پاس گھر واپس آنے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ میں آپ کو ایک ہفتے تک گھر کا خرچ بھیج دوں گی لیکن ابھی میں گھر نہیں آسکتی۔" جواباً سعیدہ خاتون نے غصے سے فون بند کر دیا۔

★☆☆☆☆☆★

ناران کے گاؤں میں سعیدہ خاتون دادی کی طرف مڑیں اور بولیں۔

"سن رہی ہیں آپ اپنی لاڈلی کی باتیں ہمارے لیے اب اس کے پاس پیسے نہیں ہیں واہ بھئی واہ اتنے سال ہم نے پالا ہم نے تو کبھی نہیں کہا کہ تم پر مزید پیسے نہیں خرچ کرنے اور اس کو دیکھیں دو سالوں میں ہی تیور بدل گئے۔"

"حق ہاہ۔" دادی بولیں۔

"اویس کی تو اتنی کمائی ہی نہیں ہے اب گھر کیسے چلے گا؟" دادی کی پریشانی دوچند ہوئی۔

"آپ کی لاڈلی ایک ہفتے بعد بتائے گی کہ وہ پیسے بھیج سکتی ہے یا نہیں؟" سعیدہ بھڑک کر بولیں۔

"یہ کیا تم نے آپ کی لاڈلی آپ کی لاڈلی لگائی ہوئی ہے؟ بن ماں کی بچی سمجھ کر پیار ہی کیا تھوڑا سا ایسے لاڈلی تو نہیں ہے وہ کوئی۔" سعیدہ خاتون فوراً چمک کر بولیں۔

"اس تھوڑے سے پیار کا بھی لحاظ نہ کیا اس نے۔ ویسے ایسے کون سے اخراجات ہیں اس کے کہ گھر کے لیے اب کچھ ہے ہی نہیں اس کے پاس؟" دادی اور سعیدہ خاتون سوچ میں پڑ گئیں تو اقراء جو کہ قریب ہی بیٹھی تھی اپنی عقل کے مطابق فوراً بولی۔

"کوئی پسند آ گیا ہو گا اسے اور وہ اس کے ساتھ شاپنگ کر رہی ہو گی۔" بجائے اس کے کہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی اقراء کو ملیحہ پر بہتان لگانے پر ڈانٹتی یا منع ہی کرتیں بلکہ نہیں وہ دونوں تو نئی سوچ میں گم ہو گئیں۔ شیطان نے اقراء کے دل میں برا خیال ڈالا پھر اس کی زبان سے گناہ کے الفاظ نکلوائے اور اس کے بعد مزید دو دلوں اور دماغوں کو غلط گمان کرنے پر مجبور کیا جو کہ گناہ ہے۔ اب شیطان خوش ہو رہا تھا اور ان تینوں کا باقی کا سارا دن اسی جوڑ توڑ میں گزرا۔

★☆☆☆☆☆★

اسلام آباد میں اس دن کا سورج ڈوب گیا اور ہر سو تاریکی چھا گئی۔ آج رات آسمان بہت صاف تھا یوں لگ رہا تھا برسوں کی کلفت دور ہو گئی۔ عنبر ڈنر کے لیے سیڑھیاں اتر رہی تھی ہلکے نیلے رنگ میں وہ بہت فریش لگ رہی تھی۔

"السلام علیکم بابا۔" ڈائننگ روم میں داخل ہوتے ہی اس نے باپ کو سلام کیا اور دائیں ہاتھ کی کرسی کھینچ کر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ اورنگزیب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ اپنی جگہ کھڑی رہی وہ آگے بڑھے اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا اندر تک کہیں سکون آ گیا۔ وہ پانچ بچوں کے باپ تھے مگر جانے کیوں انھیں عنبر سب سے زیادہ پیاری تھی۔

"وعلیکم السلام بیٹا کیسی ہو؟"

"پہلے سے بہتر۔" عنبر نے جواب دیا۔ اورنگزیب نے نظریں چرائیں اس کے الفاظ بہت کچھ کہہ گئے تھے۔ وہ ایسی ہی تھی لہجے سے نہیں الفاظ سے مارتی تھی کیونکہ الفاظ یاد نہیں رہتے مگر لہجے ہمیشہ تازہ رہنے والے زخم لگاتے ہیں۔ وہ عنبر تھی، دائمی وار نہیں کرتی تھی۔

"بیٹھو۔"

"جی۔" وہ سادگی سے کہہ کر بیٹھ گئی۔ منزہ کو سب کچھ برا لگنے لگا۔ کھانا شروع ہوا عنبر کے ساتھ والی کرسی علی نے لے لی تھی۔ اور نگزیب بولے۔

"عنبر بیٹا تم گاؤں کیوں نہیں گئیں؟ آئی گیس ابا نے تمہارے لئے گاڑی بھیجی تھی۔" عنبر نے سر اٹھایا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی بھیجی تھی مجھے آپ سے بات کرنا تھی اس لیے نہیں گئی۔"

" کہو بیٹا ضرور کہو۔" اورنگزیب کا سارا دھیان عنبر کی طرف ہو گیا۔ بڑھتی عمر پچھتاوا بڑھاتی ہے سکون نہیں۔ سب نامکمل کام یاد آنے لگتے ہیں جوں جوں انسان موت کے قریب ہوتا ہے۔ انھی کاموں میں سے ایک کام اللہ کو راضی کرنا ہے جسے انسان مشکل کام سمجھ کر بڑھاپے کے لیے رکھ چھوڑتا ہے حالانکہ اللہ کو راضی کرنا سب سے آسان ہے۔ آپ نے جو بھی کام کرنا ہے بس یہ دیکھ لیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے یا نہیں اور اللہ کی رضا کے مطابق وہ کام کر لیں بس اتنی سی بات ہے۔ اورنگزیب ولا میں عنبر اپنے باپ سے کہہ رہی تھی کہ

"میرا BBA کمپلیٹ ہو گیا ہے

And I want to join your company to improve my

Professional skills. What do you think "?

"It's a great idea my dear !

لیکن یہ تھوڑا مشکل ہو گا تمہارے لیے۔"

"Don't worry Baba میں جسٹ initials دیکھوں اور سیکھوں گی آپ کی فیکٹری سے پھر جاب کے لیے اپلائی کروں گی۔ میں پاکستان میں بہت چھوٹے لیول کے بزنس سٹارٹ کرنا چاہتی ہوں جس میں عام لوگ بھی انویسٹمنٹ کر سکیں لیکن یہ تبھی ہو گا جب بزنس کمیونٹی میں میرے پاؤں جمے ہوئے ہوں گے۔" اورنگزیب نے ٹھنڈی سانس لی۔

" Do whatever you want to do ".

"Thanks Baba ".

"میں کل گاؤں جارہی ہوں واپس آکر آپ کی فیکٹری جوائن کروں گی۔"

"کل تو ہم نے بھی گاؤں جانا ہے تو تم ہمارے ساتھ ہی گاؤں چلی جانا۔"عنبر کو یہ جملہ ہضم کرنے میں ایک منٹ لگ گیا بابا گاؤں جارہے تھے؟ دادا کے پاس؟ فیملی کے ساتھ؟ لیکن کیا کرنے؟؟اس کی سوچوں کا عکس اس کے چہرے پر نہیں آیا۔

"جی آپ کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔"عنبر نے ہامی بھری۔

★☆☆☆☆☆★

محلِ سکندر میں رات کے کھانے کے بعد سب بکھر گئے۔ فیروز اور سکندر بیسمنٹ میں تھے بہروز اپنے کمرے میں تھا۔ اچانک کچھ یاد آنے پر وہ اٹھا اور بیسمنٹ کی طرف بڑھا۔ وہ جانتا تھا اس وقت وہ دونوں اہم فیصلے کرتے تھے اور وہ بھی بیسمنٹ میں۔ دروازہ کھولتے ہوئے اس نے سکندر کی آواز سنی۔

"یہ بات تمہیں کنفرم ہے فیروز؟ تمہیں پتا کیسے چلا؟"

"بالکل کنفرم بات ہے یہ۔ میرے اپنے ریسورسز جن سے پتا چلا ہے کہ وہ اور اورنگزیب کی فیملی کل اظہر عالم شاہ سے ملنے جارہے ہیں۔"

"اوکے۔"بہروز اندر داخل ہوا۔

"بابا میں نے سنا ہے کہ آپ شیئرز آفر کر رہے ہیں. آپ پلیز شیرازی انکل سے ڈیلنگ کر لیں ناں ان کے بزنس پارٹنر بن جائیں۔"

"شیرازی انکل؟" فیروز نے آنکھیں اس کی آنکھوں پر جمائیں۔

"یہ صدیوں سے مارکیٹ میں ہمارے لیے مصیبتیں کھڑی کرنے والے تمہارے انکل کب سے ہو گئے؟"

"وہ بھائی وہ۔۔۔" بہروز گڑبڑا گیا۔ سکندر کی نظریں بھی اسی پر تھیں اتنے میں ماہ جبین اندر داخل ہوئیں۔ ان کے ہاتھ میں کافی کی ٹرے تھی۔ ملازمین کو بیسمنٹ میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ بہروز نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور بیسمنٹ سے نکل گیا سکندر اور فیروز پھر مصروف ہو گئے۔

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی رات کے وقت، رات کی طرح ہی تاریک تھی۔ حویلی کے سب لوگ سو رہے تھے سوائے دو کے اظہر عالم شاہ اپنے کمرے سے ملحقہ سٹڈی میں آرام دہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور وقفے وقفے سے سگار کا دھواں فضا میں بکھیر رہے تھے اور جہانگیر وہاں چکر پہ چکر لگا رہے تھے۔ چکر لگاتے ہوئے اظہر کے سامنے رک کر بولے۔

"گیم تو کوئی شروع ہو گئی ہے ہمارے خلاف۔" اظہر جہانگیر کی طرف دیکھے بغیر سوچ میں گم لہجے میں بولے۔

"ہمم صحیح کہہ رہے ہو۔" جہانگیر ایک اور چکر لگا کر اظہر کے سامنے رکے اور بولے۔

"لیکن سمجھ نہیں آرہا کہ ہمارے خلاف کھیل کون کھیل رہا ہے؟ عنبر یا اورنگزیب؟" اظہر نے اچھنبے سے اپنے بیٹے جہانگیر کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ عنبر؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟" جہانگیر نے جواباً سوال کیا۔

"گھر کی بچی ہے وہ یہاں پلی بڑھی ہے ہم اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"وہ چار سال بعد واپس آرہی ہے چار سال وہ ہم سے دور رہی ہے اور انسان کو بدلنے میں تو ایک لمحہ لگتا ہے۔" جہانگیر نے کہا۔

"لیکن بنیادیں ہمیشہ وہی رہتی ہیں جو بنادی جاتی ہیں صرف پانچ سال کی تھی عنبر، جب اس سے اس کی ماں چھین لی گئی تب سے عنبر نے ہماری محبت دیکھی ہے صرف ہم نے اسے سے پیار کیا ہے محبت سے بڑی طاقت اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ محبت سے ہر جنگ جیتی جا سکتی ہے۔" جہانگیر یہ سن کر خاموش ہو گئے اور پھر کچھ توقف کے بعد بولے۔

"آپ کو کیا لگتا ہے ابا؟ اورنگزیب نے عنبر کے ساتھ آنے کا پلان کیوں بنایا ہے؟" اظہر نے ہنکارا بھرا اور بولے۔

"کہیں یہ چکر سکندر کا چلایا ہوا نہ ہو۔"

"سکندر؟ سکندر کہاں سے آگیا درمیان میں؟" جہانگیر اس طرح اچھلے جیسے موذی حشرات میں سے کسی نے کاٹا ہو۔

BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"وہ درمیان سے نکلا ہی کب تھا؟" اظہر پر سکون چہرے لیکن بے سکون لہجے میں بولے اور جہانگیر کو بہت کچھ یاد دلا گئے۔

"وہ سترہ سال پہلے ہماری زندگیوں سے جا چکا ہے ہمارا اب اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" جہانگیر نے کہا تو اظہر بولے۔

"ہمم۔۔۔ لیکن مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ اورنگزیب کی کمپنی سکندر کی کمپنی سے معاہدہ کرنے کی کوشش میں ہے۔"

"اونہہ اورنگزیب تو شروع سے ہی ایسا ہے کہتا کچھ اور ہے اور کرتا کچھ اور۔" جہانگیر کے لہجے میں اپنے سگے بھائی کے لیے نفرت ہی نفرت تھی اظہر بیزار ہو کر بولے۔

"کتنی دفعہ تمہیں کہا ہے جہانگیر کہ تمام باتوں کا علم ہونا چاہیے تم خود بزنس مین ہو لیکن تمہیں معلوم بھی ہے کہ مارکیٹ میں سکندر کی کمپنی اور اس کے بزنس کی کیا ویلیو ہے؟ سکندر کے بزنس میں شامل ہونے کے لیے کمپنیز کی لائن لگی ہوئی ہیں وہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ پاکستان بزنس کمیونٹی میں کوئی شخص ایسا نہیں جو سکندر کے نام سے ناواقف ہو اور پھر اس کی اولاد وہ اس کے ساتھ کھڑی ہے۔ وہ سب ایک ہیں ان میں اتفاق ہے اس اتفاق کی برکت کی وجہ سے کوئی ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ افسوس ہماری دلی مراد زیادہ دیر تک پوری نہ رہ سکی۔ معاشرے میں باعزت مقام اس نے واپس حاصل کر لیا ہے۔" اظہر کے لہجے میں حسد کی آگ بخوبی محسوس کی جا سکتی تھی۔ جہانگیر کا چہرہ بھی سکندر کے ذکر پر سرخ ہو گیا تھا۔ وہ بولا۔

"عنبر کا اس سب سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو جانتی بھی نہیں ہے کہ کوئی سکندر بھی ہے اس دنیا میں۔ آپ بھی خوامخواہ ہی پریشان ہو رہے ہیں کچھ اچھا سوچیں۔" جہانگیر نے اظہر سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

★☆☆☆☆☆★

"مجھے سمجھ نہیں آرہا اتنے سالوں بعد آپ کو حویلی جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی ہے؟ مجھے اور بچوں کو بھی خوامخواہ ہی گھسیٹ لیا ہے درمیان میں۔ ہمارے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جانا تھا تو خود ہی اکیلے چلے جاتے۔" منزہ نان اسٹاپ بولے ہی جا رہی تھی۔

"تم کیوں بھول جاتی ہو منزہ؟ میرے صرف دو بچے نہیں ہیں۔ اس حویلی میں میری ایک بیٹی ہے صائمہ اور میں اس کے لیے جا رہا ہوں۔"

"جلدی یاد آگئی آپ کو اپنی پہلی اولاد۔" منزہ کے لہجے میں کاٹ تھی. اورنگزیب نے صرف اسے گھورنے پر اکتفا کیا۔

"ویسے کوئی مسئلہ ہو گیا ہے صائمہ کے ساتھ؟" وہ متعجب ہوئی۔

"اس کو وہاں کوئی مسئلہ ہو سکتا ہے؟ وہ حویلی ہے وہاں زبان سے بات بعد میں نکلتی ہے پوری پہلے کر دی جاتی ہے۔"

"نہیں بھئی ہمیں تو اللہ معاف ہی رکھے اس حویلی سے وہاں کی آسائشوں کی بڑی بھاری قیمت چکانی پڑتی ہے۔" اورنگزیب کا چہرہ سفید پڑ گیا انہیں خود کو سنبھالنے میں وقت لگا اور پھر بولے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں بس ابا سے بات کرنے جا رہا ہوں کہ جہانگیر بھائی سے کہیں کہ کامران کی شادی صائمہ سے کر دیں۔"

"وہ کریں گے صائمہ کی شادی کامران سے؟" منزہ حیران ہوئی۔

"کیوں نہیں کریں گے؟" اورنگزیب نے سوال کیا.

"نہیں وہ میرا مطلب ہے کہ آپ لوگوں کے جھگڑے۔۔۔" منزہ نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"صائمہ انہوں نے ہی پالی ہے اب تک تو وہ ضرور کریں گے یہ رشتہ ورنہ انہیں حویلی میں سے صائمہ کا حصہ اس کے نام کرنا پڑے گا۔"

"اوہ۔۔۔" منزہ کو ساری بات اب سمجھ آئی.

★☆☆☆☆☆★

رات کا بالکل آخری پہر تھا مگر وہ جاگ رہی تھی۔ اس کی انگلیاں فون کی سکرین پر متحرک تھیں۔ وہ تیز تیز ٹائپ کر رہی تھی۔ نا محرم سے لمبی لمبی باتیں۔۔۔ اس کا نامہ اعمال سیاہ ہوتا جا رہا تھا۔ شیطان خوش ہو رہا تھا کیونکہ اس لڑکی کا دل مردہ ہو رہا تھا۔

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی کے احاطے میں چار گاڑیاں آ کر رکیں۔ پہلی اور چوتھی گاڑی میں گارڈز تھے۔ درمیان والی دو میں سے پہلی والی میں اورنگزیب، منزہ، زویا اور علی تھے اور دوسری گاڑی میں عنبر اور نگزیب اظہر عالم شاہ تھی۔ صفدر نے اگلی سیٹ سے اتر کر پچھلی کا دروازہ کھولا۔ بلیک ہائی ہیل میں مقید گورا نرم پاؤں اس نے

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

باہر رکھا اور پھر خود باہر نکلی۔ اسی وقت اظہر نے حویلی کی رہائشی عمارت کا داخلی دروازہ پورا کھولا۔ اگلی گاڑی سے اورنگزیب کی ساری فیملی اتر چکی تھی۔ عنبر ان کے ایک طرف سے نکل کر آگے بڑھی۔ بہت سے مناظر نظروں کے سامنے جھلملا گئے۔ مگر وہ سوچ کی رسیاں ماضی سے چھڑاتی آگے بڑھتی گئی۔ یہ وقت کچھ بھی یاد کرنے کا نہیں تھا۔ بلیو جینز پہ سفید کرتا اور سفید دوپٹہ کندھوں پر سے گزار کر سر پر لیا ہوا تھا۔ اظہر کے پیچھے جہانگیر اور جہانگیر کے پیچھے کامران کھڑا تھا۔ اظہر نے دونوں بازو عنبر کے لیے کھول دیئے۔ اورنگزیب نے یہ منظر تنقیدی نظروں سے دیکھا۔ عنبر اظہر کے گلے لگ گئی۔

"شکر ہے میری گڑیا 'اپنے' گھر آئی ہے۔" عنبر زبردستی مسکرا دی۔ جہانگیر نے بھی اسے ساتھ لگا کر حال پوچھا اور پھر وہ دونوں اسے لے کر اندر بڑھ گئے یوں جیسے صرف عنبر ہی کا استقبال کرنا تھا۔ کامران اورنگزیب کی طرف مڑا اور بولا "آجائیں چچا۔"

"آ ہی رہا ہوں" اورنگزیب جھنجھلائے۔ منزہ نے چبھتی نظروں سے اورنگزیب کی طرف دیکھا (استقبال تو دور کی بات ہے۔ آپ کو تو اندر آنے کو کسی نے نہیں کہا۔) صائمہ اور زاریا نے سب کا روکھا سا استقبال کیا۔ جبکہ صوفیہ اور ثوبیہ اظہر کے حکم پر عنبر کے آگے پیچھے تھیں۔ ریفریشمنٹ میں جو ڈرنک عنبر نے لیا وہی اظہر نے لے لیا۔ یہ دیکھ کر زویا نے بھی عنبر جیسا ڈرنک پینے کی فرمائش کر دی جس پر ثوبیہ نے اسے گھورا لیکن ملازمہ کو اشارہ کیا کہ لا دے۔ منزہ پہلو بدل کر رہ گئیں۔

★☆☆☆☆☆★

ماہ جبین کو لاؤنج میں اکیلے بیٹھے دیکھ کر بہروز تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور ساتھ بیٹھ کر بولا "مام! میں شیرازی انکل کی بیٹی سمیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور اچھی

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

انڈرسٹینڈنگ ہے ہماری۔" بہروز بوکھلاہٹ میں تیز تیز بولے جارہا تھا۔ماہ جبین منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"پلیز مام! پلیز پلیز!"

"کیا؟ کیا؟؟ اور.... اور تمہارے ڈیڈ؟" انہیں بات سمجھ آنے پر نئی تشویش لاحق ہوئی۔

"آپ انہیں منالیں. پلیز مام پلیز پلیز!"

"اچھا میں فیروز سے بات کرتی ہوں۔" انہیں ایک ہی حل نظر آیا تھا۔

"نہیں نہیں پلیز نہیں، بھیا سے نہیں۔ بھیا کو برا لگے گا۔ آپ ڈائریکٹ ڈیڈ سے بات کریں۔" اس نے ان کا بازو پکڑ کر گرفت بڑھائی۔

"اچھا۔" انہوں نے تھوڑی پریشانی سے کہا۔ یہ آسان تھا، کام خود کا ہو اور باپ کے آگے ماں کو کردو بات کرنے کے لیے۔ انہوں نے اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑایا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی پر رات اتری اور ساری روشنیاں اور خوشبوئیں عالم شاہ حویلی کے ڈائننگ ہال میں اتر آئیں۔ عنبر اظہر کی سربراہی کرسی کے ساتھ دائیں جانب بیٹھی تھی. دوسری جانب جہانگیر اور ساتھ ان کی فیملی تھی۔ اورنگزیب اپنی فیملی کے ساتھ ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے اور عنبر کے ساتھ والی کرسیاں انھوں نے سنبھال لیں. صوفیہ عنبر کے ساتھ بیٹھنا چاہتی تھیں لیکن نہ بیٹھ سکیں۔ کھانا پرامن لیکن بے سکون ماحول میں کھایا گیا. ٹیبل چھوڑ کر سب سے پہلے اٹھنے والی صائمہ تھی.

★☆☆☆☆☆★

اسلام آباد میں رات کے اس وقت ملیحہ ناران جانے کے لیے بس میں بیٹھ گئی۔ وہاں سے آگے اس نے اپنے گاؤں جانا تھا۔ دادی کا فون آیا تھا انہیں پیسے چاہیے تھے۔ ملیحہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی جانا پڑا۔ اس کا دل بھر آیا۔ کاش اس بھری دنیا میں کوئی تو ہوتا جو اس کے ساتھ مخلص ہوتا۔ جہاں جا رہی تھی وہ لوگ کسی حد تک جاننے والے تھے۔ ان کے ساتھ زندگی کے اتنے سال گزارے تھے مگر پھر بھی وہ اپنے نہیں تھے۔

★☆☆☆☆☆★

رات کی تاریکی ہر سو چھا گئی۔ عالم شاہ حویلی کی دوسری منزل پر اورنگزیب فیملی کو ٹھہرایا گیا تھا۔ اظہر نے پہلی منزل پر بند دروازہ جو لڑکوں اور لڑکیوں کے کمروں کو علیحدہ کرتا تھا وہ کھلوا دیا۔ اس طرح لڑکوں کی طرف جو کمرے زیادہ تھے ان میں سے ایک عنبر کو دے دیا گیا۔ اس وقت عنبر اس کمرے کے بیڈ پر لیٹی کمرے کی چھت کو دیکھ رہی تھی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی. اس کا دل رو رہا تھا لیکن آنکھیں خشک تھیں۔ ادھوری 'خواہش' انسان کے دل کو رلا دیتی ہے۔ وہ آج اُس حویلی کے کمرے میں تھی جس کے در و دیوار تو کیا سائے سے بھی وہ چار سال پہلے دور بھاگی تھی۔ چار سال پہلے کی وہ دردناک رات عنبر کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔

★☆☆☆☆☆★

محلِ سکندر سورج کی پہلی کرنوں سے بیدار ہوا۔ سکندر ناشتے سے پہلے ہی معمول کے مطابق ڈرائنگ روم میں بیٹھے، صفدر کو ہدایات دے رہے تھے کہ ماہ جبین اندر داخل ہوئیں۔ صفدر چلا گیا تو بولیں "سکندر بہروز شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا؟" سکندر کے لیے یہ ایک جھٹکا تھا۔

"یہ کیا نیا تماشا ہے؟ آفس میں وہ سیریس نہیں ہوتا۔ بزنس میں اس کا کوئی انٹرسٹ نہیں ہے اور اب اسے شادی کرنی ہے؟ اتنا بڑا ہو گیا ہے کیا کہ سارے فیصلے خود کرنے لگا ہے؟"

"سکندر!" ماہ جبین تحمل سے بولیں۔

"اس کی بھی زندگی ہے، مرضی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ فیروز کے سامنے آپ کو کوئی نظر نہیں آتا۔"

سکندر غصے سے بولے۔ "تم ہر بات گھما کر اس بات پہ لے آتی ہو۔ یہ بھی بتایا ہو گا صاحبزادہ نے کہ کس سے شادی کرنی ہے؟"

"شیرازی کی بیٹی سمیہ سے۔" جواب ماہ جبین کی طرف سے نہیں آیا تھا۔ ماہ جبین اچھل پڑیں۔ جواب فیروز کی طرف سے آیا تھا۔ وہ صوفے پر اس طرح بیٹھا تھا کہ داخل ہوتے ہی نظر نہیں آتا تھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے نِک سِک سے تیار۔ اُسے کیسے ہر بات کی خبر ہوتی تھی؟ کل تو بہروز نے منع کیا تھا کہ فیروز بھیا کو نہ بتائیں اور آج فیروز کو پتا تھا۔ بہروز نے تو نہیں بتایا تو پھر کیسے؟ کیسے کر لیتا تھا وہ یہ سب؟ سب کی معلومات؟ ہر چیز کی معلومات؟ مکمل معلومات؟ بہروز آہستہ آہستہ اندر داخل ہوا۔ مجرموں کی طرح سر جھکائے۔ اس کے پیچھے پیچھے ایمن چلی آئی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" فیروز نے بہروز کی طرف دیکھ کر کہا۔

سکندر فوراً غصے سے بولے "کیسے اعتراض نہیں ہے؟ شیرازی کی ڈیلنگز ہمارے ساتھ اچھی نہیں ہیں۔ ہم اس کی بیٹی کو کیسے اپنی بہو بنا لیں؟"

ماہ جبین فیروز کی طرف دیکھ کر بولیں "اور تم سے پہلے اس کی شادی کیسے ہو سکتی ہے؟"

تو وہ بولا "اوہ کم آن! مام اینڈ ڈیڈ! ہماری شیر ازی سے کوئی ڈیلنگ ہے ہی نہیں۔ جہاں بہروز کی مرضی ہے وہاں اس کی شادی کریں. ویسے بھی مجھے جس سے شادی کرنی ہے وہ تو مجھے ملی ہی نہیں ہے۔" بہروز کا دل کیا بھنگڑا اڈالے۔ فیروز بھیا راضی تھے تو مطلب سب اوکے تھا۔ فیروز اتنا کہہ کر ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھا اور بہروز کے پاس رک کر اس کا کندھا تھپتھپایا اور معنی خیزی سے دیکھا۔ شاید فیروز کو یہ بھی پتا چل گیا تھا کہ بہروز بھنگڑا اڈالنا چاہتا ہے۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر سات سال کی تھی جب اس کی ماں حسینہ، اورنگزیب کو چھوڑ کر چلی گئی. اورنگزیب نے اسے ڈھونڈا اور منانے کی بہت کوشش کی جس میں وہ ناکام ہوا کیونکہ حسینہ کسی اور کو پسند کرنے لگی تھی۔ حسینہ نے تو اپنی تین بیٹیوں کا بھی نہیں سوچا۔ آخر اورنگزیب نے مجبور ہو کر حسینہ کو طلاق دے دی اور اپنی بچیوں اور دوسری بیوی کے پاس آ گیا۔ پھر جہانگیر اور اورنگزیب کے جھگڑے شروع ہوئے اور اورنگزیب اپنی دوسری بیوی منزہ اور اس کے بچوں کو لے کر اسلام آباد شفٹ ہو گیا۔ اس سب کے بعد عنبر اور صائمہ کو تایا، تائی اور دادا نے پالا لیکن حسینہ کی چھوٹی بیٹی کو اس کی نانی لے گئیں۔

اس لیے کہ شاید حسینہ کو اس ہی کا ترس آ جائے مگر ایسا نہیں ہوا۔ جب عنبر کی خالہ شہر بانو کی بھی شادی ہو گئی تو نانی نے وہ بچی کسی دور کی رشتہ دار کو دے دی۔ عنبر اور صائمہ جانتی تھیں کہ ان کی کوئی بہن بھی ہے مگر کبھی اس سے ملنے کا اشتیاق نہیں ہوا تھا۔ یہ تھا عنبر اور اس کی ماں کا ماضی۔ سب باتیں جو وہ اور صائمہ بچپن سے سنتی آئی تھیں۔ ان کے ذہنوں میں ماں کی تصویر بری طرح مسخ تھی۔

پہلے عنبر اور صائمہ میں خوب دوستی تھی۔ مگر ہر میدان میں عنبر کی کامیابی دیکھ کر صائمہ اس سے حسد کرنے لگی۔ دادا اور تایا بھی عنبر کو زیادہ توجہ دیتے تھے۔ دونوں بہنوں کی آپس کی محبت، نفرت میں بدلنے لگی۔ عنبر نے ہمیشہ خود سے پہل کرنے کی کوشش کی۔ وہ بڑی بہن کو ہر چھوٹی بڑی خوشی میں شامل کرنا چاہتی تھی مگر صائمہ نے اس سے مطلب کے بغیر بات کرنا چھوڑ دی۔ وہ عنبر کی خوشی پر دکھی ہوتی اور اس کے دکھ پر خوش۔ اُس رات بھی صائمہ شدید ناخوش تھی کیونکہ عنبر خوش تھی۔

چار سال پہلے کی وہ دردناک رات عنبر کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔ چار سال پہلے عنبر کا
ایف۔ ایس۔ سی کا رزلٹ آیا تھا۔ لاہور بورڈ میں دوسری پوزیشن حاصل کرنے والی عنبر اور نگزیب تھی۔ دادا نے اس کے اعزاز میں پارٹی رکھی تھی. ایسی پارٹی جس میں انہوں نے ہر بھولے بسرے بندے کو بلا بھیجا تھا۔ ان میں سے ایک اور نگزیب بھی تھا۔ صائمہ ناراض تھی اور اسے عنبر کی خوشی بری لگ رہی تھی کیونکہ اس کا سگا باپ، اتنے سالوں بعد اپنے بیوی بچوں کو لے کر حویلی آگیا تھا کس لیے؟ عنبر کی خوشیوں میں شامل ہونے۔

وہ باپ جس نے کبھی مڑ کر دیکھا بھی نہیں کہ اولاد بیمار ہے یا صحت مند، پر سکون ہے یا بے سکون، خوش ہے یا غمگین. صائمہ کبھی اپنے باپ کو مارجن نہ دے سکی۔ وہ اپنے باپ کو معاف نہ کر سکی جبکہ عنبر کے نزدیک باپ کی غلطی اتنی تھی کہ وہ پہلی بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی اولاد کو بھی بھول گیا۔ حالانکہ بیٹیاں تو یہ اور نگزیب کی بھی تھیں مگر وہ باپ کو معاف کر چکی تھی۔ یہی فرق تھا دونوں میں عنبر معاف کر کے آگے بڑھ جاتی تھی صائمہ نہ معاف کرتی نہ آگے بڑھتی۔ عنبر پر سکون تھی اور صائمہ بے سکون۔

معافی دے کر آپ دوسرے کو نہیں خود کو آزاد کرتے ہیں ڈپریشن اور ضمیر کے بوجھ سے۔ جس کو معاف کیا جاتا ہے وہ جرم سے تو آزاد ہو جاتا ہے لیکن احسان مندی میں بندھ جاتا ہے۔ معافی دل کا سکون ہے۔ معاف کرنے والا اللہ کو پسند ہے۔

اس رات عالم شاہ حویلی تاریکی میں بھی روشن تھی. اظہر نے عنبر کی کامیابی کا جشن منانے میں واقعی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اظہر اور جہانگیر مہمانوں سے ملنے میں مصروف تھے۔ دو گھنٹے سے مبارکباد قبول کر کے عنبر تھک گئی تو لائٹ پرپل فراک سمیٹتے ہوئے تھوڑا ہٹ کر لگے ہوئے صوفوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ ساتھ والے صوفے پر ثوبیہ اور صوفیہ کے درمیان مسز شیرازی بیٹھی تھیں۔ وہ دونوں مل کر انہیں اورنگزیب اور اس کی فیملی سے بدگمان کرنے کی کوشش کر رہی تھیں. جہانگیر ابھی بھی اورنگزیب کی ٹانگ کھینچ رہے تھے (چاہے بیوی ہی کے ذریعے). کیونکہ اورنگزیب اور شیرازی اکٹھا بزنس شروع کرنا چاہ رہے تھے۔

عنبر کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ دادا اور تایا کی اورنگزیب سے کیا دشمنی ہے اور صائمہ کو سارا فرق ہی اس بات سے پڑتا تھا۔ وہ دونوں ایک ماں، ایک باپ کی اولاد تھیں لیکن ایک دوسرے سے کتنا مختلف تھیں. علی عنبر کو بیٹھا دیکھ کر اس کے ساتھ آ بیٹھا. عنبر نے بھائی کو پیار سے ساتھ لگا لیا۔ اس نے زویا اور صائمہ کی طرح کبھی عنبر سے خار نہیں کھائی تھی۔ عنبر نے بھی کبھی کسی سے نفرت نہیں کی۔ وہ تو ملازمین سے بھی تمیز اور عزت سے بات کرتی تھی۔ وہ غلطی ہو جانے پر بھی کچھ نہیں کہتی تھی بس چپ ہو جاتی تھی جس سے سامنے والے کو خود بخود اپنی غلطی کا احساس ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے بھی جواب میں سب سے عزت ملتی تھی۔

وہ علی سے سکول کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھی کہ عربا بھاگتی ہوئی آئی اور آنسوؤں کے درمیان کہنے لگی کہ اس کی نانی کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔ بیمار تو وہ پہلے سے ہی تھی لیکن اب حالت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ ثوبیہ کو تو جہانگیر نے ضروری کام کہا تھا (مسز شیرازی کو اورنگزیب کی فیملی سے بد ظن کرنے کا) اور صوفیہ نے سنی ان سنی کر دی۔ مگر عنبر فوراً کھڑی ہو گئی۔

"کہاں ہے نانی؟" وہ بھی عربا کی نانی کو نانی ہی کہتی تھی۔

"اپنے کوارٹر میں۔" عنبر ساری کی ساری خوشبوؤں، رنگوں اور رونقوں کو کو پیچھے چھوڑتے ہوئے عربا کے ساتھ اس کی نانی کے کوارٹر میں چلی گئی۔ نانی کی حالت شدید خراب تھی۔ عنبر نے فون نکالا کہ دادا کو کال کرے تا کہ وہ نانی کے ہاسپٹل جانے کا انتظام کریں۔ اتنے مہمانوں میں پتا نہیں دادا اور تایا کہاں ہوں گے کیسے ڈھونڈوں گی؟ کال ہی کر لیتی ہوں. وہ ڈائل کرنے لگی تو نانی نے دونوں ہاتھ عنبر کے سامنے جوڑ دیئے۔ عنبر ششدر رہ گئی۔

"کیا مطلب؟" اسے کچھ سمجھ نہیں آیا.

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بی بی جی! میری بات سن لیں۔ میری آخری گھڑیاں ہیں. میری بات سن کر مجھے معاف کر دیں۔ مجھے آپ سے اکیلے میں کچھ کہنا ہے۔" عنبر حیران رہ گئی۔ عربا کی ماں عربا کو لے کر کوارٹر سے چلی گئی اور دروازہ بند کر دیا۔ عنبر تب تک خود کو کمپوز کر چکی تھی۔ قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی

"جلدی کہو جو کہنا ہے تا کہ دادا کو کال کر کے تمہیں ہاسپٹل لے جاؤں۔"

"مجھے اب جینے کی کوئی تمنا نہیں۔ تمنا بس یہی ہے کہ آپ میری بات سن کر مجھے اپنی اور اپنی ماں کی طرف سے معافی دے دیں۔ آپ کو آپ کی ماں کے بارے میں جو بتایا گیا سب غلط ہے۔" وہ چونکی.

"کیا مطلب؟ تائی کے بارے میں مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا اور منزہ آنٹی سے مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ جلدی جلدی بولی کیونکہ وہ نانی کو جلد از جلد ہاسپٹل پہنچانا چاہتی تھی۔

"میں ان کی بات نہیں کر رہی۔" عنبر نے اسے اچھنبے سے دیکھا۔

"پھر؟"

"میں آپ کی سگی ماں کی بات کر رہی ہوں۔ حسینہ بی بی کی۔" عنبر کے سر پہ آسمان آ گرا۔ کچھ سمجھ نہ آئی کہ نانی نے کیا کہا۔ نانی مسلسل بول رہی تھی "آپ کی ماں کا کوئی قصور نہیں تھا. آپ کے دادا نے سب غلط۔۔۔"

"خبردار!" عنبر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میرے دادا کا نام بھی لیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ دادا کچھ غلط نہیں کرتے۔ دادا سب صحیح کرتے ہیں۔" نانی ہلکا سا ہنسی. اس کے چہرے پر موت کی تکلیف تھی اور اس تکلیف میں وہ ہنسی تھی۔ نانی کے چہرے پر بہت عجیب سا تاثر تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

"جلدی کہو جو کہنا ہے تاکہ دادا کو کال کر کے تمہیں ہاسپٹل لے جاؤں۔"

"مجھے اب جینے کی کوئی تمنا نہیں۔ تمنا بس یہی ہے کہ آپ میری بات سن کر مجھے اپنی اور اپنی ماں کی طرف سے معافی دے دیں۔ آپ کو آپ کی ماں کے بارے میں جو بتایا گیا سب غلط ہے۔" وہ چونکی۔

"کیا مطلب؟ تائی کے بارے میں مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا اور منزہ آنٹی سے مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ جلدی جلدی بولی کیونکہ وہ نانی کو جلد از جلد ہاسپٹل پہنچانا چاہتی تھی۔

"میں ان کی بات نہیں کر رہی۔" عنبر نے اسے اچھنبے سے دیکھا۔

"پھر؟"

"میں آپ کی سگی ماں کی بات کر رہی ہوں۔ حسینہ بی بی کی۔" عنبر کے سر پہ آسمان آگرا۔ کچھ سمجھ نہ آئی کہ نانی نے کیا کہا۔ نانی مسلسل بول رہی تھی۔

"آپ کی ماں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ آپ کے دادا نے سب غلط۔۔۔"

"خبردار!" عنبر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میرے دادا کا نام بھی لیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ دادا کچھ غلط نہیں کرتے دادا سب صحیح کرتے ہیں." نانی ہلکا سا ہنسی۔ اس کے چہرے پر موت کی تکلیف تھی اور اس تکلیف میں وہ ہنسی تھی۔ نانی کے چہرے پر بہت عجیب سا تاثر تھا۔

"مجھے پتا تھا کہ آپ کو حقیقت سمجھانا سب سے مشکل کام ہو گا کیونکہ آپ سمجھدار ہونے کے ساتھ ساتھ جرأت منداور وفادار ہیں۔ ایسے شخص کی جب برین واشنگ کی جائے اور اس سے کام لیا جائے تو دنیاوی لحاظ سے آپ صرف جیتتے ہیں. ہار آپ کا مقدر نہیں ہوتی۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے. مجھے دادا نے قابو نہیں کیا ہوا اور ایک لفظ اور بولا تو میں خود تمہارا گلا دبا دوں گی۔" غصے کی انتہا تھی جب عنبر آپ سے تم پر آ گئی تھی۔ دادا کے بارے میں وہ ایسا سوچ سکتی تھی نہ ہی سن سکتی تھی۔

"مہربانی فرما کر بی جی! میری بات تو سن لیں۔"

"بالکل نہیں!" وہ کوارٹر سے نکلنے لگی۔

"مجھ پر رحم کریں عنبر بی بی!" عنبر رک گئی۔ وہ غصے میں تھی لیکن ظالم اور بے حس نہیں تھی جو اس التجا کے بعد بھی نہ رکتی۔

"مجھے معاف کر دیں میری بات سن لیں۔"

"صرف اس شرط پر کہ تم دادا کا نام نہیں لو گی۔"

"میں انہیں کچھ نہیں کہوں گی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کہو کیا کہنا ہے؟"

"بہت سال پہلے جب میں چھوٹی تھی تو عالم شاہ حویلی پر عالم شاہ کا راج تھا۔ آس پاس کے گاؤں کے لوگ بھی عالم شاہ کو بڑا اور منصف مانتے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے مسئلے اور مقدمے میں عالم شاہ کو ثالث بنایا جاتا تھا۔ وہ اللہ سے ڈرتے تھے، قرآن اور سنت کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ ان کے دور میں ہر طرف امن تھا۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ دو بازو! ان کے پاس طاقت، عزت، دولت، شہرت، سب تھا۔ وہ دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر باہر نکلتے تو دنیا رشک کرتی نگاہوں سے دیکھتی لیکن افسوس کہ عالم شاہ کی اچھائیاں صرف

مظہر نے لیں، اظہر نے کچھ نہ سیکھا۔ عالم شاہ نے مرنے سے پہلے اپنا علاقہ آدھا آدھا دونوں بیٹوں میں بانٹ دیا۔ اظہر اور مظہر دونوں دوسرے ممالک سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آئے تھے۔ انسان کے اندر اخلاق اور اللہ تعالیٰ کا ڈر نہ ہو تو وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی زندگیوں کو بھی برباد کر دیا کرتا ہے۔ عالم شاہ کی موت کے بعد اظہر کے زمین اور مال کے لالچ نے دونوں بھائیوں میں جھگڑے کروائے۔ اظہر کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی جبکہ مظہر کی دو بیٹیاں ایک بیٹا تھا۔ اظہر کے بڑے بیٹے جہانگیر نے مشکل سے ایف۔اے کیا اور باپ کے کاروبار کو بڑھانے کے لئے چچا (مظہر) کی طرح لاہور شہر میں فیکٹری لگائی۔ دوسرے بیٹے اورنگزیب کو پڑھنے کا شوق امریکہ لے گیا۔ اورنگزیب کی خاندان کے جھگڑوں اور زمینی معاملات میں دلچسپی صفر تھی۔ سب ایسا ہی رہتا اگر حسینہ اپنی پڑھائی کے شوق میں اسکالرشپ پر اسی یونیورسٹی میں نہ جاتی جہاں اورنگزیب پڑھ رہا تھا۔" نانی بول بول کر ہانپ گئی۔

اس نے اٹھ کر پانی پینا چاہا تو عنبر نے اسے پانی پلا دیا۔ یہ کہانی دلچسپ تھی اور پہلے کبھی سنی بھی نہیں تھی اس لیے عنبر نانی کو بولنے سے روک نہ سکی. یوں لگ رہا تھا کہ نانی آج وہ سب کہہ رہی ہے جو برسوں سے دل میں چھپا رکھا تھا۔ نانی پانی پی کر کہنے لگی۔

"مظہر نے ہمیشہ بیوی اور بیٹی کی رائے اور تمنا کو اہمیت دی جبکہ عالم شاہ حویلی جس میں اب اظہر رہتے تھے، وہاں عورت کی رائے، تمنا اور وجود کی کوئی اہمیت نہیں تھی. یہی وجہ تھی کہ حسینہ کو ملک سے باہر جا کر پڑھنے کی اجازت مل گئی بلکہ اس کے لیے راہ ہموار کی گئی اور حفاظت کا انتظام کیا گیا۔ اور نگزیب کے باپ اور چچا کی بول چال بند تھی اس لیے وہ لوگ چچا کی فیملی سے نہیں ملتے تھے لیکن یونیورسٹی میں جب اس ذہین اور خوبصورت پاکستانی لڑکی کی شہرت پھیلنے لگی تو اورنگزیب بات کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ملاقاتیں بڑھیں تو حسینہ بھی اسے پسند کرنے لگی۔ دونوں خاندانوں کی مخالفت کے باوجود اورنگزیب نے حسینہ سے شادی

کرلی۔ اورنگزیب کی ماں نے ضد باندھ لی کہ ایک بیوی تمہاری پسند کی اور دوسری میری پسند کی. دیگر مواقع کی طرح اورنگزیب یہاں بھی ہار گیااور ماں کے کہنے پر دوماہ کی صائمہ کے ہوتے ہوئے بھی منزہ سے شادی کرلی۔ حسینہ کا غم سے براحال تھا۔ اورنگزیب اس کے لیے صرف ایک ہی دفعہ لڑا تھااور جیت بھی گیا تھالیکن اس کے بعد حسینہ کے لیے سٹینڈ لینا تو دور کی بات کبھی اس کی تائید بھی نہیں کی تھی۔ حسینہ کا دل ٹوٹ گیاوہ اورنگزیب کو اتنا کمزور مرد نہیں سمجھتی تھی۔ اورنگزیب کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ وہ حسینہ کے لیے کچھ نہ کرسکااس لیے وہ منزہ سے شادی کے بعد منزہ کو اگنور کرتا اور حسینہ کو توجہ دیتا لیکن اس کی اس توجہ کا حسینہ کو کوئی فائدہ نہیں تھا۔

جب سب مل کر سب کے سامنے حسینہ کی بے عزتی کرتے تو اورنگزیب بالکل خاموش رہتا۔ حسینہ کی راتیں روتے ہوئے گزرتیں مگر وہ مظہر عالم شاہ کی بیٹی تھی۔ ناانصافی برداشت نہ کرسکی۔ اس نے اورنگزیب سے کہا کہ منزہ بھی اس کی توجہ کی اتنی ہی حقدار ہے جتنی کہ وہ خود تھی۔ منزہ اس بات پر حسینہ کی بہت احسان مند تھی لیکن دونوں پر زندگی کی خوشیاں اور سکون اتنا تنگ تھا کہ وہ ایک دوسرے کا کھلم کھلا ساتھ بھی نہیں دے سکتی تھیں۔ پھر آپ پیدا ہوئیں بی بی جی! اور آپ کے بعد زویا۔ ویسے تو زاریا بھی آپ سے ایک مہینہ بڑی ہے لیکن حویلی کی ساری بچیوں میں سے آپ خوبصورت تھیں۔ حسینہ کی خوبصورتی جب عنبر کے معصوم اور بھولے بھالے روپ میں مجسم ہو کر سامنے آئی تو اورنگزیب کی ساری کی ساری توجہ عنبر کی طرف ہوگئی۔ یہاں سے منزہ کے دل میں میل آیا۔ جب اورنگزیب زویا پر آپ کو ترجیح دیتے تو منزہ کا حسد سے براحال ہو جاتا۔ آپ کی وجہ سے حسینہ کو بھی توجہ ملتی اور حویلی کی باقی بہوؤں کی نسبت حسینہ کی پوزیشن مضبوط ہونے لگی۔ اس سے جہانگیر اور اظہر کو تشویش ہوئی۔ وہ حویلی کا سارا نظام حسینہ کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتے تھے. بڑی بی بی جی (عنبر کی دادی) نے مجھے کہا کہ میں اورنگزیب

کے دل میں نفرت اور بدگمانی کا بیج بو دوں۔ کام لمبا اور خطرناک تھا مگر میں اس کام میں لگ گئی۔ میں نے آپ کے باپ کو آپ کی ماں کے بارے میں بدگمان کیا. میں نے حسینہ بی بی پر بہتان لگائے. شروع میں اورنگزیب نے مجھے جھڑک دیا لیکن پھر ان کو شک ہو گیا۔ انہوں نے مجھے حسینہ بی بی کی جاسوسی پر لگایا اور یہی میں اور بڑی بی بی چاہتے تھے میں نے اورنگزیب کو جھوٹ بول دیا۔ حسینہ بی بی کے کردار پر الزام لگایا۔ ملیحہ دو ماہ کی تھی جب ایک دن اورنگزیب اور حسینہ کی بحث اتنی بڑھی کہ بات کمرے سے باہر اور پھر بڑے صاحب (اظہر عالم شاہ) کی سٹڈی تک پہنچ گئی (جہاں اہم فیصلے ہوتے تھے). وہاں بحث ہوئی اور اورنگزیب نے حسینہ پر بدکرداری کا الزام لگایا تو حسینہ جو ڈیڑھ سال سے یہ سب سہہ کر تھک چکی تھی غصہ سے چیخ پڑی اور اورنگزیب کو جھوٹا کہا تو اورنگزیب نے وہیں کھڑے کھڑے انہیں طلاق دے دی اور وہاں سے چلے گئے۔ سب میرا قصور ہے بی بی جی! سب میرا قصور ہے!" نانی دائیں بائیں سر پٹختے ہوئے کہہ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ عنبر کی دنیا تھم گئی۔

اسے تو ہمیشہ یہ بتایا گیا تھا کہ اس کی ماں نے اس کے باپ کو چھوڑا لیکن یہاں تو؟ سچ تو کچھ اور ہی تھا۔ یہ سب سچ تھا بھی یا نہیں؟ سچ کیا تھا؟ نانی سانس لے کر پھر بولنے لگی۔ عنبر کا سر گھوم رہا تھا۔ وہ نانی کو کہنا چاہتی تھی کہ خاموش ہو جاؤ لیکن کہہ نہ سکی شاید اندر کہیں وہ نانی کی کہانی سننا چاہتی تھی۔

"اورنگزیب کے جانے کے بعد اظہر اور ان کی بیوی نے تینوں بچیاں حسینہ سے چھین لیں اور دھکے دے کر عالم شاہ حویلی سے نکال دیا۔ حسینہ سڑک پر آ گئی۔ حسینہ کے احسانات کے باجھ تلے دبی منزہ نے جب حسینہ کے حق میں آواز اٹھانی چاہی تو اسے اس کی بیٹی سمیت سٹور میں بند کر دیا گیا۔ حسینہ ماسی رشیدہ کے ساتھ گرتی پڑتی اپنے باپ اور بھائی کے گاؤں گئی۔ آپ کے نانا کا دل حسینہ کے اورنگزیب سے من پسند شادی کے فیصلے سے دکھا ہوا تھا لیکن وہ ان کی بیٹی تھی وہ لاکھ ناراض سہی اسے اس حالت میں نہیں دیکھ سکتے تھے

انہیں غصہ آ گیا۔ اس غصے کا اورنگزیب اور اظہر پر کوئی اثر نہیں ہوا اثر ہوا تو صرف ان کی اپنی صحت پر اور وہ جلد ہی فوت ہو گئے۔ آپ کے ماموں نے بہت کوششیں کیں اپنی بہن کی اولاد واپس لینے کی اظہر نے کہا اپنی ساری جائیداد میرے اور جہانگیر کے نام کر دو بچیاں مل جائیں گی۔ آپ کے ماموں نے یہ بھی کیا لیکن اظہر نے چالاکی سے کاغذات بدلوا لیے اور بچیاں اپنے پاس ہی رکھیں۔ مجبوراً لٹے پٹے آپ کے ماموں گاؤں چھوڑ کر چلے گئے۔

منزہ اس سب کے بعد اورنگزیب کو لے کر اسلام آباد شفٹ ہو گئیں۔ اور نگزیب کو بہت دیر سے اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ادھر حسینہ صرف اپنی جان کے ٹکڑوں کے لیے تڑپ رہی تھی۔ آپ کی نانی ایک دن چھپ کر ماسی رشیدہ کی مدد سے ملیحہ بی بی کو لے جانے میں کامیاب ہو گئیں۔ اظہر کو معلوم ہوا تو ملازمین کی شامت کے ساتھ ساتھ راستے ہی سے بچی کو اغواء کرنے کا حکم ہوا۔ نانی نے ملیحہ کو ظالموں کے چنگل سے بچانے کے لیے دور پرے کے رشتے دار کے حوالے کر دیا وہ لوگ اسے لے کر ناران چلے گئے اور اظہر کو اس کا سراغ نہ مل سکا۔" عنبر کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ رو رہی ہے۔ نانی کے پاس اس کہانی کا کوئی ثبوت نہیں تھا جب نانی نے بات شروع کی تھی تو وہ جھوٹ لگ رہی تھی مگر اب بات مکمل ہونے پر نجانے کیوں صرف اور صرف اسے ہی سچ ماننے کو دل کر رہا تھا. عنبر یہ سب سہہ نہ سکی۔ وہ روتے ہوئے، فراک سنبھالتی، بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کتنی دیر روتی رہی، لتنے گھنٹے، اسے احساس نہ ہوا. اور جب ہوش آیا تو ایک ہی بات ذہن میں آئی کہ یہ سب دادا کو بتاتی ہوں۔ نانی جھوٹ بول رہی ہو گی۔ دادا نے کہا تھا میری ماں مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ دادا کو اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ دادا کے کمرے کی طرف بھاگی۔ سب مہمان جا چکے

تھے۔ حویلی ویران تھی وہ دادا کے کمرے کا دروازہ کھولنے ہی لگی تھی کہ اسے اندر سے باپ کی دھاڑ سنائی دی۔

"کیا گناہ تھا میرا؟ صرف اتنا کہ میں نے حسینہ کو دل سے چاہا تھا؟ تو میرا گناہ تھا ناں یہ۔ آپ نے اس کی سزا حسینہ کو کیوں دی؟"

"زہر کی پڑیا تھی وہ۔" اظہر کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔ عنبر نے اظہر کا یہ لہجہ کبھی نہیں سنا تھا۔ اسے یقین نہیں آیا وہ اس کی ماں کے بارے میں ایسی بات کر رہے ہیں؟ ماں جس کے قدموں تلے جنت ہے۔

"نفرت تھی مجھے اس سے، مظہر سے، مظہر کی اولاد تھی وہ۔ جینا حرام کیا ہوا تھا ان دونوں نے میرا۔ تمہیں چاہت کے لیے وہی ملی تھی؟" اظہر ہوش کھو کر مغلظات اگل رہے تھے یہ جانے بغیر کے دروازے کے باہر ان کا سب کچھ خاک ہو رہا تھا۔ عنبر کی ٹانگوں میں جان نہ رہی۔ وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ اندر کیا مزید بحث ہوئی اسے کچھ سمجھ نہ آیا اسے حویلی سے ڈر لگنے لگا۔ یہاں ہی کہیں اس کی ماں کا سب کچھ ختم ہوا ہو گا۔

زندگی، چاہت، محبت، سانسیں، سب ختم! عنبر زندگی میں پہلی بار خود کو غیر محفوظ محسوس کرنے لگی۔ دادا نے ہمیشہ یہ کہا کہ وہ دادا کہ پاس ہے تو محفوظ ہے مگر اظہر تو اپنی اولاد ہی کی حفاظت نہ کر سکے۔ جہانگیر کے مقابلے میں اورنگزیب سے ناانصافی کی، اورنگزیب کا گھر برباد کیا۔ جس شخص نے اولاد ہی میں انصاف قائم نہ کیا وہ اولاد کی اولاد کی کیا بہتری چاہے گا؟ اسے اورنگزیب سے بھی کوئی امید نہیں تھی۔ اس کا باپ اس کی ماں کی حفاظت نہ کر سکا وہ اب عنبر کا کیا ساتھ دے گا؟ اس کا دل چاہا وہ وہاں سے بھاگ جائے۔ وہ

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عالم شاہ حویلی سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور دروازے کی طرف بڑھی مگر رک گئی۔ وہ کہاں جائے؟ منزل کیا ہو؟ اور تب عنبر اورنگزیب اظہر عالم شاہ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ماں کی گود ہو اور وہ اس میں چھپ کر ڈھیر سارا روئے۔

دل کی ہر بات، ہر خوشی، ہر غم بتائے۔ جو کچھ دل میں تھا سب ماں سے کہہ دے۔ جیسے جیسے سوچتی گئی یہ خواہش زور پکڑتی گئی۔ بدگمانی کے داغ دھل گئے تھے۔ وہ اب اپنی ماں کو دیکھنا چاہتی تھی لیکن ماں کہاں ہے؟ اسے یاد آیا نانی نے کہا تھا کہ وہ اپنے باپ اور بھائی کے گاؤں گئی تھی۔ عنبر ایک بار پھر کوارٹرز کی طرف بھاگی۔ نانی کی بیٹی پاس تھی۔ عنبر نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور نانی سے پوچھ۔

"میری ماں کہاں ہے؟"

"معاف کرنا بی بی جی! میں نہیں جانتی۔" عنبر انتہائی مایوس ہو گئی۔ وہ جانے لگی تو نانی بولی۔

"مجھے بس آپ کے نانا اور ماموں کا نام یاد ہے اور کچھ یاد نہیں آرہا۔"

"جلدی بتاؤ نانی! کیا نام ہے؟"

"نام سے کونسا آپ انہیں ڈھونڈ لیں گی؟"

"کبھی اگر زندگی میں سامنا ہوا تو کم از کم پہچان تو لوں گی۔" اس کی آواز پھر سے بھیگنے لگی.

"آپ کے نانا مظہر عالم شاہ تھے اور ان کا ایک ہی بیٹا تھا۔ سکندر، سکندر مظہر عالم شاہ۔ آپ کی نانی فوت ہو گئی ہوئی ہیں اور خالہ ملک سے باہر ہیں۔"

"کونسے ملک میں ہیں؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں جانتی عنبر بی بی! آپ بس اب مجھے معاف کر دیں۔" نانی نے ہاتھ جوڑے۔

"میں نے معاف کیا۔" عنبر نے اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ نانی نے آخری ہچکی لی اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔ اگلے چار دن حویلی کے مکین یہ سمجھتے رہے کہ عنبر نے اپنی آنکھوں سے پہلی بار کسی کو مرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے روئے جا رہی ہے لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ عنبر اعتبار پہ لگی چوٹ نہیں سہہ پا رہی۔ وہ لوگ اتنے سالوں سے اسے جو دکھا رہے تھے، وہ دیکھ رہی تھی، جو سنا رہے تھے، وہ سن رہی تھی اور یقین بھی کر رہی تھی۔ دادا نے اسے بچپن میں گھڑ سواری سکھائی۔ دس سال کی ہوئی تو تیر اندازی، نیزہ بازی، نشانہ لگانا اور بندوق چلانا سکھایا۔ وہ سب دادا کی مرضی کے مطابق کرتی گئی۔ وہ سمجھتی تھی کہ وہ حویلی کی باقی لڑکیوں سے الگ تھی۔ آج اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ تو عام لڑکی ہی تھی۔ اسے الگ بنایا گیا تھا۔ عنبر نے خود کو کمپوز کر لیا. وہ دوسروں کی غلطیوں سے سیکھتی تھی۔ اس کے ماں باپ نے اظہر سے اعلانیہ جنگ کی اور سب کچھ ہار بیٹھے تھے۔ عنبر کو ایسا نہیں کرنا تھا۔

وہ دادا کے قریب ہونے لگی۔ دادا کا خیال رکھنے لگی۔ خود پر جبر کرنا پڑا۔ کبھی کبھی دادا کو دیکھ کر شدید غصہ آتا دل چاہتا ان کا گلا ہی دبا دے۔ نجانے میری ماں کس حال میں ہو گی؟ کبھی دادا پہ رونا آتا کہ انھیں یہ سب کر کے کیا ملا؟ پھر ایک دن اس نے انگلینڈ سے بی بی اے کرنے کی فرمائش کی۔ دادا نے تھوڑی پس و پیش کے بعد اجازت دے دی۔ اس نے اپنی بہن صائمہ کو کچھ نہیں بتایا کیونکہ وہ بھی اورنگزیب کی طرح جذباتی تھی اور پھر جلد ہی عنبر اس ظلم و ستم کے گڑھ، جسے لوگ عالم شاہ حویلی کہتے تھے، سے دور چلی گئی۔ انگلینڈ جا کر اس نے بہت سوچا بہت غور کیا، کچھ گولز سیٹ کیے اور واپس آ گئی۔

★☆☆☆☆☆★

سکندر بہروز کی سمیہ سے شادی پر تومان گئے لیکن رشتہ پیش کرنے میں پہل شیر ازی کو کرنی پڑی۔ ان کے رشتہ دینے پر سکندر نے رشتہ قبول کیا اور بہروز اور سمیہ کی دھوم دھام سے منگنی کر دی۔ اب سب بزنس پارٹیز اور ہر جگہ شیر ازی سکندر کے پیچھے پیچھے نظر آتے تھے۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر ساری رات ڈسٹرب رہی ناشتے کے بعد سوگئی سہ پہر میں اٹھی اور فریش ہو کر دادا سے ملنے گئی تو وہ کہنے لگے کہ وہ، عنبر، کامران اور جہانگیر اپنی زمینوں کا چکر لگا کر آتے ہیں. وہ حویلی سے نکل رہے تھے کہ زویا بھاگتی ہوئی عنبر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اس نے بھی جانا ہے۔ عنبر نے کہا آجاؤ اور اسے بھی گاڑی میں سوار کروالیا۔ وہاں جاکر زویا حیران ہوتی رہی دادا نے عنبر سے نشانہ بازی کی فرمائش کر دی۔

"میں وہ سب کچھ کامران کو سکھا چکا ہوں جو تمہیں سکھایا تھا اب میں دیکھنا چاہتا ہوں تمہیں وہ سب یاد بھی ہے یا نہیں. چلو شاباش کوئی نشانہ نہیں چوکنا چاہیے۔" اظہر بولے عنبر نے بندوق تھام لی اور پے در پے فائر کیے بندوق خالی کر دی۔ جتنی گولیاں تھیں اتنے پرندے نیچے آگرے وہ کچھ نہیں بھولی تھی اظہر بہت حیران اور جزبز ہو گئے جہانگیر سے یہ برداشت نہ ہوا سو وہ دور جاتی زویا کو ڈانٹنے لگے اور واپس چلنے کا کہنے لگے۔

وہ واپس آرہے تھے کہ عنبر سوچنے لگی کہ دادا نہیں جانتے کہ میں سب جان گئی ہوں اس لیے میرے ساتھ نارمل رہیں گے لیکن اگر انھیں ذرا سا بھی شک ہو گیا تو وہ میرا حال بھی مما جیسا کریں گے وہ تو اپنی اولاد ہی کے ہمدرد نہیں ہیں میرے کیا ہوں گے؟ عنبر نے تلخی سے سوچا۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر جب سے عالم شاہ حویلی آئی تھی وہاں کی لڑکیوں (سوائے صائمہ اور زاریا کے) کا ایک ہی موضوعِ گفتگو تھا۔ 'عنبر'. وہ کیسے اٹھتی ہے، کیسے بیٹھتی ہے، کیسے چلتی ہے، کیسے کھاتی ہے، دادا اس کی بات غور سے سنتے ہیں، وہ بولتی ایسے ہے۔۔۔

عنبر نے ایک دو دفعہ صائمہ سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے وہاں سے چلی جاتی بس ایک چیز نے حیران کیا تھا عنبر کو زویا حویلی آکر عنبر کے آگے پیچھے پھرنے لگی تھی۔

اس دن عنبر سو کر اٹھی اور فریش ہو کر آئی تو اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

"کم اِن۔" عنبر نے کہا تو زویا اندر آگئی۔

"گڈ مارننگ۔" زویا نے مسکرا کر کہا تو عنبر نے حیران ہوتے ہوئے

"مارننگ۔" کہا کیونکہ زویا مسکرا رہی تھی لیکن یہ حیرانی زویا کا اگلا جملہ سنتے ہی ختم ہو گئی۔

"وہ تم سے ایک فیور چاہیے تھی میں، علی اور عائمہ، گاؤں گھومنا چاہتے ہیں تو تم اپنے دادا سے بات کرو کہ وہ ہمیں جانے دیں ہم بات کریں گے تو تمہارے دادا کی سو کالڈ غیرت جاگ اٹھے گی۔" آخری جملہ کہتے ہوئے آنکھیں گھمائیں.

"وہ تمہارے بھی دادا ہیں۔" عنبر نے اسے شرم دلانے کی کوشش کی۔

"اوہ یس ہمارے دادا کی سو کالڈ غیرت۔" عنبر کو ہنسی آگئی اور دادا کے لیے افسوس بھی ہوا. زویا ٹھیک ہی کہہ رہی تھی سو کالڈ غیرت کیونکہ مرد کی غیرت اور بہادری نہ رونے میں نہیں بلکہ اپنی وجہ سے کسی کو نہ رلانے میں ہے اور اظہر نہ جانے کتنوں کو رلا چکے تھے۔

"اوکے کہہ دوں گی۔"وہ مان گئ۔

" تھینکس آپیچ۔"زویا مسکراتے ہوئے چلی گئ۔

★☆☆☆☆☆★

اظہر نے نہ چاہتے ہوئے بھی اجازت دے دی وہ خود بھی جلدی میں تھے۔انہوں نے عنبر کو فیکٹری کا وزٹ کروانا تھا۔عنبر دادا کی فیکٹری میں کام نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اس نے سوچا تجربہ ہی ہے نا جہاں سے ملتا ہے لے لو۔وزٹ کے دوران عنبر کو بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔اس کے بعد ڈائریکٹرز کی میٹنگ تھی دادا اسے میٹنگ میں شامل نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن اس نے کہا۔

"میں کہاں بیٹھوں گی دادا؟"

"میرے آفس میں میری گڑیا۔۔میری بچی۔"

"اکیلے؟نہیں دادا پلیز مجھ سے نہیں ہو گا پلیز مجھے اپنے ساتھ ہی رکھیں۔"وقت نے اس کے اندر مختلف اوقات میں توڑ پھوڑ کی تھی مگر اس کے معصوم چہرے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔دادا کو ترس آگیا اور وہ اسے ساتھ ہی لے گئے۔میٹنگ کا خلاصہ یہ تھا کہ اظہر اینڈ جہانگیر کمپنی کے سب سے بڑے کاروباری حریف سکندر ایک نیا پلان لانچ کر رہے تھے جو ان کی ترقی میں مزید اضافہ کرے گا تو ان کی سیلز اور پاپولیریٹی میں کمی کیسے لائی جائے۔عنبر کو اس وزٹ کے دوران بہت سی خامیاں نظر آئیں کچھ مینجمنٹ میں،کچھ کام میں،سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ بجائے اس کے کہ آپ اپنی کامیابی کے فارمولے ڈھونڈیں،آپ دوسروں کو ناکام کرنے پر محنت کر رہے ہیں۔وہ چپ چاپ سب نوٹ کرتی گئ۔

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی کے مکین دو دن سے اورنگزیب کو برداشت کر رہے تھے اور نگزیب اس بات سے آگاہ تھے اس لیے جب اظہر فیکٹری کے وزٹ سے واپس آکر شام کی چائے پینے بیٹھے تو اورنگزیب اور منزہ وہاں پہلے سے موجود تھے لیکن باقی سب کی طرح تعزیماً کھڑے نہیں ہوئے تھے۔ عنبر تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی سیڑھیوں کے وسط میں پہنچی تو لاؤنج سے آتی اورنگزیب کی آواز پر قدم تھم گئے۔ وہ جس جگہ تھی، وہاں سے سب کو دیکھ سکتی تھی لیکن اسے صرف اظہر اور اورنگزیب سر اٹھانے پر دیکھ سکتے تھے۔

اورنگزیب کہہ رہے تھے۔

"ابا مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" جہانگیر نے جتاتی نظروں سے دیکھا۔ وہ اندازہ ظاہر کر چکے تھے کہ اورنگزیب جائیداد کے لیے واپس آیا ہے۔ اظہر نے ایک نظر جہانگیر کو دیکھا اور نظریں دوبارہ اورنگزیب پر جمالیں جس طرح وہ ان کے آنے پر کھڑا نہیں ہوا تھا وہ اسے آگے بولنے کو نہیں کہیں گے سب طے تھا جیسے کو تیسا۔ اورنگزیب نے نظروں کا یہ تبادلہ دیکھا اور پھر نپے تلے انداز میں گویا ہوئے۔

"میں صرف اس لیے یہاں آیا ہوں کہ آپ میری بڑی بیٹی کا کچھ سوچیں۔" سیڑھیوں کی طرف آتی صائمہ رک گئی. چہرہ دھواں دھواں ہو گیا. یہ کیا بات ہو رہی تھی؟ اسے وہاں سے صرف عنبر نظر آرہی تھی لیکن آوازیں سب کی سنائی دے رہی تھیں.

"صائمہ کا؟" صوفیہ چونک کر بولیں۔

"تمہیں یاد آگیا کہ صائمہ تمہاری بیٹی ہے؟" اورنگزیب نے نظر انداز کیا اور اظہر سے کہا۔

"میں چاہتا ہوں ابا کہ آپ صائمہ کی شادی کامران سے کر دیں۔" چائے پیتے کامران کو اچھو لگا۔ اظہر نے گھور کر اورنگزیب کو دیکھا اور اورنگزیب نے جواباً آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور کہا۔

"ورنہ۔۔۔" اور خاموش ہو گئے۔ سیڑھیوں کے وسط میں کھڑی عنبر کو بے چینی ہوئی صوفیہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اورنگزیب کو دیکھا۔ ثوبیہ نے اورنگزیب کے دھمکی کے انداز کو نظر انداز کیا۔ کامران رومال سے منہ صاف کر رہا تھا اوپر کھڑی صائمہ کا دل خوف اور غصے سے لرز رہا تھا کبھی ایک کیفیت زیادہ ہوتی کبھی دوسری۔ اظہر نے دوبارہ اورنگزیب کو گھورا۔ یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ ان کی اولاد انھیں دھمکا نے کھڑی ہوئی تھی مگر جہانگیر نے پورا رخ اورنگزیب کی طرف موڑ لیا۔

"ورنہ؟" اچھنبا تھا۔

"ورنہ کیا؟" اب غصہ تھا۔

"ورنہ کیا کرو گے تم؟" طیش تھا۔

"ورنہ یہ کہ میری جائیداد میرے بچوں میں تقسیم کر دی جائے۔" عنبر نے اوہ کہہ کر سر جھٹکا۔ اورنگزیب آج بھی ویسے ہی تھے پہلے کی طرح بیوقوف انہوں نے اولاد کی زندگی کے فیصلے اپنی مرضی کے مطابق کرنے کے مطالبے کی بجائے دولت کا مطالبہ کیا انھیں اولاد کی خوشیاں مانگنی چاہیے تھیں دولت خوشی نہیں ہوتی، پیسہ خوشی نہیں دیتا خوشیاں خریدی نہیں جاسکتیں۔

جہانگیر کو اس مطالبے پر غصہ آیا تھا جبکہ اظہر پرسکون ہو گئے تھے وہ پیچھے ہو کر بیٹھ گئے اور نظریں اورنگزیب پر جمالیں۔

"تمہارا باپ ہوں میں تمہاری اولاد میری اولاد کی اولاد ہے مجھے اپنی ذمہ داریوں کا پتا ہے تمہیں کیا لگا میں نے اس بارے میں کبھی سوچا نہیں ہو گا؟" ثوبیہ چونکی عنبر نے پریشان ہو کر دادا کو دیکھا ان کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جو اسے چونکا رہا تھا۔ اورنگزیب نے ناسمجھی سے اظہر کو دیکھا اظہر بولے۔

"بہت سوچا ہے میں نے اس بارے میں لیکن میرا خیال ہے کہ کامران کا جوڑ عنبر کے ساتھ بنتا ہے۔" سر کا اشارہ سیڑھیوں کی طرف کیا سب نے گھوم کر عنبر کو دیکھا ثوبیہ نے دل تھام لیا جہانگیر جزبز ہو گئے اور نگزیب نے ایک ڈرتی نگاہ عنبر پر ڈالی۔ وہ ایسا نہیں چاہتے تھے سب الٹ ہو رہا تھا۔ اظہران کے اندر کی حالت جانچ کر خوش ہو رہے تھے (بڑا آیا مجھے دھمکانے والا)۔ کامران کو پھر اچھو لگ چکا تھا۔ صائمہ نے عنبر کو دیکھا زندگی میں پہلی بار اسے عنبر اچھی لگی تھی، بہت اچھی لگی تھی جی چاہا اسے گلے لگا لے مگر اسی وقت میسج ٹون بجی فون کھولا تو دشمنِ جان کی تصویر والپیپر پہ لگی تھی میسج بھی اسی کا تھا۔

"آج رات ساڑھے گیارہ بجے کال ضرور کرنا پلیز۔" صائمہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی نامحرم سے بات کرنے کا نشہ. ل یو نو۔۔۔ اور عنبر، اس کی ساری دنیا ساکت ہو گئی۔ کامران سے شادی؟ ساری زندگی کی قید وہ یہیں رہے گی؟ گھٹ گھٹ کر جینا کیا اس کی ماں کی طرح اس کی قسمت میں بھی لکھ دیا گیا ہے؟ وہ باپ کو دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں کہہ رہی تھی مجھے بچا لیں پلیز وہ اسے نہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ دادا سے کہہ رہے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں صائمہ ہی کی شادی کامران سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے کہا ناں ان کا کوئی جوڑ نہیں ہے کامران کی شادی عنبر ہی سے ہونی چاہیے۔"

"دونوں میں بہت فرق ہے ابا عنبر تو۔۔۔" مگر اظہران کی بات کاٹ کر بولے۔

"کیا فرق ہے؟ دونوں نے BBA کیا ہے وہ میرا پوتا ہے اور وہ میری پوتی کیا فرق ہے؟" عنبر نے قدم قدم سیڑھیاں اترنی شروع کیں اور بولی۔

"فرق ہے۔" سب چونک کر اسے دیکھنے لگے اس نے سوچ لیا تھا اب نہیں تو کبھی نہیں۔ کیا ہوا جو اس کا باپ کمزور تھا کیا ہوا جو اس کے پاس جان چھڑکنے والی ماں نہیں تھی کیا ہوا جو ہر مشکل میں ساتھ کھڑے ہونے والا بھائی نہیں تھا۔

"اللہ کسی نفس پر اس کی وسعت (طاقت) سے زیادہ ذمہ داری (بوجھ) نہیں ڈالتا۔" (سورۃ البقرہ)

اگر اس کے ساتھ کوئی طاقتور نہیں تھا تو طاقت اس کے اپنے اندر تھی کیونکہ اللہ کی بات غلط نہیں ہو سکتی اسے سچ کے ذریعے اپنی حفاظت کرنی تھی۔ اس نے قدم قدم چلتے بولنا شروع کیا۔

"فرق یہ ہے کہ وہ شادی شدہ ہے اور میں غیر شادی شدہ ہوں۔" جہانگیر، ثوبیہ اور کامران کا رنگ اڑ گیا ابھی ابھی علی، زاریا، واجد اور عائمہ آکر کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی باقی سب کی طرح حیرت کا بت بن گئے ایسی بے تکی بات صرف اظہر تھے جنہیں ہنسی آگئی۔

"بیٹے گڑیا۔۔۔ وہ شادی شدہ کیسے ہو گیا؟ آپ کی اور اس کی شادی کی بات ہو رہی ہے۔"

"آپ نے فرق پوچھا ہے تو بتا رہی ہوں فرق یہ ہے کہ وہ شادی شدہ ہے۔" وہ تحمل سے بولی وہ مضبوطی اور سنجیدگی کے ساتھ کھڑی تھی۔ اظہر کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟" انھوں نے پوچھا۔

"مطلب یہ ہے کہ دو ماہ پہلے، کامران اپنی کلاس فیلو اور Love of the Life نادیہ سے شادی کر چکا ہے اور وہ لاہور والے فلیٹ میں رہ رہی ہے۔"

"کیا بکواس ہے یہ؟" اظہر چلائے۔

"بکواس نہیں، حقیقت ہے یہ۔" عنبر نے جواب دیا اور نگزیب ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر پیچھے کو ہو کر بیٹھ گئے۔

"اور۔۔۔" اورنگزیب نے اتنا کہا تو اظہر پورے کے پورے گھوم گئے اس کی طرف ناک پھولی ہوئی، مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔

"حقیقت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے سچ کڑوا ہوتا ہے ابا۔" اورنگزیب نے کہا اظہر جہانگیر کی طرف مڑے۔

"یہ عنبر کیا کہہ رہی ہے جہانگیر؟" جہانگیر خاموش تھے۔ کامران اٹھا اور باہر نکل گیا. عنبر نے زیرِ لب کہا۔

"بزدل مرد۔" بجائے اس کے کہ وہ خود کو، اپنی بیوی کو، اپنی شادی کو ڈیفینڈ کرتا وہ منہ چھپا کر نکل گیا اپنی حفاظت وہ کر چکی تھی سو واپس مڑ گئی۔

"یہ کیا کہہ کر گئی ہے جہانگیر؟"

"اب۔۔۔ اب۔۔۔ ابا وہ۔۔۔ میں۔۔۔ میں اپ کو بتانے ہی والا۔۔۔ تھا کہ۔۔۔" جہانگیر ہکلا رہے تھے۔

"ابا آج کل کے بچے کہاں سنتے ہیں؟ میں نے روکا، سمجھانے کی کوشش بھی۔۔۔" مگر اظہر نے ہاتھ اٹھا کر ثوبیہ کو خاموش کروا دیا۔

"مجھے تم سے جواب چاہیے جہانگیر مجھے تو بڑا کہتے تھے اورنگزیب کے بارے میں فیصلہ مجھے بتائے بغیر نہ کیجئے گا اپنے بیٹے کی شادی کا بتانے کا ارادہ تھا یا نہیں؟"

"ابا بس وہ۔۔۔" مگر اظہر اس کی بات سنے بغیر ہی اپنے کمرے میں چلے گئے۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر اوپر آئی تو صائمہ اس کے گلے لگ گئی۔

"واہ میری چیتی کیا کام دکھایا شاباش بہت اچھا کیا بول گئی دل خوش کر دیا۔" عنبر مسکرائی اور بولی۔

"کسی کو پسند کرتی ہو؟" صائمہ کا رنگ اڑ گیا۔

"کیا؟ ہاں؟ نہیں تو۔۔۔" وہ گڑبڑا گئی تھی.

"اگر کوئی ہے تو اس سے کہو رشتہ لے کر آئے اور اگر انکار کرتا ہے تو چھوڑ دو اسے نا محرم سے دوستیاں رکھنے کے بڑے نقصانات ہوتے ہیں۔" صائمہ تب تک خود کو سنبھال چکی تھی۔

"اف اوہ لیکچر ہی دے دیا تم نے تو سب پتا ہے مجھے اور ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی عنبر اسے تاسف سے دیکھتی رہ گئی۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنے کمرے میں ثوبیہ بے قابو ہو رہی تھیں۔

"جان لے لوں گی میں اس عنبر کی بچی کی۔"

"عنبر کی ابھی تک کوئی بچی نہیں ہے ماں۔" واجد نے جیسے حقیقت بتانی چاہی۔

"چپ رہو تم۔" زاریا بولی اسے بھی ماں کی طرح عنبر پہ غصہ تھا کامران خاموشی سے کونے میں پڑی کرسی پر بیٹھا تھا۔

"میں جان سے مار دوں گی اسے۔" ثوبیہ دروازے کی طرف بڑھی۔

"پاگل مت بنو پہلے ہی ابا کو ہم پر غصہ ہے ایسی بیوقوفی بھول کر بھی مت کرنا۔" جہانگیر نے روکا اور پھر بولے۔

"سوال تو یہ ہے کہ اسے پتا کیسے چلا؟ یا پھر۔۔۔بتایا کس نے؟" وہ کامران اور واجد کو دیکھ رہے تھے۔

"میرے منہ پہ بیوقوف لکھا ہے جو جا کر اسے بتا دیتا۔" کامران نے منہ بنایا۔

"میرے تو ذہن ہی میں نہیں رہا ورنہ ضرور بتا دیتا اسے۔" واجد کان کھجا کر بولا زاریا نے اسے تکیہ کھینچ مارا۔

"تو پھر کون؟" جہانگیر اور ثوبیہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

★☆☆☆☆☆★

اگلے دن ناشتے کی میز پر جہانگیر فیملی میں سے صرف واجد موجود تھا۔ناشتے کے بعد اورنگزیب نے عنبر کو بتایا کہ وہ واپس جا رہے ہیں انھیں الوداع کہنے کے بعد عنبر اظہر کی سٹڈی کی طرف بڑھی۔وہ جانتی تھی کہ اظہر جب غصے میں ہوتے ہیں تو سٹڈی ہی میں پائے جاتے ہیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

ملیحہ کی زندگی گاؤں اور اسلام آباد دونوں میں بہت مشکل ہو گئی تھی۔وہ اسلام آباد آتی تو سعیدہ اماں کال کر کر کے کہتیں سلائی کے کپڑے آ گئے ہیں آکر سلائی کر دو وہ ان کے پاس ہوتی تو وہ کہتیں ادھر ٹیوشنز کا حرج ہو رہا ہو گا واپس جاؤ۔ملیحہ کی جمع پونجی اسی طرح کرائے میں خرچ ہو رہی تھی وہ پریشان تھی۔

★☆☆☆☆☆★

وہ آہستگی سے سٹڈی کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اظہر کھڑکی کی طرف منہ کیے، بند آنکھوں کے ساتھ صوفے پر بیٹھے تھے۔

"دادا؟" عنبر نے احتیاط سے پکارا۔

"ہوں؟" اظہر نے بغیر چونکے آنکھیں کھولیں وہ جانتے تھے کہ وہ آئے گی۔

"دادا آئم سوری مگر میں۔۔۔"

"بیٹھ جاؤ گڑیا۔" وہ اس کی بات کاٹ کر نارمل لہجے میں بولے عنبر بیٹھ گئی جانتی تھی کہ اظہر دکھی ہیں وہ سب برداشت کر سکتے تھے، جہانگیر کا دیا ہوا دھوکہ اور دکھ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

"دادا میں آپ کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی مگر میں کامران سے شادی نہیں کر سکتی۔" وہ جانتی تھی کہ دادا اسے ہر قیمت پر اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے بہت خرچ کیا تھا اس پر، وقت، پیسہ، توجہ نا چاہتے ہوئے بھی اسے پیار دیا تھا اب وقت پھل کھانے کا تھا وہ عنبر کو خود سے اور حویلی سے باندھ دینا چاہتے تھے مگر وہ ایسا نہیں چاہتی تھی اسی لیے بات کرنے آئی تھی ورنہ اب دادا کے دکھ پر دکھ نہیں ہوتا تھا۔

"انفیکٹ میں ابھی شادی نہیں کر سکتی میں اپنا بزنس سٹارٹ کرنا چاہتی ہوں میں اس سٹیج پر شادی افورڈ نہیں کر سکتی آئی ہوپ آپ مجھے سمجھ رہے ہیں۔"

"آفکورس میں تمہیں سمجھ رہا ہوں گڑیا تم مجھے اسی لیے اچھی لگتی ہو زندگی میں کچھ کرنا چاہتی ہو بڑے بڑے خواب ہیں تمہارے اورنگزیب کہاں ہے؟" انھوں نے اچانک پوچھا وہ چونکی مگر ظاہر نہیں کیا۔

"چلے گئے ہیں۔" اس نے مختصراً بتایا۔

"فون کر و واپس بلاؤ اس سے کہو کل چلا جائے رات کا کھانا یہیں کھائے۔" وہ پھر چونکی مگر "جی" کہہ کر اٹھ گئی۔ جانتی تھی دادا اس کی بات نہیں مانیں گے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کال ملائی.

"ہاں صفدر میرے کمرے میں آ کر بات سنو۔" کال کاٹ دی۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو پاپا؟" دروازہ بند ہو گیا۔

★☆☆☆☆☆★

محلِ سکندر میں بہروز سکندر کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ شیرازی نے جس طرح ہر میٹنگ، ہر ڈنر پہ سکندر کے ساتھ ساتھ رہنا شروع کیا، سکندر نے اس سب سے گھبرا کر بہروز کی شادی جلد از جلد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس وقت محلِ سکندر کے لاؤنج میں ڈیزائنر کپڑوں کے ایڈورٹائزنگ میگزینز بکھرے ہوئے تھے۔ ماہ جبین، ایمن اور حرم اپنے اور سمیہ کے لیے ڈریسز سلیکٹ کر رہی تھیں کہ ایمن کا فون بجا۔

"ہیلو؟" اس نے مصروف انداز میں کہا۔

"کس چیز کا بدلہ لے رہے ہو تم لوگ؟ میرے بھائی کی شادی ہے اور میں یہاں انگلینڈ میں پھنسا ہوا ہوں۔ میرا انتظار بھی نہیں کیا میرا سمسٹر کمپلیٹ ہونے کے بعد بھی ہو سکتی تھی شادی۔" دایان بھرا بیٹھا تھا سب ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

"حوصلہ رکھو کیا ہو گیا ہے؟ڈیٹ فکس ہوئی ہے پاپا نے بتائے بغیر شادی تو نہیں کروادی ویسے بھی بارات سے پہلے تم پہنچ ہی جاؤ گے۔"

"میرا لاسٹ پیپر ہے اس دن جس رات کو مہندی ہے نہیں یار کس چیز کا بدلہ لیا ہے پاپا نے؟"اب وہ روہانسا ہو رہا تھا۔

"دو کروڑ کا۔"حرم پاس سے اونچا سا بولی اور ایمن نے فوراً کہا۔

"یہ بہروز بھائی کی شادی ہے فیروز بھائی کی تو نہیں جو اتنا چیخ رہے ہو۔"

"ہم بھائیوں میں تو پہلی شادی ہے ناں۔"اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔

★☆☆☆☆☆★

شام میں عنبر دادا کے ساتھ فیکٹری کا چکر لگانے جا رہی تھی کہ سامنے سے آتے صفدر کو دیکھ کر توجہ بٹ گئی۔

Safar e Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"صفدر۔۔۔"اس نے آواز دی۔

"یس میم؟"وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اظہر گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔

"میرا کام ہو گیا؟"عنبر نے پوچھا۔

"یس میم۔"

"ٹھیک ہے ڈیٹیلز مجھے سینڈ کر دو۔"

"اوکے میم." صفدر نے تابعداری سے سر ہلایا وہ حویلی کی طرف چل دیا اس کا کمرہ اوپر والی منزل پہ تھا ویسے تو ملازم کوارٹرز میں رہتے تھے لیکن صفدر کی وقت بے وقت ضرورت پڑتی رہتی تھی اسلیے اسے حویلی ہی میں کمرہ دیا ہوا تھا۔

"تم نے کیا کام کہا تھا صفدر کو؟" وہ گاڑی میں بیٹھ گئی تو اظہر نے اس سے معمول کے انداز میں پوچھا لیکن عنبر جانتی تھی کہ وہ سر تا پا کان بنے ہوئے ہیں۔

"کچھ نہیں بس ایک دو ضروری ایجوکیشنل ڈاکومنٹس لانے تھے" اظہر مطمئن ہو گئے لیکن عنبر کا سکون تو تب ہی سے غائب تھا جب سے اظہر نے اور نگزیب کو واپس آنے کا کہا تھا اب آج رات پتا نہیں کیا دھماکہ ہونے والا تھا۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

لاہور کے مضافات میں رات اتری تو عالم شاہ حویلی کا ڈائننگ ہال روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ آج ڈائننگ ٹیبل پر حویلی کا ہر فرد موجود تھا۔ صفدر اظہر عالم شاہ کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑا تھا کھانے کے بعد اظہر کہنے لگے۔

"اور نگزیب میں تم سے کامران کے لیے صائمہ کا ہاتھ مانگتا ہوں۔" سب کو سانپ سونگھ گیا اور نگزیب حیران رہ گئے (اتنا سب ہونے کے بعد بھی؟) اور نگزیب اور منزہ کو سمجھ نہ کیا کہیں؟ انکار تو کوئی کر نہیں سکتا تھا۔ کامران کا منہ کھل گیا جہانگیر کی جان پہ بن گئی وہ نادیہ کی فیملی کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اور صائمہ۔۔۔ اس کا دل چاہا دادا کا گلا دبا دے۔ ایک عنبر تھی جو آخری لقمے سکون سے چبا رہی تھی جانتی تھی کہ یہ اصل بات نہیں ہے۔ دادا کی ہمیشہ سے عادت تھی بات شروع ہی ایسے کرنی ہے کہ سب ڈر جائیں۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا؟ میں صائمہ کو مر کہ بھی بہو نہیں بنا سکتی۔"عنبر چونکی چونک تو سب ہی گئے تھے۔کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سسر کی ہر صحیح غلط میں ہاں میں ہاں ملانے والی لاڈلی بہو ثوبیہ بھی اظہر کے کسی فیصلے پر اعتراض کر سکتی ہے۔

"جی ابا جی ذرا نظرِ ثانی کریں۔"صوفیہ نے فوراً سائیڈ لی۔

"کیوں کیا برائی ہے صائمہ میں؟"اظہر نے پوچھا۔

"میں بھی مری نہیں جا رہی آپ کی بہو بننے کے لیے۔"صائمہ جو اتنی دیر سے دادا پہ آیا ہوا غصہ دبا رہی تھی بالآخر بول گئی۔

"یہ دیکھ لیں۔"ثوبیہ فوراً بولی۔

"اب یہ ہی دیکھ لیں بڑوں سے بات کرنے کی تمیز ہی نہیں ہے۔"صائمہ غصے سے اٹھی کرسی کو ٹانگ ماری اور تن فن کرتی چلی گئی عنبر کو افسوس ہوا اسے یوں غصہ نہیں دکھانا چاہیے تھا مگر وہ پر سکون تھی کہ معاملہ ختم ہو گیا تھا وہ ایسے ہی پریشان ہو رہی تھی لیکن اظہر کے اگلے جملے نے اس کے اگلے کئی ہفتوں کا سکون چھین لیا۔

★☆☆☆☆☆★

لاہور کے مضافات میں رات اتری تو عالم شاہ حویلی کا ڈائننگ ہال روشنیوں سے جگمگا اٹھا. آج ڈائننگ ٹیبل پر حویلی کا ہر فرد موجود تھا. صفدر، اظہر عالم شاہ کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑا تھا. کھانے کے بعد اظہر کہنے لگے۔

"اورنگزیب میں تم سے کامران کے لیے صائمہ کا ہاتھ مانگتا ہوں۔"

سب کو سانپ سونگھ گیا. اورنگزیب حیران رہ گئے (اتنا سب ہونے کے بعد بھی؟) اورنگزیب اور منزہ کو سمجھ نہ آیا کہ کیا کہیں؟ انکار تو کوئی کر نہیں سکتا تھا. کامران کا منہ کھل گیا. جہانگیر کی جان پہ بن گئی. وہ نادیہ کی فیملی کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اور صائمہ... اس کا دل چاہا دادا کا گلا دبا دے۔ ایک عنبر تھی جو آخری لقمے سکون سے چبا رہی تھی. جانتی تھی کہ یہ اصل بات نہیں ہے۔ دادا کی ہمیشہ سے عادت تھی بات شروع ہی ایسے کرنی ہے کہ سب ڈر جائیں۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا؟ میں صائمہ کو مر کہ بھی بہو نہیں بنا سکتی۔"

عنبر چونکی۔ چونک تو سب ہی گئے تھے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سسر کی ہر صحیح غلط میں ہاں میں ہاں ملانے والی لاڈلی بہو ثوبیہ بھی اظہر کے کسی فیصلے پر اعتراض کر سکتی ہے.۔

"جی ابا جی! ذرا نظرِ ثانی کریں". صوفیہ نے فوراً سائیڈ لی۔

"کیوں کیا برائی ہے صائمہ میں؟" اظہر نے پوچھا۔

"میں بھی مری نہیں جا رہی آپ کی بہو بننے کے لیے۔"

صائمہ جو اتنی دیر سے دادا پہ آیا ہوا غصہ دبا رہی تھی بالآخر بول گئی.

"یہ دیکھ لیں۔" ثوبیہ فوراً بولی۔

"اب یہ ہی دیکھ لیں بڑوں سے بات کرنے کی تمیز ہی نہیں ہے۔"

صائمہ غصے سے اٹھی کرسی کو ٹانگ ماری اور تن فن کرتی چلی گئی۔ عنبر کو افسوس ہوا اسے یوں غصہ نہیں دکھانا چاہیے تھا مگر وہ پرسکون تھی کہ معاملہ ختم ہو گیا تھا۔ وہ ایسے ہی پریشان ہو رہی تھی۔ لیکن اظہر کے اگلے جملے نے اس کے اگلے کئی ہفتوں کا سکون چھین لیا۔

"تو ٹھیک ہے! پھر میں عنبر کا ہاتھ مانگتا ہوں۔"

اورنگزیب نے تیزی سے سر اٹھا کر باپ کو دیکھا (کل کے بعد بھی؟)

"واجد کے لیے۔" عنبر نے شاکڈ ہو کر اظہر کو دیکھا اور پھر واجد کو۔ واجد اظہر کو دیکھ رہا تھا نہ عنبر کو۔ وہ عائمہ کو دیکھ رہا تھا۔ یہ عنبر کے علاوہ کوئی نہ دیکھ سکا۔ اور پھر واجد نے نظریں پھیریں اور نگاہیں عنبر سے ملیں۔ وہ نظریں جھکا گیا۔ عنبر نے اورنگزیب کی طرف دیکھا۔ وہ بالکل خاموش تھے۔ عنبر کو باپ سے امید لگانے پر افسوس ہوا۔

"جی اباجی یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" جہانگیر نے کہا. ثوبیہ شدید ناخوش تھیں۔ اظہر نے اپنا رخ واجد کی طرف موڑا اور پوچھا۔

"تمہیں عنبر سے شادی پر کوئی اعتراض ہے واجد؟"

واجد دو منٹ خاموش رہا اور پھر آہستگی سے بولا

"جی نہیں۔"

"شاباش!" اظہر بولے.

"لیکن مجھے ہے!" عنبر نے کہا.

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"واجد شادی شدہ نہیں ہے!" اظہر تیز لہجے میں بولے۔

"اورنگزیب تمہاری صائمہ کی کامران کے ساتھ اور داؤد تمہاری بیٹی نائمہ کی صوفیہ کے بیٹے شکیل کے ساتھ شادی ہو رہی ہے۔ پندرہ دن بعد منگنی ہے اور دو ماہ بعد ان سب کی عنبر اور واجد سمیت اکٹھی شادی ہے۔ل۔ داؤد! تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"جج...جی نہیں ابا جی." داؤد بولے۔

"مگر۔۔۔"

عنبر کہنے ہی لگی تھی کہ اظہر نے سخت و سرد لہجے میں کہا۔

"تم سے کسی نے نہیں پوچھا!"

اور وہ چلے گئے۔ عنبر شاکڈ اور خوفزدہ ہو گئی. دادا کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ جو انڈیپنڈنٹ ہونے کی کوشش کر رہی تھی، اس کے بارے میں دادا کو اندازہ ہو گیا ہے اور انھوں نے اسے ہر قیمت پر مجبور کرنے کی ٹھان لی ہے۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ صفدر تیزی سے کسی کو میسج ٹائپ کرنے لگا۔ ڈائننگ ہال آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا۔

★☆☆☆☆☆★

رات کی تاریکی پوری طرح پھیل گئی۔ داؤد آج رات بہت سکون کی نیند سوئے۔

صوفیہ جاگ رہی تھیں مگر انھیں نائمہ کو اپنی بہو بنانے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ نائمہ خوبصورت تھی اور خاموش طبع بھی۔ ایسی ہی بہو چاہیے تھی انھیں جو خاموشی سے ان کے ساتھ رہ لے۔

عائمہ اپنے بیڈ پر بیٹھی تھی۔اس نے رخ موڑ کر بڑی بہن نائمہ کو دیکھا۔بہت عرصے کے بعد اسے نائمہ پرسکون لگی تھی اور شاید خوش بھی۔وہ خوش تھی کہ اس کی بہن خوش تھی مگر پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ہاتھ خالی تھے۔دل دکھی تھا۔دنیا چھن گئی تھی۔واجد کسی اور کا ہو رہا تھا۔

کامران منشی سے سارے دن کی رپورٹ لے کر واپس ہوا تو راہداری سے گزرتے ہوئے ایک دم سے صائمہ سامنے آگئی اور انگلی اٹھا کر کہنے لگی۔

"کان کھول کر سنو!جا کر دادا سے کہو کہ تم مجھ سے شادی نہیں کر سکتے!"

اسے اچھنبا ہوا برا تو اس کے اور اس کی بیوی کے ساتھ ہو رہا تھا۔

"تمہیں کیا پرابلم ہے؟اتنا ہینڈسم لڑکا مل رہا ہے تمہیں ورنہ تم جیسی میٹرک پاس کو کون رشتہ دے؟"

"بکواس بند کرو!میں مری نہیں جا رہی تم سے شادی کے لیے. میں جس سے پیار کرتی ہوں وہ مجھ سے میرے پیار سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے!میں صرف اور صرف اس ہی سے شادی کروں گی!دیکھ لینا تم اور تمہارے دادا بھی!"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ مڑ گئی کامران کھڑا رہ گیا۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر اپنے کمرے میں جلے پیر کی بلی بنی چکر پہ چکر کاٹ رہی تھی۔کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟وہ بہت بہادر بن کر واپس آئی تھی۔مگر اب پچھتاوا ہو رہا کہ کیوں آئی۔اظہر نے اسے صحیح معنوں میں خوفزدہ

کر دیا تھا۔ وہ کسی سے بھی اس کی شادی کر دیتے مگر اس خاندان میں نہیں! بلکہ اب تو وہ اظہر کی مرضی سے شادی ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

کس سے کہوں؟ اس نے سوچا۔

واجد سے؟ تایا سے؟ نہیں تایا سے تو بالکل نہیں! پہلے پاپا سے بات کرتی ہوں۔ وہ نیچے آئی۔ اورنگزیب اپنے کمرے میں نہیں تھے. ان کا سامان بھی نہیں تھا۔ وہ باہر بھاگی۔ اورنگزیب گاڑی میں بیٹھ ہی رہے تھے کہ اس نے انہیں بازو سے پکڑ لیا۔ دو منٹ انہیں دیکھتی رہی۔ وہ حیران تھے۔ پھر گاڑی سے نکل آئے اور اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ مزید برداشت نہ کر سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اورنگزیب کا دل کسی نے بھینچ دیا۔ اس اولاد کو انہوں نے ہمیشہ ہر مشکل میں چٹان جیسا مضبوط دیکھا تھا۔ آج انہیں اندازہ ہوا کہ اگر کوئی آکر انہیں یہ کہے کہ وہ کبھی عنبر کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دے گا یا دے گی تو وہ اس مرد یا عورت کو اپنی ساری جمع پونجی دے سکتے تھے۔ وہ عنبر کی خوشی کے لیے اپنا سب کچھ لٹا سکتے تھے

"مجھے بچالیں پاپا!"

وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"مجھے یہاں سے لے چلیں! میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں ایسے جینا نہیں چاہتی! یہ مجھے مار دیں گے۔ مجھے لے چلیں، مجھے اپنے ساتھ لے چلیں، پلیز!"۔

اس کی روتی آنکھوں میں اورنگزیب کو کسی اور کی روتی آنکھوں کی جھلک نظر آئی۔

اس کے الفاظ میں کسی اور کے جملوں کی بازگشت سنائی دی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے یہاں سے لے چلو اورنگزیب! میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں یہاں رہنا نہیں چاہتی! یہاں انسان نہیں درندے پلتے ہیں۔ اگر کوئی انسان یہاں آئے تو اس قبرستان نما حویلی میں اس کا جینا مشکل کر دیا جاتا ہے۔ میں ایسے جینا نہیں چاہتی!"

عنبر کے جھنجھوڑنے پر وہ حال میں واپس آئے۔ انہوں نے اسے وہی جواب دیا جو کئی سال پہلے اس کی ماں کو دیا تھا۔

"آئی ایم سوری! میں ابا کی مرضی کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا!"

وہ گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی چلی گئی۔ عنبر چند منٹ بعد ہوش میں آئی۔ آنسو صاف کیے۔ جانے کیا امید لگا بیٹھی تھی وہ بھی۔ بعض دفعہ رشتے بہت کمزور کر دیتے ہیں۔ وہ بوجھل قدموں سے واپس اندر کی طرف بڑھنے لگی۔ بوجھل دل سے اسے دیکھتا صفدر جلدی سے ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔

★☆☆☆☆☆★

واجد اپنے ماں باپ پر چلا رہا تھا اور کامران، کونے میں بیٹھا، صائمہ کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔

واجد کہہ رہا تھا۔

"آپ لوگ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اور عائمہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ آپ بولتے کیوں نہیں پاپا؟" "میں کچھ بھی کیسے کہہ سکتا تھا؟ اس اولاد (اشارہ کامران کی طرف تھا) نے مجھے ابا کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا! میں زبان کیسے کھول سکتا تھا؟"

"میرے بیٹے کو الزام مت دیں! یہ سارا کیا دھرا ابا کی کچھ لگتی عنبر کا ہے۔ اس کی ماں بھی زبان کی تیز تھی اور بیٹی بھی ایسی ہی نکلی!"

ثوبیہ بولے جا رہی تھی۔

"چپ کر جاؤ! بس کر دو! مرے ہوئے کو کیا درمیان میں لانا۔"

"خود مر گئی مگر عذاب ختم نہ ہوا ہمارا! اب اس کی بیٹی کو ابا میری بہو بنانا چاہتے ہیں۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی! ویسے بہت اچھا ہوا حسینہ کے ساتھ۔ چلی تھی یہاں کی روایتیں بدلنے کہ عورت کی آواز سنی جائے! ہاہاہا پہنچی کہاں؟ قبر میں!"

وہ کہے جا رہی تھی۔

کامران نے بھی چونک کر دیکھا۔ واجد بولا

"ویسے وہ اچھا ہی کرنے جا رہی تھیں. یہ کام ہونا چاہیے آنسٹلی جب میں دادا کے سامنے آپ اور ابا کو مجبور دیکھتا ہوں تو خون کھول اٹھتا ہے میرا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے بھئی؟ دین میں مشورہ کرنے کا حکم ہے. شادی جیسے معاملات میں بچوں کی مرضی پوچھنے کا حکم ہے! یہ کیسا انصاف ہے کہ اکٹھی چھے چھے زندگیاں برباد کر دو!"

"یہ ٹھیک ہے! اپنی مرضی کا دین ہے سب کا! ارے ایسے تھوڑے حصے پر عمل کر کے مکمل مسلمان نہیں بن سکتے۔ تمہارے بھائی کا دین کہاں تھا جب ساری دنیا سے چھپ کر نادیہ سے نکاح کر رہا تھا۔ تب اسے یاد نہیں آیا کہ مشورہ کرنا ہے بلکہ ماں باپ سے اجازت لینی ہے۔ اور بڑے تیس مار خان ہو نا تم! جا کر خود منع کرو دادا کو!"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

جہانگیر دھاڑے۔

"خود ہی کروں گا کچھ! ایک بات میری لکھ لیں آپ لوگ۔ شادی میں صرف اور صرف عائمہ ہی سے کروں گا!"

زور سے دروازہ بند کرتا نکل گیا۔

"گڈ نائٹ!"

کہہ کر کامران بھی نکل آیا۔ اپنے کمرے میں آکر بیڈ پر لیٹ گیا۔ کانوں میں وہی بازگشت ہونے لگی میں جس سے پیار کرتی ہوں وہ مجھ سے میرے پیار سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے. میں صرف اور صرف اس ہی سے شادی کروں گی!'

وہ اٹھا اور صفدر کو ڈھونڈتے ہوئے اوپر آگیا۔ دروازہ کھول کر ایک دم ہی صفدر کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ صفدر کسی سے فون پہ بات کر رہا تھا کامران کو دیکھتے کہا

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے سر اللہ حافظ!"

کامران چونکا

"آیئے سر! پلیز بیٹھیں! مجھے بلا لیا ہوتا!" "کس کا فون تھا؟"

کامران نے پوچھا، وہ بیٹھا نہیں تھا۔

"آ.. وہ.. شیرازی صاحب کے اسسٹنٹ کی کال تھی! نئی ڈیلنگ کا پوچھ رہے تھے۔"

"تو سر کیوں کہہ رہے تھے تم اسے؟"

کامران نگ شک کرتے ہوئے پوچھا۔

"سر! میں تو سب کو ہی سر کہتا ہوں۔" وہ بیچارگی سے گویا ہوا۔

"اب تو بیگم کی بھی کال آجائے تو سر ہی نکلتا ہے منہ سے۔!"

"میرا ایک کام کر دو گے؟ یہ صائمہ کو توٹریس کرو ذرا! کہاں جاتی ہے، کس سے ملتی ہے، کال کس کو کرتی ہے، میسجز وغیرہ۔"

"سر وہ تو کم ہی نکلتی ہیں گھر سے۔"

"ہاں جو بھی سب چاہیے مجھے، سب!"

"جی سر!"

کامران چلا گیا تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ صفدر نے لیپ ٹاپ بند کر کے دروازہ کھولا. عنبر اندر آگئی۔

"میڈم! آپ؟" وہ حیران ہوا۔

"کیوں؟ میں نہیں آسکتی یہاں؟"

"نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے بلا لیا ہوتا!"

"کام ہے مجھے تم سے! کر دو گے؟"

"آفکورس میڈم! کیوں نہیں؟

"کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے!"

اس کے انداز میں تنبیہہ تھی.

"نو پرابلم میڈم!"صفدر کا انداز تسلی سے بھرپور تھا۔

عنبر کے سنجیدہ اور مضبوط انداز سے ظاہر ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے والی روتی سسکتی لڑکی تھی۔

"دادا کے سارے بینک اکاؤنٹس، ٹرانزیکشنز، ڈیلرز، سیلز، پرچیزیز، کانٹیکٹس، ہر چیز کی مکمل اور تفصیلی معلومات چاہیئے ہیں مجھے پرسوں شام تک!"

حکم دے کر جانے کے لیے مڑ گئی۔

"میڈم!"صفدر نے پکارا۔

"کہو؟"وہ رکی لیکن مڑی نہیں۔

"میڈم! کامران صاحب کہہ رہے تھے کہ..."

اور صفدر نے اسے سب بتا دیا۔

"ٹھیک ہے"عنبر نے کہا۔

"ٹھ.. ٹھیک ہے؟"صفدر کو اس کی ذہنی حالت پر شک ہو۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اب عنبر مڑی اور بھوری آنکھیں صفدر پر جمالیں۔ صفدر نظریں جھکا گیا۔

"ہاں ٹھیک ہی تو ہے! کر وہ سب جو اس نے کہا ہے۔ مگر اسے مت دینا۔ اسے کہہ دینا تم نہیں کر سکے۔"

"او کے میڈم! تو پھر یہ..." اس نے پرنٹڈ کاغذات عنبر کی طرف بڑھا دیئے۔

"تم نے کام کر بھی لیا؟" وہ حیران ہوئی۔

" آپ کا ابھی رہتا ہے! آپ نے مجھے آج تک کوئی آسان کام نہیں دیا" وہ ہلکا سا ہنس دی اور پھر سنجیدہ ہو گئی۔ ایک نظر کاغذات پر ڈالی اور بولی۔

" مجھے اس شخص کی ایک ایک تفصیل چاہیئے۔" کاغذ پر لکھے ایک نام پر، شہادت کی انگلی سے دستک دی۔

"لیکن پہلے میرا وہ والا کام۔ او کے؟". اور وہ چلی گئی۔

★☆☆☆☆☆★

وہ کمرے میں آئی اور کاغذات سائڈ ٹیبل پر رکھ دیئے۔ سوچا صبح پڑھ لے گی۔ ابھی سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ وہ کہاں جائے؟ وہ کس سے کہے؟ وہ ایسا کیا کرے کہ عمر بھر کی قید سے جان چھوٹ جائے۔ جانتے بوجھتے دادا کے چابی والے گڈے سے شادی کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ اسے واپس آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ نہایت فضول فیصلہ تھا یہ۔ وہ کمرے میں چکر لگاتے ہوئے فرار کی راہیں ڈھونڈ رہی تھی کہ فون پر میسج کی ٹون بجی۔ واٹس ایپ پر انجان نمبر سے میسج آیا تھا۔ کسی کمپنی کی طرف سے ایڈریس دیا ہوا تھا اور اسے انٹرویو کی کال دی تھی۔ پرسوں بلایا تھا۔ وہ بڑی حیران ہوئی۔ اس کا نمبر کیسے گیا ان کے پاس؟ پھر یاد آیا

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

صفدر کو کہا تھا کہ اچھی کمپنیز میں اس کا سی۔وی دے آئے۔غالباً اس نے سس۔وی میں عنبر کا پرسنل نمبر دے دیا تھا۔وہ فوراً صفدر کے کمرے میں گئی۔صفدر اسے دوبارہ دیکھ کر حیران ہوا اور پریشان بھی ہو گیا۔

"میڈم! میڈم یہ کیا؟ کسی نے دیکھ لیا تو؟" وہ خوفزدہ تھا۔

"تو؟"

عنبر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔صفدر نظریں جھکا گیا۔

"میم وہ.. آپ لوگ... مم... میرا مطلب ہے خاندان کے لوگ اچھا نہیں سمجھتے کہ۔۔۔" وہ خاموش ہو گیا عنبر نے سرد آہ بھری۔

"تم نے میرا نمبر کیوں دیا؟"

"وہ انہوں نے زبردستی کی تو میں نے دے دیا" وہ گھبرا کر بولا۔

"میرا نمبر کسی کو نہ دیا کرو! اپنا نمبر دو سب کو! میرے سی۔وی پہ کس کا نمبر ہے؟" وہ... میرا ہی ہے میڈم! لیکن انہوں نے کال کر کے کہا تھا کہ آپ کا چاہیے تو مجھے دینا پڑا" صفدر جانتا تھا وہ غصے میں ہے اسے گڑبڑ پسند نہیں تھی۔مگر وہ غصہ نہیں کر رہی تھی. صفدر سے کوئی پوچھتا اس وقت تو روئے زمین پر انسانوں میں سب سے زیادہ طاقتور کون ہے تو وہ بلا جھجھکے، بلا سوچے کہتا عنبر ہے. اور اگر کوئی اور طاقت اور حکمرانی ہونے کے باوجود اپنے غصے کو قابو میں رکھے ہوئے ہے، تو وہ ہے. ل۔وہ جا چکی تھی. دروازہ بند ہونے کی آواز پر صفدر سوچوں سے نکلا۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگلے دن وہ اظہر کے کمرے کی طرف جارہی تھی کہ اسے پیچھے سے آواز سنائی دی۔

"بات سنو! مم... میرا مطلب ہے آپ میری بات سنیے گا۔"

وہ واپس مڑی اعتماد سے بازو باندھے واجد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور کہنے لگی۔ "فرمائیے؟" واجد اس کی خود اعتمادی پر جھجک گیا۔

"وہ.... وہ میں نے کہنا تھا کہ آپ... وہ... عنبر آپ دادا کو اس رشتے سے انکار نہیں کر سکتیں؟"

"کل کیا تھا! انہوں نے بات ہی نہیں سنی۔ آپ کیوں نہیں کرتے انکار؟"

"پاپا کا پریشر ہے۔ کامران کی وجہ سے دادا پہلے ہی ناراض ہیں۔ اینی۔ وے میں عائمہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں"

"تو کرلیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" "کامران اور آپ تو دادا کے Lovely بچے تھے۔ میں تو انہیں شروع ہی سے پسند نہیں ہوں۔ مجھے تو ڈائریکٹ شکاری بندوق سے اوپر پہنچادیں گے۔" دونوں ہنس پڑے۔

★☆☆☆☆☆★

"دادا؟" اظہر عباس کو ہدایات دے رہے تھے جب عنبر اندر داخل ہوئی۔

"کہو گڑیا؟ " وہ ایک رات میں کیسے اپنی تلخی بھول گئے تھے جیسے عنبر بھی بھول جائے گی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"داداوہ میں اسلام آباد جانا چاہ رہی تھی۔ وہ کچھ پرانی سہیلیاں تھیں انہیں ڈھونڈ کر ملوں گی۔"(انٹرویو پہ بھی تو پہنچنا تھا)۔"ایسے کہونا! ایک ہی رات میں باپ کی یاد آنے لگی ہے۔"عنبر چور سی ہو گئی۔(یہ ایکٹنگ تھی)اظہر ہنس پڑے۔

"جاؤ میں تمہارے باپ کی طرح سنگ دل تھوڑی ہوں جو ملنے سے روکوں گا۔ مگر جلدی آجانا۔"

"جی بس کچھ دن میں!"وہ باہر آگئی۔

★☆☆☆☆☆★

"صفدر! میری بات غور سے سنو. میں کچھ دن کے لیے جا رہی ہوں تم یہیں رہو گ۔ بغیر کسی کی نظروں میں آئے ایک ایک چیز کی رپورٹ چاہیے مجھے! از دیٹ کلئیر؟"

"مگر میم آپ کو میری ضرورت۔۔۔"

"نہیں تم یہیں رہو گے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

اس صبح اسلام آباد کی فضا شفاف تھی۔ ہر عیب سے پاک اور ہر سازش سے عاری۔ اورنگزیب فیملی عنبر کے آنے پر حیران ہوئی۔ اس نے سہیلیوں والی کہانی دہرا دی۔ اس وقت وہ قمیض ٹراؤزر زیب تن کیے قمیض کا ہم رنگ دوپٹہ گردن میں مفلر کی طرح ڈالے انٹرویو کے لیے تیار تھی۔ اورنگزیب آفس میں تھے، زویا سو رہی تھی، علی کالج گیا ہوا تھا۔ صرف منزہ نے اسے جاتے دیکھا اور پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ عنبر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ان کا بتایا ہوا ایڈریس ڈرائیور کو بتا دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ سکندر انڈسٹریز کے مین گیٹ پر تھے۔ گارڈز نے ان کی گاڑی روک لی۔ وہ شناخت چاہتے تھے۔ انہوں نے پچھلا شیشہ بھی نیچے

کروایا ان کے نام پوچھے۔ پھر انہوں نے ڈکی چیک کی اور راستہ بتا کر جانے دیا بلڈنگ نمبر ٹو میں انٹرویوز تھے۔ وہ ریسیپشن، راہداریاں، فلورز اور آفسز دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ وہ تو سمجھی تھی سکندر انڈسٹریز بھی دادا کی طرح چھوٹا موٹا بزنس کرنے والی چھوٹی سی فرم ہو گی۔ لیکن یہ تو اربوں کھربوں کما رہے تھے۔ عنبر تھوڑی نروس ہو گئی تھی۔ اس نے بہت سی بزنس پریزنٹیشنز دی تھیں، پروفیسرز کے ساتھ کام کیا تھا۔ وہ انگلینڈ سے پڑھ کر آئی تھی مگر پھر بھی وہ نروس ہو گئی تھی۔ اتنی بڑی فرم میں اس ناتجربہ کار کو کون جاب دے گا بلکہ اس کے پاس تو سفارش بھی نہ تھی۔ جس آفس میں انٹرویوز تھے اس کے باہر کرسیاں اور بینچز پڑے تھے. عنبر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کا گارڈ راہداری کے کونے پر کھڑا ہو گیا۔ کوئی اور اس وقت اس ناز و نعم سے پلی عنبر کو یوں انتظار میں بیٹھا دیکھتا تو حیران ہو جاتا لیکن عنبر کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ زندگی میں اتنے دھکے کھا چکی تھی کہ یہاں آ کر کرسیوں پر آرام سے بیٹھی تھی۔ جو بھی انٹرویو لے رہا تھا بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ انہوں نے پہلے سے جو سٹینڈرڈ سیٹ کیا ہوا تھا اس پر پورا نہ اترنے والے سفارشیوں اور غیر سفارشیوں کو فوراً فارغ کرتے جا رہے تھے۔ کئی امیدوار ایسے تھے جو اندر جاتے ہی واپس آ جاتے تھے. آخر عنبر کی باری آئی۔ وہ اٹھی، ناک کر کے دروازہ کھولا، اندر آنے کی اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر کرسی پر بیٹھ گئی۔ انٹرویو لینے والے دو مرد تھے. ایک ادھیڑ عمر لگ بھگ ساٹھ سال کا ہو گا۔ اس کی کنپٹی کے بال سفید تھے. اس نے عنبر کی فائل پکڑ کر کھول لی اور ڈاکومنٹس دیکھنے لگا۔ لیکن دوسرا جو پینتیس، چالیس سال کا ہو گا عنبر کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کا نام؟"

"عنبر اورنگزیب۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہو۔ بلیک پینٹ پر لیمن کلر کی شرٹ میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ وہ دونوں کھڑے ہو گئے۔ "سر!"

"کب تک چلیں گے انٹرویوز؟"

"جی بس سر کام ختم ہو رہا ہے!"

"مجھے رپورٹ دیں جلدی۔ واسطی صاحب یہ کام ختم کر کے میٹنگ جوائن کریں جلدی!" پہلا جملہ جوان عمر اور دوسرا ادھیڑ عمر مرد سے کہا۔ عنبر نے واسطی کو غور سے دیکھا۔ "یس سر!"

واسطی کہہ رہا تھا۔ عنبر ابھی تک بیٹھی ہوئی تھی کہ دوسرے والے کی نظر اس پہ پڑی۔ اس نے لتاڑنے والے انداز میں کہا

"میڈم! یہ سکندر انڈسٹریز کے سی۔ ای۔ او ہیں، فیروز عالم! یو شڈ.." عنبر جانتی تھی وہ اسے کھڑے ہونے کو کہہ رہا ہے۔ وہ کیوں کھڑی ہوتی۔ ایسے ہی خوامخواہ ہر کسی کے آگے تو نہیں جھک جاتے۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتا یا عنبر کوئی بحث کرتی، فیروز عالم واسطی سے بات کرتے کرتے جوان عمر آدمی سے بولا

"اٹس اوکے انس! آئی ایم ناٹ ہر باس ییٹ (Yet)!" اور وہ جس آندھی اور طوفان کے ساتھ آیا تھا اسی آندھی اور طوفان کی طرح باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد انس دوبارہ عنبر کی طرف متوجہ ہوا

"ہم آپ کے ڈاکومنٹس اور سکلز دیکھ چکے ہیں۔ آپ اکاؤنٹس میں اسسٹنٹ مینیجر کی پوسٹ کے لیے ایلیجیبل ہیں۔ لیکن اس سے پہلے کل آپ کا ٹیسٹ ہے۔ کچھ ڈائریکٹرز اور اکاؤنٹس کے مینجر آپ کا ٹیسٹ

لیں گے۔ آپ پاس ہو گئیں تو یہ پوسٹ آپ کی ہو گی۔ کل سہ پہر تین بجے، بلڈنگ نمبر ایک، فلور نمبر دو میں پہنچ جائے گا. ریسپشنسٹ آپ کو کمرہ دکھادی گی۔"

"شیور سر!"عنبر فائل اٹھا کر باہر نکل گئی لیکن یہ ٹیسٹ والی بات اسے پسند نہیں آئی تھی۔

★☆☆☆☆☆★

رات تک اس نے فیصلہ کر لیا کہ یہ انٹرویوز والے سلسلے کو دادا اور پاپا سے کیسے چھپانا ہے۔

"پاپا میں سوچ رہی ہوں اب میں اپنے فلیٹ شفٹ ہو جاؤں۔ جو آپ نے میرے نام کیا ہے۔"وہ عام طریقے سے کہہ رہی تھی لیکن اس کے لہجے میں تنبیہہ تھی کہ مجھے روکیے گا مت۔ زویا اور منزہ نے خوشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اوکے بیٹا! جیسی تمہاری مرضی۔"

اورنگزیب نے کہا. اگلے دن صبح وہ عربا کے ساتھ مل کر اپنا سامان شفٹ کروا چکی تھی۔ عرباب اس کے ساتھ، اس کے فلیٹ ہی میں تھی۔ اب تین بجے اسے ٹیسٹ کے لیے جانا تھا لیکن ایک بجے اس کا فون بجنے لگا۔

★☆☆☆☆☆★

اگلے دن صبح وہ عربا کے ساتھ مل کر اپنا سامان شفٹ کروا چکی تھی۔ عرباب اس کے ساتھ، اس کے فلیٹ ہی میں تھی۔ اب تین بجے اسے ٹیسٹ کے لیے جانا تھا لیکن ایک بجے اس کا فون بجنے لگا۔ صفدر کی کال تھی اس نے بتایا کہ صائمہ اپنے ضروری ڈاکومنٹس اور قیمتی چیزیں لے کر گھر سے چلی گئی ہے اظہر اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ عنبر جہاں کی تہاں رہ گئی۔ اتنی ذلت بھری حرکت! یہ صائمہ نے کیا کیا؟ اب لوگ اس کا سارا

الزام حسینہ کو بھی دیں گے پتہ نہیں اس کی ماں زندہ تھی یا۔۔۔اور اس بات کا خیال کیے بغیر لوگ سب کچھ کہیں گے وہ گھبرا گئی۔ دادا تو صائمہ کو ڈھونڈ کر گولی مار دیں گے صائمہ کسی اور کو پسند کرتی تھی لیکن وہ اس حد تک گر جائے گی یہ عنبر نے سوچا بھی نہ تھا۔ صفدر مزید کہہ رہا تھا۔

"میڈم آج صبح صبح کامران میرے کمرے میں آئے جو ایکسٹرا کیش میرے پاس ہوتا ہے وہ سارا لے لیا اور لاہور کے لیے نکل گئے میں نے اپنے سور سز سے پتہ کروایا ہے وہ نادیہ بی بی کو لے کر جرمنی چلے گئے ہیں وہاں نادیہ کی کوئی رشتہ دار ہیں وہ سیٹل ہونے میں مدد دیں گی۔" عنبر نے فون بند کر دیا وہ سن ہو گئی تھی غالباً وہ دونوں آپس کی شادی سے بھاگے تھے اگر کسی ایک کو بھی پتہ چل جاتا کہ دوسرا بھاگ گیا ہے تو وہ نہ بھاگتا لیکن عنبر تو ابھی بھی مشکل میں تھی اس کی تو ابھی بھی واجد کے ساتھ شادی طے تھی جو وہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر ٹیسٹ کے لیے بالکل تیاری نہیں کر پائی تھی اس کا سر درد کر رہا تھا۔ آفس میں داخل ہوتے وقت اس نے سوچ لیا کہ جان لگا دینی ہے پھر جو ہوا دیکھا جائے گا۔ اس دفعہ پانچ لوگ تھے، چار مرد، ایک عورت۔ وہ عورت، اونچا جوڑا کیے، جینز پہ ٹاپ پہنے بیٹھی تھی۔ عنبر کی عمر سے دگنی عمر کی تھی۔ ان سب نے جتنے سوالات کیے عنبر نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دے دیئے۔ وہ خود اپنے جوابات سے مطمئن نہیں تھی، انہیں کیا تسلی کرواتی؟

"ایک آخری سوال۔" دائیں طرف بیٹھے مرد نے کہا۔

"اگر ہم آپ کو سلیکٹ کر لیں تو کیا آپ اسی طرح قمیض شلوار اور دوپٹے میں آیا کریں گی؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی بالکل۔"عنبر نے کہا۔

"نہیں آپ سمجھی نہیں، جینز شرٹ میں ایزی رہتا ہے ویسے بھی فارن انویسٹرز وزٹ کرتے ہیں تو اس طرح انہیں ڈفرنٹ نہیں لگتا ہمارے لیے یہ اچھا ہو جاتا ہے جب وہ ہمیں اپنے جیسا سمجھ کر ہمارے پروجیکٹس میں دلچسپی لیتے ہیں تو اگر ہم آپ کو فورس کریں تو کیا آپ اپنا لباس تبدیل کر لیں گی؟"عنبر نے مضبوط اور سپاٹ لہجے میں بولنا شروع کیا۔

"آئی ایم سوری سر لیکن میں اپنا لباس تبدیل نہیں کروں گی۔ میرا یہ لباس بطور مسلمان اور بطور پاکستانی میری پہچان ہے۔ میں جانتی ہوں بطور مسلمان مجھے حجاب اور نقاب دونوں کرنے چاہئیں لیکن میں نہیں کرتی ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ان کے خلاف ہوں یا مجھے ان کی اہمیت کا نہیں پتا یا میں نقاب کرنے والوں کی عزت نہیں کرتی آئی ایم سوری یو گاٹ می رونگ ہئیر !اِف یو کانٹ گیو می آجاب وِد دس گیٹ اپ نو پرابلم آئی رفیوز ٹو ڈو جاب ہیئر تھینکس۔"وہ اٹھنے لگی تو اسی مرد نے دوبارہ کہا۔

"آئی واز جسٹ ٹیسٹنگ یو آپ اس جاب کے لیے ایلیجبل ہیں کائنڈلی ٹیک یور ایگریمنٹ لیٹر فرام ریسپشن. وی ہیو سلیکٹڈ یو ہماری اس سکندر انڈسٹریز میں خواتین بھی کام کرتی ہیں ہمیں ان کے اسلامی طرزِ زندگی پر کوئی اعتراض نہیں ہے ویلکم ٹو سکندر انڈسٹریز۔"عنبر حیران رہ گئی۔

★☆☆☆☆☆★

ملیحہ کی وقت بے وقت کی چھٹیوں کی وجہ سے اس کی تین میں سے دو ٹیوشنز چھوٹ گئیں ان دو بچوں کے والدین نے ملیحہ کی وقت بے وقت کی چھٹیوں کی وجہ سے کوئی اور ٹیوٹر رکھ لی تھی۔ تیسرے بچے کے والدین نے انکار اس لیے نہیں کیا کیونکہ وہ لوگ خود چھٹیوں پر تھے لیکن ایک ہفتے بعد ہی جب دادی کی

کال آئی اور انہوں نے ملیحہ کو اپنے پاس بلایا تو اس سٹوڈنٹ کی والدہ نے بھی ایک ہفتے کے پیسے دے کر معذرت کرلی۔ ملیحہ ناران کے نواحی گاؤں میں واپس چلی گئی تو دادی نے اس سے ملنے کے بعد کہا۔

"یہیں رہ جاؤ۔" ملیحہ نے بہت منت سماجت کی کہ میرے آخری سمسٹر کے پیپرز رہ گئے ہیں وہ مکمل ہونے دیں مگر دادی نے انکار کر دیا۔ ملیحہ دن رات ان کی منت سماجت میں لگی تھی۔

سدرہ کی منگنی خالہ کے گھر ہوئی تھی. سعیدہ اماں کا سدرہ اور اقراء کی اکٹھی شادی کرنے کا ارادہ تھا اس لیے اقراء کے لیے سعیدہ اماں نے رشتہ کروانے والی کو بلایا تھا۔ اس عورت نے جب ملیحہ کو دیکھا تو چھوٹتے ہی اس کے متعلق سوال کیا. ملیحہ گھبرا گئی مختلف لوگوں سے ملنے کے باوجود وہ اپنی اس فطری شرم اور گھبراہٹ پر قابو نہ کر سکی تھی.

"ارے یہ تو میرے شکیل کی منگیتر ہے۔" سعیدہ اماں نے ہنس کر کہا اور ملیحہ کی ساری دنیا لٹ گئی۔ وہ دادی کے پاس آئی اور شکایت کی مگر دادی نے ہنس کر ٹال دیا. جب اگلے کئی دن ملیحہ مسلسل دادی کو یہ کہتی رہی کہ میں یہ شادی نہیں کروں گی تو دادی نے ایک شام اسے سمجھایا.

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس ہی میں تمہارا بھلا ہے بچپن سے جانتی ہو ان سب کو، مستقبل میں آسانی رہے گی تمہیں۔" ملیحہ کو اس سب میں اپنا کوئی بھلا نظر نہیں آیا تھا مگر دادی کہے جا رہی تھیں.

"نہ جہیز کا چکر ہو گا، نہ خاندان اکٹھا کرنے کا، نہ ہال کی بکنگ، کچھ بھی نہیں اپنی جو تمہاری جمع پونجی ہے اس سے اپنے سوٹ بنا لینا یا جو تم چاہو یہی ہم سب کے ہے۔" ملیحہ حق دق رہ گئی تو یہ وجہ تھی کہ وہ دونوں ملیحہ کی شکیل سے شادی کروانا چاہتی تھیں. وہ گم صم ہو گئی. رات کے کھانے کے صرف دو لقمے لیے اور دوبارہ کمرے میں جا کر لیٹ گئی مگر اب ذہن بیدار تھا۔ وہ بچاؤ کا طریقہ سوچ رہی تھی۔ اسے بلیک میلنگ نہیں

آتی تھی نہ ہی اچھے طریقے سے بحث کرنا آتا تھا. وہ کیا کرے؟ وہ اپنی بات منوانے کا ہنر نہیں جانتی تھی۔ شکیل جیسے ان پڑھ سے شادی کر کے ساری زندگی کے لیے خود کو سعیدہ اماں اور شکیل کے حوالے نہیں کر سکتی تھی۔ ملیحہ کو اچھی طرح یاد تھا کہ جب اس نے ہاسٹل اور دیگر ضروریات اور اخراجات کے لیے ٹیوشن شروع کی تھی تو شکیل کام چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا تھا کہ ملیحہ کما تو رہی ہے. اگر ملیحہ اس کی بیوی بن گئی تو کیا ہو گا اس کا نقشہ ملیحہ کو اچھی طرح نظر آ رہا تھا۔

سوچ سوچ کر دماغ پھٹنے کو آ گیا. اب ایک ہی حل تھا مگر شریف لڑکیاں ایسا قدم نہیں اٹھاتیں. ماں باپ کی عزت کو یوں۔۔۔ مگر ایک منٹ! ملیحہ کے تو ماں باپ تھے ہی نہیں. بچپن میں مر گئے تھے. تبھی تو وہ یوں غیروں کے در پہ پڑی تھی. سو وہ اٹھی، کوئی قیمتی چیز اس کے پاس نہیں تھی۔ ضروری ڈاکومنٹس تھے، وہ اٹھائے اور رات گیارہ بجے گھر سے نکل گئی۔ دادی اور اماں سو چکی تھیں. شکیل ابھی بھی دکان پہ تھا. انس کا کچھ پتہ نہیں تھا اور اقراء اور سدرہ موبائل پر کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھیں. ان کے کمرے کا دروازہ بند تھا سو وہ ملیحہ کو صحن سے گزرتے ہوئے دیکھ نہ سکیں. ملیحہ قریبی قصبہ تک پیدل گئی اور وہاں سے اپنی معمول کی سواری پر سوار ہو کر اسلام آباد کے لیے نکل گئی لیکن وہ لاہور جانا چاہتی تھی. کیونکہ اس کے بے فارم پر لاہور کا کوئی پتہ درج تھا. اس کے پاس پیسوں کی کمی تھی. جتنے اس کے پاس تھے ان کے ساتھ وہ بس دو دن ہی گزار سکتی تھی اور لاہور نہیں جا سکتی تھی. ہاسٹل وہ جانا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی کپڑے اور سامان لینا چاہتی تھی. اگر وہ لوگ اسے ڈھونڈنے نکلے تو ہاسٹل ہی آئیں گے لیکن وہ رہے گی کہاں پر؟ اس قسم کے خوفناک اندیشے اور سوالات اس کے ذہن میں حشر برپا کر رہے تھے۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر کمرے سے باہر نکلی تو بہت بے یقین تھی۔ انٹرویو ایسا ہوتا ہے؟ کیا جاب ایسے مل جاتی ہے؟ وہ بھی اتنی شاندار کمپنی میں انہوں نے اسے جوائننگ لیٹر دے دیا اور دو دن بعد آنے کو کہا. اس نے ایگریمنٹ سائن کیا اور باہر آگئی۔ وہ پر سکون تھی۔ وہ ایسی ہی باعزت جاب چاہتی تھی. وہ گاڑی میں بیٹھ گئی. گاڑی اب اس کے فلیٹ کی طرف رواں دواں تھی. عنبر نے ڈرائیور کو کسی بیکری پر رکنے کا کہا. آج خود کو ٹریٹ دینے کا دل چاہ رہا تھا۔ گاڑی رکی تو عنبر بیکری کے اندر چلی گئی. عنبر نے اپنی مرضی کا کیک سلیکٹ کرنے کے بعد سر اٹھایا تو سنیکس کے سٹینڈ کے پاس چادر میں لپٹی ہوئی لڑکی مڑی۔ عنبر اپنی جگہ سن ہو گئی۔ دل دھڑکنا بھول گیا اور سانسیں تھم گئیں۔ جو وہ دیکھ رہی تھی اس پر یقین نہیں کر سکتی تھی جسے دیکھ رہی تھی وہ خود بے یقین تھی۔

★☆☆☆☆☆★

اظہر اپنی سٹڈی میں بیٹھے تھے اور صفدر سے دن بھر کی رپورٹ لے رہے تھے. جب سے عنبر گئی تھی صفدر کی شامت آئی ہوئی تھی. سیکرٹری کی رپورٹ لینے کے بعد انہوں نے عنبر کے بارے میں سوال کیا.

"جی سر وہ بالکل ٹھیک ہیں سر۔" صفدر نے خوش دلی سے بتایا.

"بے وقوف۔" اظہر غصے سے بھر گئے۔

"حال کس نے پوچھا ہے؟ مجھے بتاؤ وہ کرتی کیا پھر رہی ہے؟ اور نگزیب سے اس کی کیا بات چیت ہے؟" صفدر کو افسوس ہوا۔ عنبر دادا کی پرواہ کرتے نہیں تھکتی تھی اور اظہر کو اس کی جان کی بھی پرواہ نہیں تھی۔

"اورنگزیب سے میڈم کی ایک بھی ملاقات نہیں ہوئی اور دو دن سے وہ اپنی سہیلی کا پتہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ آج انہیں کسی ڈائری سے ملا ہے۔ کل وہ جائیں گی اس سے ملنے۔" صفدر نے تفصیلی رپورٹ دی۔

"میں نے تم سے کہا تھا پہلے ہی پہنچ جانا۔" اظہر نے سگار سلگایا.

"جی سر۔" صفدر نے تابعداری سے سر ہلایا تو اظہر نے سوالیہ نظروں سے دیکھا.

"میں پہنچ گیا تھا سر وہ سہیلی بہت عرصہ پہلے گھر چھوڑ کر جا چکی ہے۔ کل میڈم خالی ہاتھ لوٹیں گی۔" اظہر کی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"میرا خیال ہے سر مجھے ان کے پاس ہونا چاہیے وہ مایوس ہوں گی اور۔۔۔"

"رہنے دو۔" اظہر نے صفدر کی بات کاٹی۔

"وہ مایوس ہو گی تو ہی واپس آئے گی نا اسے مایوس ہونے دو۔" دھواں فضا میں بکھیرا.

"جی سر۔" صفدر نے کہا.

"جاؤ جا کر سو جاؤ. بہت کام کر لیا تم نے آج۔" اظہر نے اسے جانے کا اشارہ کیا.

★☆☆☆☆☆★

اگلے دن دوپہر کو وہ ایک گھر کے باہر کھڑی تھی جہاں وہ ٹیوشن پڑھا چکی تھی۔ اس عورت نے ملیحہ کی بات سمجھی لیکن صرف ایک رات رہنے کی اجازت دی. ملیحہ نے ہاسٹل کی دوبارہ تعمیر کا بہانہ بنایا تھا۔ ایک رات کے لیے سر پر چھت آ گئی تو نئی فکر نے گھیر لیا تھا کل کیا کرے گی؟ اب ساری زندگی کیا کرے گی؟ رات بھی وہ ٹھیک سے سو نہ سکی. اگلے دن شام کے وقت وہ اس گھر سے بھی چلی گئی۔ نا معلوم منزل کی طرف رکشہ لیا اور سوچا کچھ کھانے کو خرید لے تو ایک بیکری پر رکنے کو کہا. وہ چکن بریڈ لے کر سنیک سٹینڈ کی طرف بڑھ گئی۔ سنیکس لے کر مڑی اور رک گئی. درمیان میں دس فٹ کا فاصلہ تھا. اور ان دس فٹ کے

ہو بہو ملیحہ جیسی لڑکی کھڑی تھی۔ مڑتے ہی اس کا پہلا گمان یہ تھا کہ شاید وہ آئینہ دیکھ رہی ہے. فرق بہت کم تھا. صرف اتنا کہ وہ ملیحہ سے زیادہ جاذبِ نظر تھی. اس کے ہر انداز میں نزاکت تھی، وہ ملیحہ سے لمبی تھی۔ ملیحہ چادر میں لپٹی تھی اور وہ یوں ہی ہم رنگ دوپٹے کو گلے میں ڈالے ہوئے تھی. ملیحہ ٹھٹک گئی تھی مگر کب تک ایسے ہی کھڑی رہتی اس لڑکی کو اپناوہم سمجھا اور دو قدم کاؤنٹر کی طرف اٹھائے مگر وہ لڑکی تیز تیز چلتی سر پر پہنچ گئی اور ساتھ ہی پوچھا۔

"تمہارانام؟" وہ آواز سنی سنی تھی۔ بچپن کی یادوں جیسی، بہت پیچھے بہت دور، ماضی کی آواز مگر دل کے بہت قریب۔

"ملیحہ۔" وہ بولنا نہیں چاہتی تھی مگر بھوری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ خود کو روک نہیں پائی تھی.

"پورانام؟" اس کے انداز میں بے صبری تھی، رعب تھا مگر ساتھ ہی وہ جاننے کے لیے بے چین تھی۔

"ملیحہ اورنگزیب!" ملیحہ نے جواب دیا۔

"ملیحہ اورنگزیب اظہر عالم شاہ رائٹ؟" وہ لڑکی بولی۔ ملیحہ چونک اٹھی۔

"آپ کو کیسے پتہ؟" یہ نام جو اس نے آج تک کسی کو نہیں بتایا تھا وہ یہ انجان لڑکی کیسے جانتی تھی۔

"چلو میرے ساتھ۔" اس نے جواب دینے کی بجائے حکم دیا۔ کیسا کیک، کون سے سنیکس، سب وہیں رہ گیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر ملیحہ نے چور نظروں سے اس کو دیکھا. اس کے پاس گاڑی تھی، ڈرائیور تھا، گارڈ بھی تھا. بہت امیر لڑکی تھی. مگر مجھے کیسے جانتی ہے؟ میرے سے کیوں ملی ہے؟ میرے جیسی کیوں ہے؟ وہ اسے ایک اچھے فلیٹ میں لے آئی. سٹنگ روم میں لا کر کہا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRONG OF YOUR KIT

"بیٹھ جاؤ۔" اور پھر کچن کی طرف منہ کر کے بولی۔

"عربا کھانا لگاؤ۔" اور وہ وہاں سے چلی گئی۔ کچھ ہی دیر بعد آئی اور کہا۔

"ادھر ڈائننگ ٹیبل پر آ جاؤ۔" ملیحہ اس کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل کی طرف آئی اسی وقت عربا کچن سے نکلی اور ان دونوں کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"بی بی جی یہ کون۔۔۔"

"اپنے کام سے کام رکھو اور خبر دار زبان کھولی تو۔" عنبر نے غرا کر کہا۔ ایک سیکنڈ میں اس کا چہرہ خطرناک ہو گیا۔ خوبصورتی کہیں کھو گئی. ملیحہ ڈر گئی.

"جی بی بی جی۔" عربا کھانا سرو کرنے لگی اور پھر غائب ہو گئی۔ عنبر کے تاثرات نارمل ہو گئے۔

"شروع کرو۔" اس نے ملیحہ سے کہا. مگر اس غراہٹ کی وجہ سے ملیحہ نے پہل نہیں کی۔ عنبر نے خود اس کی پلیٹ میں تھوڑا تھوڑا سب ڈال دیا اور پھر خود بھی کھانا شروع کیا۔ ملیحہ بھی کھانے لگی. کھانا بہت مزیدار تھا۔ عنبر نے اس کی پلیٹ دوبارہ بھر دی. ملیحہ نے بہت عرصے بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا. کھانے کے بعد عنبر نے اس کی کمرے کی طرف رہنمائی کی۔

"یہ کمرہ تم لے لو۔ یہاں سو جاؤ۔ صفائی کروادی ہے میں نے۔" ملیحہ اسی طرح چادر میں لپٹی بیڈ پر بیٹھ گئی. عنبر چلی گئی. ملیحہ نے جوتے اتار کر پاؤں اوپر کر لیے۔ وہ کب سو گئی اسے خبر نہ ہوئی۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

آج کا دن عنبر اور نگزیب اظہر عالم شاہ کے لیے عجیب ترین، حیران کن اور انکشافات سے بھرپور تھا. وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اس کی گود میں پڑے لیپ ٹاپ کی سکرین روشن تھی لیکن اس کی نگاہیں سکرین پر مرکوز نہیں تھیں۔ آج سہ پہر تین بجے اس کا ٹیسٹ تھا لیکن دوپہر ایک بجے اسے صائمہ کے گھر سے بھاگ جانے کی اطلاع ملی۔ وہ اس شاک سے نکلی ہی تھی کہ ٹیسٹ کا وقت ہو گیا۔ وہ ان کے سوالوں کا جواب دینے میں بری طرح سے ناکام ہو گئی تھی، وجہ صائمہ کی گمشدگی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ صائمہ ایسا بھی کر سکتی ہے۔ وہ ٹیسٹ میں کامیاب نہیں تھی مگر پھر بھی اسے اسسٹنٹ مینیجر کے طور پر رکھ لیا گیا تھا اور پھر واپسی پر بیکری میں اس کی بہن، عنبر کی سگی چھوٹی بہن، اس کی ماں جائی، اسے مل گئی تھی۔ وہ ماضی کی کہانی سننے کے بعد ماں کو ڈھونڈنے چلی تھی۔ چھوٹی بہن کے بارے میں تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا اور وقت نے کیا کھیل کھیلا۔ تقدیر میں کیا لکھا تھا۔ اسے اس کی بہن ملا دی گئی۔

تو کیا یہ اس کی تلاش کا جواب تھا؟ کیا واقعی عنبر کی ماں مر چکی تھی اور عنبر کی تلاش کی کوشش کے بدلے ملیحہ اس سے ملا دی گئی تھی۔ ماں کی یاد کے طور پر؟ یا پھر ملیحہ نے پہلے ملنا تھا اور ماں نے بعد میں؟ یا پھر ملیحہ کو کچھ ایسا پتہ تھا جو عنبر کو ماں کی تلاش میں مدد دے دیتا؟ وہ سوچنا شروع ہوئی اور سوچتی چلی گئی۔ اس کی زندگی کی وہ گھڑی جس میں وہ کیک سلیکٹ کر کے مڑی تھی، وہ گھڑی گزری نہیں تھی وہیں رک گئی تھی۔ اگلی ہر گھڑی کے ساتھ وہ گھڑی موجود تھی. عنبر آسانی سے اس گھڑی میں دوبارہ جا سکتی تھی، اسے محسوس کر سکتی تھی. بہن کے بارے میں سوچ کر کبھی محبت محسوس نہیں کی تھی مگر اسے دیکھتے ہی اسے ساتھ رکھنے کی، پیار کرنے کی جو خواہش محسوس ہوئی تھی، وہ احساسات عنبر، ملیحہ کو کبھی نہیں سمجھا سکتی تھی۔ اس نے اپنے ہوش و حواس میں پہلی بار اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا تھا اور فوراً پہچان گئی تھی۔ کوئی شک و شبہ نہ تھا۔

بس اس کے منہ سے 'ملیحہ اورنگزیب' ہونے کا اقرار سننا تھا۔ وہ ایک نظر میں جان گئی تھی کہ اس وقت اس کی بہن دربدر تھی۔ اس کی چادر، مٹی سے اٹے ہوئے اس کے جوتے، بکھرا ہوا حلیہ، وہ اچھے حالات میں نہیں تھی۔ سیکنڈز میں عنبر نے اسے ساتھ لے کر چلنے کا فیصلہ کیا۔ وہ جانتی تھی ملیحہ کی خبر گیری کرنے کے لیے کوئی عنبر تک نہیں پہنچے گا۔ اگر اس کی کوئی خبر گیری کرنے والا ہوتا تو وہ اس حال میں ہوتی؟

وہ خاموشی سے اٹھی اور ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھولا. پنکھا، اے سی سب بند تھا. وہ یوں ہی روشن کمرے میں سو گئی تھی۔ چھوٹا سا بیگ بیڈ کے ساتھ پڑا تھا. اس نے عنبر کی کسی چیز پر حق نہیں جتایا تھا۔ وہ کہہ کر گئی تھی کہ سو جاؤ تو وہ سو گئی تھی۔ وہ یہ کہہ کر نہ جاتی تو کیا وہ نہ سوتی؟ عنبر کو بے چینی ہوئی۔ ملیحہ ابھی تک اس کالی چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے بہن کا اعتبار نہیں کیا تھا یا شاید وہ جانتی نہیں تھی یا یقین نہیں تھا کہ عنبر اس کی بہن ہے۔ عنبر کو دکھ نے گھیرا۔ کیا اس نے زندگی سے یہ سیکھا ہے کہ کسی پر بھی اعتبار نہ کرو؟

عنبر نے اسے کمفرٹر اوڑھایا، اے۔ سی چلایا، لائٹ آف کی اور واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ کچھ دیر لگی لیکن عنبر کو نیند آ ہی گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

اگلی صبح ملیحہ کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔ یوں لگا جیسے دادی نے جگایا ہو۔ اٹھ کر اسے سمجھ نہ آئی کہ ٹوٹی ہوئی چارپائی کدھر گئی اور دادی کہاں ہیں؟ وہ پریشان ہو کر ایک دم کھڑی ہوئی اور جھماکے سے پچھلے دو دن اور دو راتیں نظروں سے گزر گئیں. وہ گرنے کے انداز میں بیڈ پر بیٹھ گئی۔ کیا اس نے ٹھیک کیا؟ اس لڑکی سے نہ جانے کیسی انسیت محسوس ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی لگا تھا جیسے ملیحہ کڑکتی دھوپ سے گھنی

چھاؤں میں آ گئی ہو۔ وہ اس کا نام تک نہیں جانتی تھی مگر جب اس نے ساتھ چلنے کو کہا تو انکار نہیں کر سکی اور ساتھ چل پڑی. کیا ملیحہ نے ٹھیک کیا؟

انہی سوچوں میں گم اس نے وقت دیکھا۔ فجر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ وضو کرنے چل دی۔ وضو کر کے واپس آئی تو جائے نماز کی تلاش میں نظریں دوڑائیں. دونوں کونوں میں ایک، ایک میز رکھی ہوئی تھی. ان کے بہت سے دراز اور خانے تھے۔ ملیحہ نے ایک، ایک کر کے سارے دراز کھول کر دیکھنے شروع کیے. ان میں سے اکثر لاکڈ تھے. وہ بیڈ کی طرف آئی.

بیڈ کی دونوں سائیڈ ٹیبلز کے دراز لاکڈ تھے لیکن نچلے خانے انلاک تھے۔ اس نے دائیں طرف کا کیبنٹ کھولا تو وہ خالی تھا. بائیں طرف والا کھولا تو اس میں جائے نمازیں رکھی ہوئی تھیں. اس نے ایک جائے نماز نکال لی. اب قبلہ رخ کا مسئلہ تھا. وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلی. ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا. ملیحہ نے اندر دیکھا تو عنبر نماز پڑھ رہی تھی. بڑی سفید چادر چہرے کے گرد لپیٹے وہ کل والی عنبر سے مختلف لگ رہی تھی۔ ملیحہ نے قبلہ رخ دیکھا اور اپنے کمرے میں آ کر نماز ادا کی۔ نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا مانگے۔ پھر اللہ سے اپنے حق میں بہتری کی دعا کی اور جائے نماز تہہ کر کے جہاں سے نکالا تھا وہیں رکھ دیا۔ وہ دوبارہ عنبر کے کمرے کی طرف بڑھی. اب عنبر صوفے پر بیٹھی ہلکی آواز میں تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول تھی۔

"اندر آ سکتی ہوں؟" ملیحہ نے پوچھا۔ عنبر نے سر کو اثبات میں ہلایا۔ ملیحہ دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔ عنبر نے آیت مکمل کر کے قرآن پاک الماری میں رکھ دیا اور واپس آ کر، جس صوفے پر ملیحہ بیٹھی تھی اس کے دوسرے سرے پر بیٹھ گئی۔

"کہو کیا کہنا ہے؟"عنبر نے پوچھا۔

"آپ مجھے کیسے جانتی ہیں؟"ملیحہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"میں تمہیں نہیں جانتی بس اتنا جانتی ہوں کہ ملیحہ اورنگزیب میری سگی بہن ہے۔"

"اور آپ؟"

"میں؟عنبر۔"عنبر مسکراتے ہوئے بولی۔

"عنبر اورنگزیب اظہر عالم شاہ۔اب بتاؤ کون ہو تم؟"

"ملیحہ۔"اور پھر ملیحہ نے ہوش سنبھالنے سے لے کر آج تک کی ساری کہانی سنادی۔

"مجھے جانے بغیر،میرے ساتھ کیوں آگئی؟ایسے کسی کی بھی گاڑی میں نہیں بیٹھتے یہ تو پتہ ہے نا؟"

"جی۔وہ مجھے لگا عنبر کہ تم میرا مطلب ہے کہ آپ میری بہن ہیں اور مجھے ماں کے پاس لے کر جارہی ہیں۔ مجھے یہی بتایا گیا ہے ماں اور بابا کی ڈیتھ ہو گئی لیکن پتا نہیں کیوں دل کہتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔لیکن ماں تو یہاں نہیں ہے ہے نا؟"ملیحہ نے تصدیق چاہی۔

"ہمم وہ یہاں نہیں ہیں اور وہ زندہ ہیں۔"

"تو وہ کہاں ہیں؟"

"معلوم نہیں۔میں بھی ان کی تلاش میں ہوں۔"

"ایسا کیا ہوا تھا کہ ماں کو مجھے چھوڑنا پڑا؟"عنبر نے سر اٹھا کر اس کی شکل دیکھی۔ملیحہ بدگمان نہیں تھی۔وہ زمانے کی ہر قسم کی تلخی کا سامنا کرنے کے باوجود ماں سے بدگمان نہیں تھی۔عنبر نے اس پر رشک بھری نگاہ ڈالی اور ساری حقیقت بتا دی۔ملیحہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے. عنبر بھی رونے لگی تھی۔

"تو ہماری اماں اب تک نانا کے پاس ہیں؟"ملیحہ نے پوچھا.

" پتہ نہیں نانا زندہ بھی ہوں گے یا نہیں. اور ماں کا بھی پتہ نہیں کہ۔۔۔"

"ایسے تو نہ کہیں عنبر آپی! اللہ کرے اماں ٹھیک ہوں اور ہمیں مل جائیں۔"

" آمین۔اب بس مجھے سکندر مظہر عالم شاہ کو ڈھونڈنا ہے۔"عنبر کی آنکھوں میں جنون کے دیے جلتے نظر آئے۔

★☆☆☆☆☆☆★

وہ دو دن عنبر اور ملیحہ نے اکٹھے گزارے۔وہ ایک دوسرے کے بارے میں سب جان گئی تھیں۔صرف دو دن ہوئے تھے ملے ہوئے مگر ایسا لگتا تھا جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔دو دن بعد عنبر صبح آفس جانے کے لیے تیار ہوئی اس نے سفید ٹراوزر کے ساتھ میرون شرٹ پہنی اور میرون دوپٹہ گردن میں ڈالا، بھورے سیدھے بالوں کو پونی میں باندھ لیا۔وہ کمرے سے نکلی تو ملیحہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"واؤ!"

" تھینکس، ایک منٹ ادھر آنا۔"عنبر اسے لیے اپنے کمرے میں آگئی۔

"میری کسی بھی چیز کے استعمال کا دل کرے تو بلا جھجکے استعمال کر لینا۔ بس اس دراز میں میرے کچھ ڈاکومنٹس ہیں (صفدر نے اظہر کی ڈیٹیلز بھیجی تھیں) ان کو مت کھولنا۔ اور ہاں میں نے عربا کو بتایا ہے کہ تم میری سہیلی ہو۔ اس سے زیادہ بات مت کرنا اور نہ ہی کسی کو کچھ بتانا۔ میری جاب کا بھی کسی کو نہیں پتہ تم بھی نہ بتانا، فون نہ سننا۔ ابھی کچھ دن گھر سے نہ ہی نکلو تو بہتر ہے۔ تمہاری دادی، آنٹی وغیرہ تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ بس پیپرز دینے چلی جانا یونیورسٹی، اوکے؟"

"جی، ویسے۔۔۔" عنبر جاتے جاتے رک گئی۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا کہ بڑی بہنیں ماں کا روپ ہوتی ہیں۔ مگر مجھے آپ میں ماں والی کوئی بات نظر نہیں آئی تھی۔ میں سوچتی تھی بڑی بہنیں تو سہیلیاں ہوتی ہیں مگر آج کی نصیحتوں کے بعد اندازہ ہوا کہ آپ ماں کا کردار بھی بخوبی نبھالیتی ہیں۔" ملیحہ ہنستے ہوئے بولتی چلی گئی۔

"مار کھاؤ گی تم میرے سے۔" عنبر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ۔" عنبر نے کہا اور ملیحہ کو گلے لگالیا۔ ملیحہ ہق دق رہ گئی۔ یہ ان دنوں میں پہلی بار تھا کہ عنبر نے اسے گلے لگایا تھا۔ ملیحہ کو یوں لگا جیسے ہر پریشانی نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا ہو اور پھر عنبر چلی گئی۔

★☆☆☆☆☆★

پہلا ایک ہفتہ آفس میں بہت اچھا گزرا۔ کام آسان تھا، جلدی سمجھ آ گیا۔ اس کی ایک پریزنٹیشن بھی ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ والا کیبن پاکیزہ کا تھا۔ اچھی لڑکی تھی، عنبر کو اس سے کافی ہیلپ مل رہی تھی۔ اظہر کا ایک دو بار فون آیا تھا۔ عنبر نے اظہر کی ساری ڈیٹیلز پڑھ لی تھیں اور دادا کو ایک دو مفید مشوروں سے بھی نوازا تھا۔ دادا خوش تھے کہ وہ خود سے خیال کر رہی ہے اور اپنی بڑی بہن کی طرح نمک حرام اور احسان

فراموش نہیں ہے۔ وہ ابھی تک صائمہ کو ڈھونڈ نہیں پائے تھے۔ عنبر نے صفدر سے کہہ کر ان ڈیٹیلز کی سافٹ کاپی منگوالی تھی اور پرنٹ آؤٹ جلا دیے تھے۔ شام میں عنبر اور ملیحہ ڈھیر ساری باتیں کرتے تھے۔ ملیحہ نے اس کے لیے ایک دوبار کھانا بھی بنایا۔ عنبر کو بہت پسند آیا لیکن اس کو پڑھائی پر توجہ دینے کی تنبیہہ کی۔

یہ اس کا آفس میں نواں دن تھا۔ وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ اس کی اور واسطی صاحب، جو عنبر کے باس تھے، ان کی میزوں کے درمیان شیشے کی پارٹیشن تھی، آفس ایک ہی تھا۔ بریک ہونے والی تھی، وہ اپنا کام سمیٹ رہی تھی کہ یک دم دروازہ کھلا کوئی اندر داخل ہوا۔ عنبر نے اپنے کیبن سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آج وہ سفید شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس تھا۔ مہنگے کفلنکس اور قیمتی گھڑی کلائی میں باندھی تھی۔ وہ انٹرویو والے دن کی طرح جگمگ کر رہا تھا۔ کیبن میں بیٹھی عنبر کو بھی اس کے قیمتی پرفیوم کی مہک محسوس ہوئی تھی۔

وہ سیدھا واسطی صاحب کی ٹیبل پر گیا تھا اور کھڑے کھڑے کوئی بات کی تھی۔ واسطی صاحب نے کال کر کے عنبر کو لاسٹ منتھ کی پرافٹ اینڈ لاس سٹیٹمنٹ لانے کو کہا تھا۔ عنبر وہ فائل لے کر اپنے کیبن سے نکلی اور واسطی کی میز تک گئی۔ اس شاندار بندے کا تعارف فیروز عالم، سی-ای-او آف سکندر انڈسٹریز کے طور پر کروایا گیا تھا۔ پاکیزہ نے عنبر کو خاص طور پر اس بندے کی گڈ بکس میں رہنے کو کہا تھا۔ عنبر کو دو دن پہلے کی پاکیزہ سے کی گئی گفتگو یاد آئی۔

"ویسے تو سکندر انڈسٹریز کے مالکان ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹس ہی سے رابطہ رکھتے ہیں ہم جیسے چھوٹے عملے کو نہیں پوچھتے لیکن فیروز صاحب کی خاص طور پر ہر شخص پر نظر ہوتی ہے۔ پتہ نہیں وہ اتنے لوگوں پر کیسے نظر رکھ لیتے ہیں لیکن یہاں ٹھہرتے وہی ہیں جو ان سے وفادار ہیں۔ اس لیے تمہاری کوئی خامی فیروز

صاحب کے سامنے نہیں آنی چاہیے۔ڈرنے والی کوئی بات نہیں میں دس سال سے یہاں کام کر رہی ہوں۔ میرا ان سے کبھی آمنا سامنا نہیں ہوا۔وہ فضول میں تنگ نہیں کرتے نہ ہی ایکسٹرا کام کرواتے ہیں۔"وہ فیروز کی آواز پر ہوش میں آئی۔وہ ابھی بھی ان کی میز کے پاس کھڑی تھی۔

فیروز واسطی سے پوچھ رہا تھا۔

"ان پچاس لاکھ کی ڈیٹیلز کہاں ہیں؟"

"وہ سر یہ ہم ابھی لکھ رہے ہیں۔"واسطی نے جواب دیا۔

"کیا مطلب لکھ رہے ہیں؟ یہ لاسٹ منتھ ہی سپینڈ ہو چکا ہے۔ تیس دنوں میں آپ پچاس لاکھ کا حساب نہیں کر سکے؟"وہ غصہ نہیں کر رہا تھا نہ ہی لہجے میں تیزی تھی لیکن اس کی جھکی نظریں اب جھکی ہوئی نہیں تھیں۔وہ واسطی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔

"سر وہ.... سر...وہ سکندر صاحب نے یہ لکھوا دیا تھا اور کہا تھا کہ ڈیٹیلز بعد میں دیں گے۔"واسطی نے بہانہ بنایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اینی وے مجھے یہ دو دن کے اندر چاہیے۔"کہہ کر وہ آندھی اور طوفان کی رفتار سے آفس سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد عنبر واسطی کی طرف متوجہ ہوئی۔

"سر یہ سکندر سر نے تو نہیں یوز کیے۔"واسطی چونکا۔

"ارے نہیں آپ کو نہیں پتہ،وہ ہمیشہ سے پیسے ایسے ہی منگواتے ہیں،اب آپ ایسا کریں انس کو کہیں کہ یہ سکندر سر کے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ لکھ دے، تھوڑی تھوڑی اماؤنٹ لنچ اور ڈنر کے طور پر۔"عنبر نے

بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ یہ تو اسے سمجھ آگئی تھی کہ واسطی کوئی دھوکہ دے رہا ہے۔ وہ 'اوکے سر' کہہ کر چلی گئی۔ بریک میں وہ پاکیزہ سے ملی اور اسے ساری بات بتائی اور کہا کہ

"دل تو میرا چاہ رہا ہے کہ فیروز عالم کو جا کے بتا دوں کہ یہ واسطی دھوکہ دے رہا ہے۔ میرے سامنے اس نے اپنے کزن کو یہ پچاس لاکھ دیے اور اب سکندر سر کے نام لگا رہا ہے۔" پاکیزہ فوراً بولی۔

"یہ غلطی کبھی مت کرنا۔"

"کیوں تم ہی نے تو کہا تھا کہ فیروز کو وفادار لوگ چاہیئے۔"

"اوہو! بے وقوف، یہ کون سی وفاداری ہے؟ تم اکاؤنٹس کے ہیڈ پر الزام لگا رہی ہو اور تمہارے پاس ثبوت بھی نہیں ہے۔" عنبر بالکل خاموش ہو گئی۔ پاکیزہ سمجھی کہ اسے اپنی بے وقوفی کا احساس ہو گیا ہے جبکہ ایسا نہیں تھا۔ عنبر خاموش اس لیے ہوئی تھی کیونکہ اسے آج تک کسی نے بے وقوف نہیں کہا تھا۔ اب پاکیزہ نے کہا تھا اور وہ تمام عمر اس سے بات نہیں کرے گی، یہ طے تھا۔

واپس فلیٹ میں آکر عنبر نے رات کو ملیحہ سے بات کی۔ اس کے دو پیپر زرہ گئے تھے۔ ملیحہ نے بھی پاکیزہ والا زبان بندی کا مشورہ دیا عنبر خاموش ہی رہتی اگر۔۔۔

★☆☆☆☆☆★

محلِ سکندر پر رات چھا چکی تھی اور فیروز بیسمنٹ میں داخل ہوتے ہی سکندر سے کہنے لگا،

"ڈیڈ!"

"بولو؟" سکندر نے کہا۔

"آپ نے پچاس لاکھ کی ڈیٹیلز کیوں نہیں دیں؟"

"کون سے پچاس لاکھ؟"فیروز نے تفصیل بتائی تو وہ بولے۔

"ہاں ہو سکتا ہے میں نے ہی منگوایا ہو لیکن میں ساتھ ہی ڈیٹیلز دے دیتا ہوں. پتہ نہیں یہ کیسے رہ گئے؟" فیروز اٹھ کھڑا ہوا۔بظاہر سب صحیح تھا۔بعض اوقات سکندر بھول جاتے تھے۔یہ پہلی بار نہیں تھا کہ وہ کچھ بھولے تھے لیکن اس دفعہ کچھ غلط لگ رہا تھا۔کچھ تھا جو کھٹک رہا تھا۔لیکن کیا تھا؟وہ سوچنے لگا۔سکندر ہنکارا بھر کر بولے۔

"تم نے وارث کو اسسٹنٹ کی پوسٹ سے فارغ کیوں کیا اور اسے پیون بنا دیا۔یہ کیا طریقہ ہے؟"

"طریقہ نہیں سزا ہے اس کی۔"

"یہ سزا اس لیے پلان کی نا کیونکہ تم اس لڑکی کو جاب دینا چاہتے تھے۔سارے شہر کا انٹرویو رکھ لیا اور سلیکٹ صرف اسے کیا۔ڈائریکٹ اتنی اچھی پوسٹ دے دی جب کہ وہ ٹیسٹ میں فیل تھی۔"

سکندر کے اس جملے میں کچھ تھا جو فیروز کو برا لگا۔کیا تھا؟وہ سمجھ نہیں پایا۔

"وہ لوگ اس پر پریشر ڈال رہے تھے تو اس کی صلاحیتیں کام کرنا چھوڑ گئیں۔پرسکون ماحول میں کام کرے گی تو دیکھنا ہماری کمپنی کو کہاں سے کہاں لے جائے گی۔"فیروز نے نہ جانے کیوں اس کی سائیڈ لی۔

"پرسکون ماحول تو گھر میں ہی ہوتا ہے۔اس مچھلی منڈی میں سکون کہاں ہے؟"سکندر نے کہا۔

"تو آپ سے کس نے کہا وہ وہیں رہے گی۔یہاں میرے گھر آئے گی نا!میرا گھر اور میری کمپنی چمکانے۔" وہ جذب سے بولا۔سکندر کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

"اوہ! تو یہ بات ہے خاندان پتہ کروایا ہے؟ میں ایک اور بیٹے کی شادی شیرازی جیسے کم عقل کی بیٹی سے نہیں کروانا چاہتا۔" فیروز نے سر جھٹکا۔

"ویسے کیا نام ہے اس کا؟" سکندر نے پوچھا۔

"عنبر اورنگزیب اظہر عالم شاہ۔" سکندر کو کرنٹ لگا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"صفدر نے مجھے بتایا وہ جاب ڈھونڈ رہی ہے۔ میں نے اسے جاب دے دی۔"

"بہت غلط کیا۔ یہ کوئی کام ہے اس کے کرنے والا؟ واسطی کی اسسٹنٹ؟ تف ہے تم پر! جلدی ترقی کرواؤ اس کی! بلکہ ختم کرو نکالو اس کو۔ ہم اس کو ڈائریکٹ بہو بنا کر لائیں گے اور سی-ای-او یا ڈائریکٹر بنائیں گے۔ وہ مالکان میں شامل ہو گی۔" سکندر جذبات کی رو میں کہتے چلے گئے۔

"ابھی کوئی کہہ رہا تھا کہ وہ ٹیسٹ میں فیل ہے۔" فیروز نے مسکرا کر کہا۔

"اوئے بھاڑ میں گیا ٹیسٹ! انٹرویو بھی لینے کی کیا ضرورت تھی؟ بے وقوف۔" سکندر فیروز پر الٹ پڑے۔ فیروز مسکراتے ہوئے نکل گیا۔ سکندر دھڑکتا دل سنبھالتے رہ گئے۔

"عنبر! میری بیٹی میری جان عنبر۔"

★☆☆☆☆☆★

عنبر اس معاملے میں خاموش ہی رہتی، اگر وہ دوسرے ہی دن دوبارہ اسی کزن کو مزید پچاس لاکھ روپیہ دیتے واسطی کو نہ دیکھ لیتی۔ اس نے جلدی سے فون نکال کر پکچر لی۔ آج زیادہ کام نہیں تھا جو تھا وہ، وہ کر

چکی تھی۔ واسطی کو واش روم کا کہہ کر باہر نکل آئی۔ ریسیپشن سے فیروز کے آفس کا پتہ کیا۔ صد شکر کہ وہ اسی بلڈنگ میں تھا، لیکن دو فلور اوپر۔ وہ لفٹ کے ذریعے اوپر گئی اور اس فلور کے ریسیپشن سے فیروز کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ میٹنگ میں ہیں اور آج ان کی شام پانچ بجے تک بیک-ٹو-بیک میٹنگز ہیں۔ باقی آنرز کا عنبر کو پتہ نہیں تھا تو وہ مایوس ہو کر واپس آفس آ گئی۔ کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ کسی کے تیز تیز بولنے کی آواز آئی اور کوئی اندر داخل ہوا. وہ کوئی انٹیریئر ڈیزائنر تھا۔ اس نے اندر آ کر دروازہ پورا کھولا۔ اس کے پیچھے پیچھے کوئی اندر آیا۔ وہ ادھیڑ عمر آدمی تھے، کنپٹی کے بال سفید ہو رہے تھے لیکن اس عمر میں بھی ایکٹو تھے۔ ان کے پیچھے ایک اور نہایت قیمتی سوٹ میں ملبوس جوان مرد تھا۔ اس کا فیس کٹ اور گال فیروز سے ملتے تھے۔ شاید یہ فیروز کا بھائی تھا۔ فیروز کے مقابلے میں اس کی رنگت تھوڑی دبتی تھی۔

"سر یہ یہاں سے اور۔۔۔" وہ انٹیریئر ڈیزائنر بول رہا تھا۔ عنبر سر جھکا کر یوں ہی فائلز کو اوپر نیچے کرنے لگی

"نئی آئی ہو بیٹی؟" نہایت شفقت بھرے انداز میں پوچھا گیا۔ عنبر نے سر اٹھایا۔ وہ ادھیڑ عمر شخص کیبن میں آ چکے تھے۔ وہ گڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔

"جی۔" انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک عجیب احساس عنبر کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ یوں لگا جیسے کسی نے صرف ہاتھ نہیں رکھا بلکہ کوئی تپتی دھوپ سے کھینچ کر ٹھنڈی چھاؤں میں لے آیا ہے۔ جیسے کسی نے ساری پریشانیاں، خدشات ختم کر دیے ہیں۔ بہت ہی مشفقانہ لمس تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے یہ لمس محسوس کرتی رہی، کسی بہت اپنے کا! اور پھر انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا اور عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ انٹیریئر ڈیزائنر سے ڈسکس کر کے جانے لگے تھے، عنبر نے ان کو روکنا چاہا لیکن وہ جا چکے تھے۔ اسے رونا آنے لگا۔ وہ بہت کم جذباتی ہوتی تھی۔ وہ دوبارہ واش روم کا کہہ کر چلی گئی۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، باہر آکر ریسپشن سے پانی پیا اور واپس جانے کے لیے مڑ گئی لیکن۔۔۔

★☆☆☆☆☆★

"غضب خدا کا پندرہ دن ہو گئے اور اس لڑکی کا پتہ نہیں ہے۔ گاڑی نکلواؤ! میں خود جا کر اسے لے کر آؤں گا۔ صائمہ تو ہمارے منہ پر کالک مل گئی اور کسی کو میں یہ موقع نہیں دوں گا۔ اب منگنی نہیں نکاح ہو گا۔ عنبر اور واجد کا اور نائمہ اور شکیل کا۔"

ناشتے کے بعد اظہر عالم شاہ نے ڈائننگ ہال سے نکلتے ہوئے ملازمین کو حکم دیا اور ڈائننگ ہال میں ناشتہ کرتے باقی نفوس کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر واپس اپنے آفس جا رہی تھی کہ دور سے فیروز چلا آ رہا تھا۔ کسی سے تیز تیز بات کرتا اس کے دونوں طرف مرد تھے۔ نجانے کس کس ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ تھے۔ اس کی بات دھیان سے سنتے ہوئے، اس کی رفتار کا مقابلہ کرنے کی کوشش میں تھے۔ عنبر اس کی طرف بڑھی اور کچھ فاصلے پر رک گئی۔ وہ قریب سے گزرنے لگا تو اس نے پکارا۔

"سر!" سب کو لگا کہ فیروز رک گیا ہے لیکن فیروز کی تو دنیا ہی رک گئی تھی۔

وہ اس کی طرف مڑا اور سیاہ آنکھیں بھوری آنکھوں پر جما دیں۔ عنبر نے بھی نظریں نہیں ہٹائیں۔

(ایسا بھی کیا ڈرنا؟ سی-ای-او ہو گا تو اپنے گھر ہو گا) لیکن وہ مینرز نہیں بھولی تھی۔ اس لیے گویا ہوئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آئی ایم سوری سر! مجھے آپ کے آفس آنا چاہیے تھا لیکن آپ کی بیک-ٹو-بیک میٹنگز تھیں۔ مجھے ضروری بات کرنی تھی اس لیے آپ کو یہاں روک لیا۔ سر وہ واسطی صاحب۔۔۔"فیروز چونکا۔ وہ کہے جا رہی تھی۔

"واسطی صاحب نے پہلے پچاس لاکھ اپنے کزن کو دیے تھے اور اب آج پھر مزید پیسے اپنے کزن کو دیے ہیں۔"

"ثبوت؟"اس نے یک لفظی سوال کیا۔

"یہ پکچر سر!"فیروز نے ایک نظر ڈالی اور پھر فون اس کے ہاتھ سے لے کر ایک نمبر پر سینڈ کی۔ وائی-فائی کنیکشن آن ہوا تو فون پر میسجز ریسیو ہوئے۔ فیروز نے وہ دیکھے بغیر فون واپس کر دیا۔

"ٹھیک ہے آپ جا سکتی ہیں۔"عنبر واپس آگئی۔ بریک ہو چکی تھی۔ پاکیزہ معمول کے مطابق اس کے کیبن میں آگئی۔

"یہ جو آئے تھے نا ابھی بریک سے پہلے انٹیریئر ڈیزائنر کے ساتھ، یہ سکندر سر خود تھے۔ واؤ! ہمارے آفس میں آئے تھے اور ان کا بیٹا دیکھا بہروز، جو ان کے ساتھ تھا، آج اس کی مہندی ہے۔"عنبر کو بہت دیر بعد سلو موشن اس کی آواز سنائی دی۔ جسم سن ہو رہا تھا، وہ رشیدہ اماں کے میسجز پڑھ رہی تھی۔

'اظہر آپ کے پاس آ رہے ہیں۔ آج آپ کا واجد صاحب سے نکاح ہے۔ آپ کو لے کر واپس آئیں گے۔" سب گڈ مڈ ہو رہا تھا۔ نکاح آج؟؟

"میم؟"وہ چونکی۔ حواس میں واپس پلٹی۔ سامنے ریسپشنسٹ کھڑی کہہ رہی تھی۔

"یہ آپ کا ٹرمینیشن لیٹر ہے۔ سر فیروز کہہ رہے ہیں آپ کو کل سے آنے کی ضرورت نہیں۔"

"ہاں اوکے۔" جو شاک دادا کے آنے کی خبر سن کر لگا تھا اس سے بڑا کوئی شاک نہیں تھا جو عنبر کے حواس مختل کر سکتا۔ اب کوئی احساسات نہیں تھے۔ نوکری سے نکالے جانا بھی عنبر پر اثر انداز نہیں ہوا تھا۔

"کیا؟" پاکیزہ حیران ہوئی۔

"کیوں کیا کیا ہے عنبر نے؟ ایسے کیسے نکال سکتے ہیں؟"

"پتہ نہیں میم۔" کہہ کر وہ پلٹ گئی۔

"میں نے فیروز عالم کو واسطی کے بارے میں بتا دیا۔" عنبر نے پاکیزہ کو بتایا۔

"کیا؟ پاگل ہو تم!، میں نے منع بھی کیا تھا۔۔۔ اف! اٹھو ابھی! چلو اور جا کر معافی مانگو۔" عنبر کو جھٹکا لگا۔

"ہر گز نہیں! میں کیوں معافی مانگوں؟ میں جانتی ہوں مجھے اس وجہ سے نہیں نکالا۔"

"تو اور کیا وجہ ہے؟" پاکیزہ نے پوچھا۔

"یہ میں نہیں جانتی۔" اس نے اپنا سامان سمیٹا اور آفس کی گاڑی میں فلیٹ واپس آ گئیں وہ سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ بیگ بیڈ پر پھینکا اور سر پکڑ لیا۔ دادا یہاں آ رہے تھے۔ اس کو واجد سے نکاح کے لیے لینے آ رہے تھے۔ خدایا! وہ کیا کرے؟ کہاں جائے؟ اس نے کیسے سوچ لیا کہ وہ کسی اور کی نوکری کرے گی اور اپنا پیسہ کمانا شروع کرے گی تو وہ انڈیپینڈنٹ ہو جائے گی؟ وہ دادا کے چنگل سے نکل جائے گی؟ اب وہ کیا کرے؟

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR...

دماغ کہہ رہا تھا کہ اورنگزیب وِلا چلو۔ دادا کو تم وہیں ملنی چاہیئے ہو۔ تو پھر وہ ملیحہ کو کہاں چھوڑے؟ عربا کو لے جائے تو ملیحہ کے پاس کون ہو؟ نہ لے کر جائے تو عربا کی غیر موجودگی کے بارے میں کیا کہے؟ ملیحہ اندر آئی۔

"کیا بات ہے آپی؟ آپ جلدی آ گئیں؟"

"ایسے ہی بس۔"

"کوئی پریشانی والی بات تو نہیں؟"

"ارے نہیں! جاؤ تم کھانا کھالو۔" عنبر نے اسے بھیجنا چاہا۔

"پتہ کیا آپی میرا آج کا پیپر بہت اچھا ہوا۔ اب شکر ہے جان چھوٹ گئی۔ اب بس انٹرنشپ کا مسئلہ ہے اور۔۔،"

"اچھا ٹھیک ہے اب جاؤ جا کر کچھ کھالو۔ چلو شاباش!" عنبر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ملیحہ ششدر رہ گئی۔ یہ پہلی دفعہ تھا کہ عنبر نے ملیحہ سے اس لہجے میں بات کی تھی۔ ورنہ وہ اس کی بات بہت دھیان سے سنتی تھی چاہے بات کتنی ہی بورنگ کیوں نہ ہو۔ ملیحہ پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا ہوا اگر عنبر کے پریشان کن تاثرات دیکھ کر وہ خاموشی سے اٹھ کر چلی گئی۔ عنبر کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ دادا کے پاس چلی گئی تو واجد سے شادی کی فرار کی کوئی راہ نہیں ہو گی۔ اب ایک ہی حل تھا۔ وہ نتیجے پر پہنچ کر کسی کو میسج کرنے لگی۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ایک گھنٹے بعد:

عنبر اپنے کمرے سے نکلی اور ملیحہ سے کہنے لگی" جلدی ادھر آؤ! میری بات سنو!" ملیحہ اس کے پیچھے اس کے کمرے میں چلی گئی۔

"تم اپنا ضروری سامان پیک کر لو ایک بیگ سے زیادہ نہ ہو۔ سب امپورٹنٹ چیزیں رکھ لو! یہاں کچھ نہیں چھوڑنا جو سامان رہ جائے گا، عُربا وہ لے کر اپنے گاؤں چلی جائے گی۔ اوکے؟"

"مگر ہم کہاں جا رہے ہیں؟" ملیحہ بے چین ہوئی۔

"انگلینڈ!"

"کیا! کیوں؟"

عنبر نے اسے واجد سے شادی کے بارے میں بتایا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے مگر جو ہم کر رہے ہیں کیا وہ ٹھیک ہے؟ مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہا۔"

"جبکہ اس وقت ہم دونوں صرف یہی کر سکتے ہیں۔" عنبر نے جواب دیا.

مزید ایک گھنٹے بعد وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ رہی تھیں۔ فلیٹ کو تالا لگ چکا تھا۔ ڈرائیور کو اور نگزیب وِلا واپس بھیج دیا تھا اور عُربا اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ عنبر گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔ صفدر کے کسی ریلیٹو کو عنبر نے میسج کیا تھا اور اس کی جان پہچان کی وجہ سے ان کی ٹکٹس خریدی جا چکی تھیں۔ وہ ایئرپورٹ پہنچی، چیکنگ کروا کر آگے بڑھی تو اس آدمی نے ٹکٹس لا دیے۔ اب انہیں اناؤنسمنٹ کا انتظار تھا۔ عنبر نے اظہر اور اور نگزیب کو اپنے انگلینڈ جانے کے بارے میں میسج کر دیا اور کہا کہ اس کے کسی

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پروفیسر کو ضروری کام ہے اور انہوں نے بلایا ہے وہ انکار نہیں کر سکتی اور ویسے بھی وہ واجد سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ جانتی تھی یہ سب پڑھ کر کیا ہوگا اور ساتھ ہی فلائٹ کے لیٹ ہونے کا اعلان ہونے لگا۔

★☆☆☆☆☆★

"دایان کو فون کیا؟" سکندر نے پوچھا۔

"بابا وہ کال پک ہی نہیں کر رہا۔" ایمن نے بے چینی سے کہا۔

"ہم چلتے ہیں پھر وہ آجائے گا۔" بہروز نے مشورہ دیا۔

"بیٹے! کچھ میچور ہو جاؤ! اب کل تمہاری شادی ہے پریکٹیکل لائف میں جلد بازی نہیں چلتی۔" ماہ جبین نے افسوس سے کہا۔

"اچھا مما!" کہہ کر بہروز چپ ہو گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دایان کو میسج کرو ہم ہال جا رہے ہیں وہ ڈرائیور کے ساتھ آجائے گا۔" سکندر نے کہا۔

"اوکے!" ایمن نے جواب دیا اور میسج کرنے لگی۔ حرم نے جھک کر اپنی گڑیا کو اٹھا لیا۔ بہروز لاؤنج میں لگے آئینے میں دیکھ کر اپنی ٹائی ٹھیک کرنے لگا اسی اثناء میں فیروز سیڑھیاں اترتا نظر آیا۔ سیاہ آنکھوں میں خوشی تھی جیٹ بلیک بالوں کو جیل سے پیچھے کو سیٹ کر رکھا تھا۔

"اصل خوش قسمت لڑکی تو میرے اس بیٹے کی بیوی بنے گی۔" ماہ جبین نے فیروز کو دیکھتے ہوئے سکندر کو کہا اور سکندر کے تصور میں جھماکے سے وہ خوش قسمت لڑکی آئی 'کیا ماہ جبین اسے اپنائے گی؟' وہ سوچنے لگے۔ حرم ان کی بات سن کر قریب آئی۔

"میں نے تو کتنی بار کہا ہے مما آپ کو کہ کوئی دبو سی لڑکی ڈھونڈ لیں! بھائی جیسی کوئی آگئی تو ہمیں ہی آؤٹ کر دے گی۔"

اب سکندر نے حرم کو دیکھا 'کیا وہ ایکسیپٹ کرے گی؟ وہ لڑکی فیروز جیسی تو کیا فیروز سے بھی دو ہاتھ آگے تھی!'۔ پھر وہ سب ہال جانے کے لیے محلِ سکندر سے نکلنے لگے۔ سکندر نے اپنی سوچوں کو جھٹکنے کی کوشش کی۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اظہر عالم شاہ اور نگزیب ولا پہنچے تو اورنگزیب کا حیرت اور منزہ کا خوف سے برا حال ہو گیا۔

"عنبر کہاں ہے؟"

"ابا! آپ؟ یہاں؟ کیسے؟"

"میں نہیں آسکتا کیا؟ عنبر کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں۔۔۔" اور اورنگزیب رک گئے۔ اس کے فلیٹ کا اظہر کو یقیناً نہیں پتا تھا، تبھی تو سیدھا یہاں آ گئے تھے۔ 'تو بتانا مناسب تھا یا نہیں؟' وہ سوچ ہی رہے تھے کہ اظہر کے فون کی میسج ٹون بجی اور میسج پڑھتے ہی ان کا غصے سے برا حال ہو گیا۔

"تمہیں پتہ ہے تمہاری بیٹی کہاں ہے؟" اظہر نے اورنگزیب سے غصے سے پوچھا۔ اورنگزیب امبر کا میسج پڑھ رہے تھے پڑھنے کے بعد سر اٹھایا اور کہا" مجھے کیسے پتہ ہو سکتا ہے؟ گڑیا تو وہ آپ کی ہے۔ آپ نے پالا ہے اسے۔ میرے ساتھ تو وہ اجنبیوں جیسا برتاؤ کرتی ہے۔"

"بس بس سب جانتا ہوں میں۔" اور وہ غصے سے سرخ چہرہ لیے اورنگزیب وِلا سے باہر نکل آئے۔

★☆☆☆☆☆★

دایان اپنی ڈائری ہاتھ میں پکڑے تیز تیز باہر آرہا تھا جب اسے سامنے سے پاپا کے بھیجے ہوئے گارڈز نظر آئے۔

"جلدی سے سامان پکڑو میرا!" اس نے ان کو ٹوکن پکڑاتے ہوئے کہا۔ وہ تیزی سے باہر جانے کے لیے مڑا اور اس کی نظر سامنے ڈیپارچر لاؤنج میں پڑی وہاں بہت سے مسافروں کے درمیان دو لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ وہ ان دو لڑکیوں کو کروڑوں لوگوں میں پہچان سکتا تھا۔ دایان کے اردگرد کی تمام آوازیں بالکل ختم ہو گئیں۔ وہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

عالم شاہ حویلی میں قیامت کا سماں تھا۔ اظہر غصے سے بپھرے دائیں بائیں چکر لگا رہے تھے۔

"نکلی ناوہی! حسینہ کی دھوکے باز بیٹیاں۔" ثوبیہ زہر اگل رہی تھی۔

"اتنا بڑا دھوکا!" واجد شاکڈ تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ۔۔،" اظہر اپنا غصہ بھول کر اسے دیکھنے لگے۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسا کر سکتی ہے! میرے ساتھ!! عین نکاح کے وقت وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی بلکہ نہیں دھتکار کر چلی گئی۔ سمجھتی کیا ہے اپنے آپ کو۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں! میں یہ برداشت نہیں کروں گا۔" آخری جملہ دھاڑ کر بولا۔ سب ڈر کر واجد کو دیکھنے لگے۔

زاریا نے آنکھیں چھوٹی کر کے چھوٹے بھائی کو دیکھا' یہ غصے سے زیادہ اسے ایکٹنگ کیوں محسوس ہو رہی تھی؟'

"میں ہرگز ہرگز یہ برداشت نہیں کروں گا! وہ کیا سمجھتی ہے؟ وہ نہیں ہو گی تو میری شادی نہیں ہو گی! شادی ہو گی! ابھی اور اسی وقت ہو گی۔"

"کیا مطلب؟" اظہر نے پوچھا۔

"ہاں ہاں! کیا مطلب؟ اور تمہیں شکر کرنا چاہیئے اس منہ زور لڑکی سے جان چھوٹ گئی۔" ثوبیہ نے کن انکھیوں سے اظہر کو دیکھ کر کہا۔

"میں یہ برداشت نہیں کروں گا! بس ابھی کریں شادی کسی سے بھی کر دیں۔" آخری جملہ سن کر صوفیہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"جی ابا جی! آپ نے ہمیشہ میری بیٹی کو اپنی بیٹی سمجھا ہے. اب آپ بھی حق ادا کر دیں تو۔۔۔"

"کون سا حق؟" ثوبیہ بات کاٹ کر، چمک کر بولی۔

"ابا جی ساری عمر تمہیں اور تمہارے سارے سسرال کو کھلاتے ہی آ رہے ہیں۔ ویسے بھی تم نے اپنے شکیل کے لیے میری زاریا کا نہیں سوچا تو میں تمہاری بیٹی کیوں لوں؟ اور وہ میرے واجد کو پسند بھی نہیں ہے۔ کیوں ابا جی؟" واجد کی بجائے اظہر سے رائے لی۔

"ہما اور زاریا کے لیے تو میں لڑکے پسند کر چکا ہوں۔ اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے لڑنے کی اور واجد تم یہ کیا مطالبہ کر رہے ہو؟ عنبر جب بھی واپس آئے گی تو۔۔۔"

"ہر گز نہیں! میں اس کے لیے نہیں بیٹھوں گا۔ یہ میری غیرت کی بات ہوتی تو میں آپ کے لیے غیرت بھی چھوڑ دیتا لیکن عزت نفس! نہیں دادا جان یہ نہیں ہو گا مجھ سے۔ مجھے ابھی اسی وقت شادی کرنی ہے۔"

"بہت عجیب بات ہے جو تم نے کی ہے میں پھر کہتا ہوں غصہ چھوڑو عقل سے کام لو اور ویسے بھی لڑکی تو بس آئمہ ہی رہ گئی ہے خاندان میں اور فوری طور پر کسی دلہن کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔"

"کوئی بھی ہو، کیسی بھی ہو۔" واجد نے کہا اور کہہ کر پچھتایا کیونکہ اظہر کہہ رہے تھے

"میرے ایک دوست کی بیٹی ہے. پتہ نہیں اب غیر شادی شدہ ہے یا... ثوبیہ! تم کسی لڑکی کے بارے میں کوئی رائے رکھتی ہو تو بتا سکتی ہو۔" اظہر نے بہو سے رائے لی۔ صد شکر کہ ثوبیہ نے یہ بات سنتے ہی واجد کی طرف دیکھ لیا اس کی آنکھوں میں واضح انکار تھا۔

"کیا فرق پڑتا ہے ابا جی؟ وہ 'کوئی' ہماری آئمہ سے تو بہتر نہیں ہو گی! خاندانی حسب بھی پتہ ہے اور بچپن سے جوانی تک بھی آئمہ ہمارے سامنے ہی پلی بڑھی ہے اور جو گل عنبر نے کھلایا ہے اس کے بعد تو آئمہ ہی

ٹھیک ہے۔"اظہر نے صوبیہ کا آخری جملہ نظر انداز کیا۔ آئمہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی. تائی نے 'ہماری آئمہ' کہا تھا پھر یاد آیا کہ یہ تو اس کا رشتہ مانگا جا رہا ہے۔ وہ فوراً اندر بھاگ گئی۔

"کہہ تو ٹھیک رہی ہو! واجد تمہیں اعتراض تو۔۔۔" مگر اظہر کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا۔

"نہیں دادا مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" زاریا نے پر سکون ہو کر پیچھے ٹیک لگا لی۔ شروع سے آخر تک اور بڑوں سے چھوٹوں تک، سب ڈرامہ تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ پتہ کسی کو نہیں تھا۔

"جاؤ نائمہ آئمہ سے پوچھ کر آؤ کوئی اعتراض ہے؟" اظہر نے نائمہ سے کہا۔ نائمہ میکسی سنبھالتی کمرے میں داخل ہوئی اور شوخی سے بولی۔

"سیاں جی پوچھ رہے ہیں قبول ہے؟"

"کیا؟ میں سمجھی نہیں۔" آئمہ نے دھڑکتے دل سے کہا.

"اچھا اب سمجھ دانی چھوٹی ہو گئی ہے؟ چلو میں جا کے دادا کو کہہ دیتی ہوں کہ آئمہ راضی نہیں۔"

"خبر دار آپا! میں نے یہ کب کہا ہے؟" وہ ساری شرم بھول کر کھڑی ہو گئی۔ نائمہ نے قہقہہ لگایا۔

"اف! آپ تو شرمانے بھی نہیں دیتیں۔" آئمہ نے کہا۔ نائمہ، زاریا، ثوبیہ اور رشیدہ اماں نے آئمہ کو تیار کیا۔ عنبر کی منگنی کے لیے اظہر نے سرخ رنگ کی میکسی تیار کروائی تھی وہی آئمہ کو پہنا دی۔ کچھ دیر بعد واجد اور آئمہ کا نکاح ہو چکا تھا۔ شکیل اور نائمہ کا نکاح ان کے بعد ہوا لیکن چھ گھنٹے پہلے کی جو خوشی اور گرم جوشی تھی وہ اب ماحول میں نظر نہیں آ رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کو ملنے کے لیے علیحدہ کمرے میں بٹھایا گیا۔ واجد خوشی خوشی اندر داخل ہوا تو آئمہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی غصے سے انگارہ ہوتی آنکھیں اس پر جمائیں۔

"وہ چھوڑ کر چلی گئی تو تمہیں میں یاد آ گئی؟" وہ چیخی۔

"آہستہ بولو!" واجد بوکھلا گیا اور پھر اصلی غصہ عود کر آیا۔

"شکر نہیں کرتی تم! دادا نے چپ چاپ ہمارا نکاح کرا دیا انہیں پتہ بھی نہیں چلا میری ایکٹنگ کا۔"

"ایکٹنگ؟؟ اوور ایکٹنگ کر رہے تھے تم! مجھے پورا یقین ہے دادا کو پتہ ہے اس سب کا۔"

"اللہ نہ کرے! کیسی باتیں کر رہی ہو؟ بیوی ہو یا دشمن؟ نہیں نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا اگر دادا کو پتہ چل جاتا کہ یہ ایکٹنگ تھی تو کبھی ہماری شادی نہ ہونے دیتے۔ تم دیکھا نہیں ابھی بھی کہہ رہے تھے کہ انتظار کر لو عنبر کا۔"

"اور اگر وہ واپس آ گئی تو؟" آئمہ نے خدشات میں گھرے ہوئے پوچھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں تو تمہیں کیا لگتا ہے؟ وہ ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہے؟ ہاہاہا!" واجد ہنسا اور پھر بمشکل ہنسی روک کر بولا۔

"وہ کہیں نہیں گئی! وہ اورنگزیب وِلا ہی میں ہے۔"

وہ بول رہا تھا اور ساتھ ہنس رہا تھا۔

"اس نے (قہقہہ) وہاں بیٹھے بیٹھے دادا کو میسج کیا اور دادا بے وقوف بن گئے! (قہقہہ) وہ ہماری سوچ سے زیادہ شارپ ہے۔ دیکھ لینا وہ اگلے اڑتالیس گھنٹوں میں اس حویلی میں ہو گی اور دادا اسے معاف کر چکے ہوں گے اور اس کی فیکٹری میں پارٹنر شپ بحال ہو جائے گی۔" آئمہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اس نے ایسا کیوں کیا؟" وہ حیران تھی۔ بظاہر واجد میں کوئی کمی نہیں تھی کہ کوئی لڑکی اس سے شادی سے انکار کرتی۔ واجد کی ہنسی اس سوال پر غائب ہو گئی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی آ گئی۔ "ہمارے لیے! وہ بہت پیار کرتی ہے ہم دونوں سے! تمہیں شاید یاد ہو کہ بچپن میں ہم تینوں اکثر اکٹھے ہوتے تھے۔ میں گیارہ سال کا تھا اور میں نے دادا سے نئی سائیکل کی فرمائش کی تھی دادا نے منع کر دیا اور فیکٹری چلے گئے۔ منشی جی گھر آئے تو عنبر نے انہیں سائیکل لانے کا کہا۔ انہوں نے عنبر کی فرمائش پر سائیکل لا دی کیونکہ عنبر پر کوئی پابندی نہیں تھی اس نے ہاتھ لگائے بغیر وہ سائیکل میرے کمرے میں پہنچا دی۔"

"واٹ!" آئمہ کو جھٹکا لگا۔

"ہاں وہ بہت محبت کرنے والی ہے لیکن محبت کا اظہار عام لوگوں کی طرح نہیں کرتی۔ وہ حویلی میں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے لیکن بیوی بن کر نہیں رہنا چاہتی۔ وہ اس خاندان میں شادی ہی نہیں کرنا چاہتی۔ جب سائیکل کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو اس نے الزام اپنے سر لے لیا۔ دادا نے ہمارا رشتہ طے کیا اور میں نے اسے اگلے دن کہہ دیا کہ مجھے آئمہ سے شادی کرنی ہے اس نے ایک دفعہ پھر الزام اپنے سر لے لیا۔" آئمہ کی انکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"تمہیں اس کے بارے میں یہ سب کیسے پتہ ہے؟ وہ خود بتا دیتی ہے یا۔۔۔"

"وہ کہاں کسی سے کچھ کہتی ہے؟ اس کی سوچ کو کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ ہاں جب وہ کوئی سٹیپ لے چکی ہوتی ہے تو مجھے اس کا پلان سمجھ آنے لگتا ہے کیونکہ عالم شاہ حویلی میں واحد شخص میں ہوں جس نے عنبر کو سمجھنے کی کوشش کی ہے باقی سب تو اسے سمجھانے ہی میں لگے رہے ہیں۔ اچھا اب رونا تو بند کرو۔ سب سمجھیں گے میں نے رلا دیا ہے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ اب کہاں ہو گی؟" ائمہ کو عنبر کی فکر ہونے لگی۔

"وہ ٹھیک ہو گی اسے اپنی حفاظت کرنی آتی ہے۔" واجد نے اسے تسلی دی۔

"اللہ کرے اس کا شوہر بہت اچھا اور کیئرنگ ہو۔" آئمہ نے صدق دل سے دعا دی۔

"میرے جیسا؟" واجد نے ایک بار پھر پرجوش ہوا۔

"جی نہیں! ڈراما کر کے مجھ سے نکاح کیا ہے ساری دنیا کے سامنے تو اقرار نہیں کیا نا کہ۔۔۔"

"اقرار کر لیتا تو اس وقت جنت میں ہوتا۔" واجد نے کہا۔

"اور سنو! مما کے ساتھ تھوڑا پولائٹ ہی رہنا پلیز۔"

"اچھا!" اس نے کہا اور وہ کمرے سے نکل گئی۔

★☆☆☆☆☆★

اظہر عالم شاہ اپنی اسٹڈی کی قد آدم کھڑکی کے سامنے کھڑے باہر دیکھ رہے تھے اور وقفے وقفے سے سگار کا دھواں فضا میں بکھیر رہے تھے۔

"اسے واپس بلانا ہو گا! ایسے نہیں چلے گا میں نے زبردستی کی اور وہ بغاوت پر اتر آئی۔ میں اسے واپس بلاؤں گا مجھے اسے معاف کر دینا چاہیے۔ وہ بہت صلاحیتوں کی مالک ہے۔ میرے بزنس کو اس کی ضرورت ہے۔ ویسے بھی میں یہ سب واجد، کامران اور جہانگیر کے حوالے نہیں کر سکتا! عنبر کا یہاں ہونا ضروری ہے لیکن ایسا کیا کیا جائے کہ وہ خود واپس آ جائے؟" اظہر تانے بانے بن رہے تھے یہ جانے بغیر کی قدرت ان کے خلاف جال بچھا چکی تھی۔ انہوں نے ٹیبل پر پڑا فون اٹھایا اور صفدر کو کال کرنے لگے۔

★☆☆☆☆☆★

فیروز ہال میں داخل ہو رہا تھا کہ اس کے فون کی گھنٹی بجی اس نے اٹینڈ کر کے کان سے لگایا۔

"میں بزی۔۔۔"

"سر! بہت برا ہو گیا!" فیروز کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا یہ پہلی دفعہ تھا کہ کسی نے اس کی بات سنے بغیر کاٹی تھی۔ باقی سب اندر جانا شروع ہو گئے تھے۔ وہ سائیڈ پر ہو گیا لیکن صفدر اس کی بات کا انتظار کیے بغیر بول رہا تھا۔

"بہت برا ہوا سر! بہت برا! رات نو بجے یعنی ایک گھنٹے بعد عنبر اور واجد کا نکاح ہے۔"

"واٹ!! کیا کہہ رہے ہو؟ ہوش میں تو ہو؟" سکندر چونک کر مڑے اور واپس آئے۔ فیروز کو بری خبر سنانا بہت مشکل کام تھا۔ وہ سب ہنس کر سہہ لیتا تھا کوئی بری خبر اس پر اثر نہیں ڈالتی تھی۔ وہ بے قابو نہیں ہوتا تھا۔ آج اگر وہ بے قابو تھا تو مطلب یہ تھا کہ کوئی بری خبر نہیں تھی ایک طوفان تھا جو آ چکا تھا۔

"سر! آئی ایم سوری سر! میں حویلی میں نہیں تھا۔ مجھے اظہر صاحب نے کسی کام سے بھیجا تھا میں واپس آیا ہوں تو مجھے ملازم کے ذریعے پتہ لگا ہے کہ۔۔۔"

"مجھے پانچ منٹ کے اندر مکمل اپڈیٹس چاہیے ہیں ورنہ تمہاری ماں تمہیں روئے گی۔" فیروز نے فون بند کر دیا۔ یہ پہلی دفعہ تھا کہ اس نے کسی کو دھمکی دی تھی سکندر کو برا لگا مگر وہ اسے جج نہیں کر رہے تھے۔ ضرور فیروز کے پاس کوئی وجہ ہو گی اور پھر ان کے پوچھنے پر فیروز نے انہیں سب بتا دیا پانچ منٹ بعد صفدر فون پہ کہہ رہا تھا۔

"عنبر اور ملیحہ ایئرپورٹ پر ہیں۔ فلائٹ لیٹ ہے۔ اظہر صاحب ان کا میسج دیکھ کر واپسی کے لیے روانہ ہو رہے ہیں اور اورنگزیب سر کو کچھ بھی نہیں پتہ ہے۔ واجد صاحب بہت غصے میں ہیں۔"

"شٹ اپ! اس کا نام بھی میرے سامنے مت لو۔"

"یس سر! میں جاتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں تم حویلی میں رہو اور پل پل کی رپورٹ دو! عنبر کا خیال میں خود رکھ لوں گا۔"

"اوکے سر!" صفدر نے کہا اور فیروز نے فون بند کیا اور ایک اور نمبر ڈائل کیا۔

"حیات! گاڑی لو اور ایئرپورٹ پر پہنچو! انگلینڈ والی فلائٹ میں سیٹ لو! وہاں عنبر ہے اس کے قریب کوئی نہیں آنا چاہیے۔ اس کی حفاظت کرو۔"

"یس سر!"

"چلو اب!" سکندر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا پھر اس نے انہیں دیکھا۔

سکندر بولے۔ "بہروز کی ولیمے سے اگلے ہی دن ہم تمہارا رشتہ لے کر جائیں گے اور ہاں کروا کر ہی آئیں گے! فکر مت کرو اپنے جان سے پیارے بیٹے کے لیے اگر بیس سال پرانی دشمنی بھی ختم کرنا پڑی تو میں تیار ہوں۔"

"تھینکس ڈیڈ۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ایک لگاؤں گا! شکریہ کس بات کا؟" دونوں ہنس پڑے اور اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد رسم شروع ہو گئی۔ وہ سٹیج کے دائیں طرف نیچے ایمن کے ساتھ کھڑا تھا کہ اس کا فون بجنے لگا۔ حیات کا نمبر دیکھ کر وہ نسبتاً خاموش کونے میں چلا گیا۔

"بولو؟"

"سر عنبر بی بی تو پورے ایئرپورٹ پر نہیں ہیں۔"

فیروز کی دنیا زمین بوس ہو گئی۔ اظہر اور صفدر کا رابطہ عنبر سے آٹھ گھنٹے پہلے ختم ہو گیا تھا لیکن فیروز کا عنبر سے رابطہ اب ختم ہوا تھا۔

★☆☆☆☆☆★

"کیا مطلب؟ کیا کہہ رہے ہو؟"

"سر میں ابھی پہنچا ہوں وہ نہیں ہیں۔"

"ٹھیک سے دیکھو!"

"میں ہر جگہ دیکھ کر اب پارکنگ میں داخل ہوا ہوں۔ یہاں وہ۔۔۔ وہ سر وہ۔۔۔ وہ جا رہی ہیں! گاڑی میں۔ بعد میں بتاتا ہوں سر۔" فون بند ہو گیا۔ فیروز بے بسی سے فون کو دیکھ کر رہ گیا۔ عنبر حیات کو مل گئی تھی۔ کیا واقعی مل گئی تھی؟ وہ ماتھا مسلنے لگا اور ویٹر کو پانی لانے کا کہا۔ دس منٹ دس دن کے برابر لگے اور پھر اس نے حیات کو کال ملائی۔

"سر وہ دایان سر کے پیچھے جا رہی ہیں پتہ نہیں کیوں سر؟ مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دھیان سے ڈرائیو کرو! عنبر کو شک نہیں ہونا چاہیئے۔ بس چپ چاپ اس کے پیچھے چلتے رہو۔ کسی معاملے میں ٹانگ نہ اڑانا۔"

"اوکے سر!"

★☆☆☆☆☆★

دایان خوشی خوشی ہال کی انٹرینس تک پہنچا۔ گاڑی ڈرائیور کے حوالے کر کے وہ پھولوں سے سجی ریسپشن تک پہنچا تو شرارت سوجھی۔ فوراً سائیڈ پر ہو گیا۔ کچھ دور پوزیشن لیے ایک گارڈ نظر آیا۔ یہ سکندر کے گارڈ سکواڈ میں سے ایک تھا۔ دایان اس کی طرف لپکا۔

"ڈیڈ اندر ہیں؟"

"یس سر! ویلکم بیک سر!"

" تھینکس! ڈیڈ کو کال کرو اور ان سے کہو ایمرجنسی ہو گئی ہے گیٹ پر آئیں۔ مم، فیروز بھیا، ایمن اور حرم باجی کو بھی لے آئیں۔"

"سر؟" گارڈ کی آنکھیں حیرت اور خوف سے کھل گئیں۔

"میں جھوٹ بولوں؟"

"اگر اگلی حرکت میرے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو اپنے ہاتھوں سے یہاں گاڑ دوں گا تمہیں۔" گارڈ نے کانپتے ہاتھوں سے نمبر ملایا۔ کانپتی آواز میں سب کو لانے کو کہا اور کال بند کی۔ گارڈ مڑا تو دایان مسکرا رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"شاباش۔" دایان نے کہہ کر اس کا شانہ تھپکا اور ریسپشن کی طرف بڑھ گیا۔ مہندی ہال میں تھی لیکن مہمانوں کا استقبال اوپن ایئر میں ہو رہا تھا۔ سکندر تیز تیز چلتے پہنچ گئے اور ٹھٹھک گئے۔ حرم اور ماہ جبین کے منہ سے خوشی کی وجہ سے چیخیں نکل گئیں۔

ایمن چلا کر بولی "دایان! واٹ اے سرپرائز! تم نے کل کہا تھا کہ صرف بارات پر آؤ گے۔ اف! کتنے جھوٹے ہو تم۔" فیروز نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ ماہ جبین آگے بڑھیں اور اس سے لپٹ گئیں۔ حرم اور ایمن ان کے دائیں بائیں طرف سے لپٹ گئے۔ سکندر مسکرا رہے تھے مگر آگے نہیں بڑھے۔

"پاپا!" دایان کہہ کر ان کے گلے لگ گیا۔ انہوں نے اسے بھینچ لیا۔

"تو ایمرجنسی تم تھے؟"

"یس!" سب ہنس پڑے اور اندر کی طرف بڑھ گئے۔

سکندر اب ایک ایک سے اسے ملوا رہے تھے۔ دایان ابھی بہروز سے نہیں ملا تھا۔ سکندر کا ایک بیٹا سٹیج پر بیٹھا تھا اور باقی دو بیٹے ان کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ کچھ نگاہوں میں رشک تھا باقی سب حسد سے دیکھ رہے تھے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد دایان سٹیج کے سٹیپس چڑھ رہا تھا۔ بہروز اسے اٹھ کر گلے ملا۔ وہاں باتوں اور قہقہوں کا تبادلہ ہو رہا تھا جب فیروز کا فون بجا۔ حیات کا نمبر دیکھ کر وہ فوراً سٹیج سے اتر آیا۔ ماہ جبین نے اس کی تیزی کو غور سے دیکھا۔ چل کیا رہا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پائیں۔ بھائی کی مہندی چھوڑ کر فیروز کس کی فکر کرنے گیا تھا؟

"بولو؟"

"سر وہ بہروز سر کی مہندی میں آرہی ہیں بلکہ آچکی ہیں. اینٹرنس پہ پہنچ۔۔۔"فیروز کا موبائل والا ہاتھ نیچے گر گیا ایک جھٹکے سے مڑا اور اسے وہ نظر آگئی۔

جھلمل کرتی لائٹ پرپل میکسی میں ملبوس، ہلکا پنک میک اپ کیے، براؤن سیدھے بالوں کو پشت پہ کھلا چھوڑے، نازک جیولری کے ساتھ وہ آسمان سے اتری اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔ گارڈز اسے اندر جانے سے روک رہے تھے۔ فیروز کو ان پر غصہ آنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ دھاڑتا ہوا انہیں ملازمت سے فارغ ہونے کا عندیہ دے دیتا، اس کے حواس کام کرنے لگے تھے۔ غالباً عنبر کے پاس انویٹیشن کارڈ نہیں تھا۔ گارڈ سکندر فیملی کی حفاظت کی وجہ سے انجان شخص کو اندر داخل نہیں ہونے دے رہے تھے۔

"یہ casual حلیے ہی میں رہا کرے تو بہتر ہے! اس طرح تو یہ میرے حواس غائب کر دیتی ہے۔"فیروز خود سے بڑبڑاتا ہوا گارڈ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"یس سر؟"وہ ابھی بھی بازو سے عنبر کا راستہ روکے کھڑا تھا۔

"آنے دو!"فیروز نے تحکم بڑے بھرے لہجے میں کہا۔

"سوری سر! میں سمجھا نہیں؟"گارڈ نے نا سمجھی سے کہا۔

"آنے۔۔۔دو!"فیروز نے رک رک کر کہا۔ گارڈ نے حیران ہو کر فون کو دیکھا اور پھر عنبر کو۔

"اوکے سر! یس سر!"کہہ کر فون بند کر کے وہ عنبر کی طرف مڑا۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا مگر عنبر اب فیروز کی طرف بڑھ رہی تھی۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر نے کسی کو اپنے اور ملیحہ کی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ نظر انداز کر گئی مگر چونکی تب جب وہ بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ شناسا لگ رہا تھا۔

"السلام و علیکم!" وہ شائستگی سے دونوں سے مخاطب ہوا۔

"کیسی ہیں آپ عنبر؟"

"و علیکم السلام! ٹھیک ہوں۔" وہ بے چینی محسوس کر رہی تھی کیونکہ وہ اسے پہچان چکا تھا مگر عنبر کی یادداشت اس معاملے میں کوئی کام نہیں کر رہی تھی۔ ملیحہ چادر سے اپنا چہرہ مزید چھپانے کی کوشش میں مصروف تھی۔ وہ گھور نہیں رہا تھا مگر اس کی نظریں ملیحہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"آپ؟" عنبر نے آخر پوچھ ہی لیا۔

"اوہ! آئی ایم سوری! مجھے تعارف کروانا چاہیئے تھا۔ میں دایان ہوں۔ انگلینڈ میں یونیورسٹی۔۔۔" مگر دایان کے اگلے الفاظ اس کے منہ ہی میں رہ گئے۔

"دایان سکندر! یا آئی نو۔" عنبر کو جھماکے سے سب یاد آ گیا۔ یہ بھی عنبر کے فینز کی ٹولی میں بیٹھا کرتا تھا مگر نہ جانے کیوں کسی حد تک نارمل اور فارمل فینز سے علیحدہ نظر آتا تھا۔

"کیا بات ہے! آپ مجھے نام سے جانتی ہیں؟" دایان کی حیرت کا کوئی عالم ہی نہ تھا۔ عنبر مسکرا دی مگر حیرت کے مارے دایان کے ہاتھ سے ڈائری گر گئی۔ اسی وقت اس نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی وہ بوکھلا کر مڑا۔ اس کے گارڈز اس کی طرف آ رہے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوہ نو! میرے بھائی کی مہندی ہے آپ سے ملنے کی ایکسائٹمنٹ میں، میں بھول ہی گیا تھا۔" وہ ڈائری اٹھانے کے لیے جھکا تو عنبر نے بھی نیچے دیکھا۔ ڈائری کھل چکی تھی اور اس کے 'مائی انٹروڈکشن' والے صفحے پر دایان نے اپنا نام جلی حروف میں لکھا تھا۔

SHAHALAMMAZHARSIKENDERDAYAN

کوئی دھماکہ تھا جو اسلام آباد ایئرپورٹ پہ ہوا تھا۔ کم از کم عنبر کا وجود جھٹکوں کی زد میں تھا۔ دایان نے ڈائری اٹھالی تھی۔ ایک نظر عنبر کے دھواں دھواں چہرے پر ڈالی۔ وہ اب کچھ کہہ رہا تھا شاید پھر ملنے کے بارے میں، اب وہ ملیحہ سے نام پوچھ رہا تھا۔ ملیحہ اسے عنبر کی بہن ہونے کا بتا رہی تھی۔ اب شاید وہ خدا حافظ کہہ رہا تھا۔ وہ پلٹ رہا تھا۔ وہ جاچکا تھا۔ مگر عنبر کی نظریں وہیں تھیں، فرش پر وہاں ابھی بھی کہیں اس کا نام تھا۔ مظہر عالم شاہ! سکندر مظہر عالم شاہ! آہستہ آہستہ دماغ نے کام کرنا شروع کیا۔ بڑی کوئی کمال چیز ہے یہ دماغ۔ ویسے تو اللہ کی تخلیق شدہ ہر چیز کمال ہے لیکن سب سے زیادہ فیسینیٹنگ چیز دماغ ہے۔ خود بخود بند ہو جاتا ہے خود بخود کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔

انسان کو راستہ سجھا دیتا ہے۔ عنبر کے دماغ نے بھی کڑیاں ملانی شروع کیں۔ دایان اس کے ماموں کا بیٹا تھا۔ اس کے نانا کا پوتا تھا مطلب سکندر مظہر عالم شاہ، دایان کے والد تھے۔ مطلب سکندر انڈسٹریز، جس میں وہ کام کرتی رہی وہ کسی اور کی نہیں اس کے ماموں کی تھی کیونکہ آج سکندر کے بیٹے کی مہندی تھی اور سکندر کا بیٹا، دایان کا بھائی تھا۔ اف!!! وہ کتنا قریب تھی مگر کتنا دور رہی تھی۔ اظہر کی سکندر سے دشمنی تھی۔ عنبر کو اس وقت ہی سمجھ جانا چاہیے تھا کہ سکندر، سکندر مظہر کے علاوہ کون ہو سکتا ہے اور اب دایان اپنے بھائی کے پاس جا رہا تھا اور سکندر بھی وہیں ہوں گے۔

"ماموں!" بے خیالی میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عنبر آپی! کیا ہوا؟"۔ عنبر چونک کر مڑی۔ وہ ملیحہ کو فراموش کر چکی تھی۔

"جلدی چلو!" وہ سامان گھسیٹنے لگی۔

"مگر انگلینڈ۔۔۔" ملیحہ نے کہا۔

"بھاڑ میں گیا انگلینڈ۔ جلدی چلو۔" وہ پارکنگ میں بھاگتی ہوئی آئی تو دایان کی گاڑی نکل رہی تھی۔

"جلدی کرو۔" ڈگی کی بجائے پچھلی سیٹس پر سامان پھینکا اور عنبر نے تیز رفتاری سے گاڑی بھگا دی۔ کوئی اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ کون تھا؟ شاید دادا کا کوئی وفادار تھا۔ وہ جانتی نہیں تھی، مگر اب اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ میرج ہال کے باہر، دور سے اینٹرنس نظر آ رہی تھی لیکن تعاقب کرنے والا اب کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ دایان اندر نہیں گیا تھا۔ اس نے فیملی باہر بلوائی تھی۔ فیروز اس سے خوش ہو کر ملا تھا مگر ساتھ ہی وہ فون کو اضطراری انداز میں گھما رہا تھا۔ شاید اسے کوئی بے چینی تھی۔ عنبر نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا۔ وہ پیچھے کھڑے سکندر کو دیکھ رہی تھی۔ ممانی کو بھی غور سے دیکھا۔ بہت فریش اور ینگ لگ رہی تھیں (بیوٹی پارلر کا کمال تھا یقیناً)۔ چھوٹی بہن اچھل کر خوشی سے دایان سے مل رہی تھی۔ بڑی بہن ذرا لیے دیے انداز والی تھی اور پھر دایان باپ کی طرف بڑھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو جس طرح بھینچا تھا، عنبر کے سارے خدشات دور ہو گئے تھے۔ یہ ہی اس کے ماموں تھے اور ان کے پاس اس کی ماں تھی۔ عنبر کی تلاش ختم ہو گئی تھی۔ اب وہ اپنی ماں کے بالکل قریب تھی۔

★☆☆☆☆☆★

اس نے گاڑی ریورس کی اور قریبی ایک ہوٹل میں آ گئی۔ ایک کمرہ، ایک گھنٹے کے لیے کرائے پر لیا اور سامان سے اچھا ڈریس نکل کر تیار ہوئی۔ ملیحہ کا میک اپ بھی عنبر ہی نے کیا تھا۔ عنبر نے کندھوں پر دوپٹہ

اچھی طرح لیا مگر ملیحہ نے اس کے زور دینے کے باوجود دوپٹہ سر پر ہی رکھا تھا اور بال اور جسم اچھی طرح ڈھکے تھے۔ پھر وہ پیمنٹ کر کے، اپنا سامان گاڑی کی ڈگی میں رکھ کر، اس میرج ہال میں آئی۔ ویلے کو گاڑی دے کر اینٹرنس پر آئی۔ برا تب ہوا جب گارڈ نے اس سے انویٹیشن کارڈ مانگا۔ وہ اتنی اہم بات کیسے بھول گئی تھی۔ عنبر نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ انوائیٹڈ ہے۔ مگر وہ کسی طور یقین کرنے پر تیار نہیں تھا۔ اگر وہ مالکان میں سے کسی کو بلا لیتا تو عنبر کیا کہتی؟ یہ سوچ سوچ کر اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہی تھیں۔ گارڈ اس کی بات پر یقین کرنے سے انکاری تھا کہ اچانک اس کا فون بجا اور پھر اس نے حیران ہوتے ہوئے عنبر کو اندر جانے دیا۔

بازو ہٹاتے ہوئے وہ بولا۔ "سوری میم! بہت معذرت ہے۔" مگر عنبر اس کی بات سنے بغیر ملیحہ کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گئی۔

ہال کے دروازے سے داخل ہوتے ہی اسے کچھ دور فیروز نظر آ گیا۔ اب اسے سمجھ آئی کہ فون کس کا تھا۔ فیروز نے اسے اندر آنے دیا تھا اور خود سامنے کھڑا تھا۔ وہ پہلی دفعہ اتنی بری طرح پھنسی تھی۔ فیروز کچھ پوچھے گا تو وہ کیا کہے گی؟ ایکس باس کے بھائی کے فنکشن میں منہ اٹھا کر کیوں آئی؟ اس بات کا جواب نہیں تھا اس کے پاس مگر وہ آگے بڑھتی رہی۔ ہتھیلیاں پھر سے پسینے سے بھیگ رہی تھیں۔ زندگی میں پہلی دفعہ وہ بری طرح پریشان تھی۔ اس کے قریب جا کر وہ رکی۔ کرسیاں تھوڑی دور تھیں اور سٹیج اس سے بھی دور۔ یہاں سے وہ لوگوں کو نظر تو آ سکتے تھے لیکن ان کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ مہمان گھوم پھر رہے تھے۔

"گڈ ایوننگ سر!" اس نے ہمت کر کے کہا۔

"ٹویوٹو!اور مجھے ہر جگہ سر بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ آپ مجھے فیروز کہہ سکتی ہیں۔ آ یئے اپنی فیملی سے ملواتا ہوں۔" وہ چل پڑا عنبر نے بے چینی محسوس کی یا تو وہ اتنا نالائق تھا کہ دو جمع دو چار نہیں کر پا رہا تھا یا پھر اس کی بے عزتی کے لیے سب کے پاس لے کر جا رہا تھا۔ دوسری بات سوچتے ہوئے اسے گھبراہٹ ہوئی مگر وہ چل پڑی۔

ملیحہ نے چلتے چلتے اس کے کان میں کہا۔ "کیا مطلب؟ ناراض نہیں ہوئے؟" عنبر نے شانے اچکا دیے۔ مسٹر اینڈ مسز سکندر بہروز سکندر کے ساتھ فوٹو شوٹ کروا رہے تھے، جب دونوں کی نظر ایک منظر پر جم گئی۔ فیروز چلتا ہوا سٹیج پر آ رہا تھا اس کے دائیں طرف ایک قدم پیچھے چلتی وہ خوبصورت لڑکی اور اس کے مزید دائیں طرف کچھ زیادہ پیچھے، ایک اور لڑکی۔ پیچھے چلنے والی لڑکی غائب ہو گئی۔ منظر میں پہلے دونوں رہ گئے۔

'کیا مکمل منظر ہے!' سکندر نے سوچا۔

"آ یئے!"۔ فیروز سٹیج پر چڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ڈیڈ! مما! یہ عنبر اور نگزیب ہیں۔" عنبر حیران ہو گئی۔ تعارف تو ایسے کروار یا تھا جیسے وہ سب ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ پھر خود کو سنبھال کر بولی۔ "السلام علیکم!"۔

"وعلیکم السلام!" دونوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ماہ جبین نے تو گلے ہی لگا لیا۔ حرم حیرت کا بت بن گئی جبکہ ایمن نے آگے بڑھ کر عنبر سے ہاتھ ملایا اور حال چال پوچھا۔ بہروز نے بھی تاثرات پر قابو پا لیا۔

"ریلیٹو ہیں یہ ہمارے۔" سکندر نے شیرازی فیملی سے کہا اور عنبر کو سب کے بارے میں بتانے لگے پھر کہنے لگے۔

"آؤ آپ کو میز دکھادوں جہاں بیٹھنا ہے۔ آجاؤ ملیحہ۔" دونوں بہنوں کو جھٹکا لگا۔ وہ کیسے جانتے تھے؟ مگر عنبر نے خود کو سنبھال لیا کہ ماموں ہیں تو پتہ ہی ہو گا۔ وہ انہیں بٹھا کر چلے گئے۔ ماہ جبین دل تھام کر سٹیج کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

فیروز ان کے پاس آکر دبی آواز میں کہنے لگا۔

"دل تو چاہ رہا تھا تعارف کرواتے وقت کہوں مما یہ آپ کی بہو ہے۔" اس کے لہجے میں شوخی تھی۔ وہ بہت کم شوخ ہوتا تھا۔ ماہ جبین کو دل ڈوبتا محسوس ہوا۔

"جانتے ہو کتنے خطرات ہیں؟"

"آپ کب سے ڈرنے لگیں مما؟" وہ متعجب ہوا۔

"اللہ تم دونوں کو ڈھیروں خوشیاں دے۔"

"آمین!" دونوں اکٹھے بولے۔ سکندر انہیں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تو عنبر نے ملیحہ کو بتایا کہ یہ ماموں ہیں اور پھر سب کا تعارف کروایا۔ وہ خود حیران تھی کہ وہ سب اتنی اپنائیت سے کیوں ملے؟

★☆☆☆☆☆★

"بھیا! یہ عنبر ہے میری یونی والی، جس کا نمبر آپ نے مانگا تھا۔" دایان تیزی سے اس کو مطلع کرنے آیا۔

"جانتا ہوں۔" دایان کو جھٹکا لگا۔ وہ تو یاد کروانے کے چکر میں تھا مگر اس کو پہلے ہی سے پتہ تھا۔

"اب ایسے کیا گھور رہے ہو اسے؟" فیروز نے کہا۔

دایان چونکا اور اسے دیکھا "کیا مطلب؟"

"تمہاری ہونے والی بھابھی ہے۔"

"لیکن بہروز بھائی کی تو شادی ہو چکی۔ ڈونٹ ٹیل می بھیا! آپ؟؟" بات سمجھ آنے پر اس نے درمیان میں بات بدلی۔

"ہمم! ایسا ہی ہے۔ اب جاؤ اس کے ساتھ جا کر بیٹھو اور پتہ کرو وہ یہاں کیوں آئی ہے؟ اور کوئی فضول بات نہ کرنا۔" تھوڑی دیر بعد دایان ہانپتا کانپتا فیروز تک آیا۔

"وہ بڑی پھپھو کا پوچھ رہی ہیں۔"

"واٹ؟؟" فیروز بری طرح چونکا۔

"اسے کیسے پتہ چلا کہ۔۔۔ پاپا سے کہو فنکشن وائنڈ اپ کریں۔ جلدی۔" وہ پہلی بات ادھوری چھوڑ کر اسے اگلا حکم دینے لگا۔

"جی!" اسی لمحے اس کی نظر عنبر پر پڑی۔ عنبر کا چہرہ ویران ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی بجھتی چمک فیروز سے دیکھی نہ گئی۔ وہ بے چین ہو گیا۔ مگر عنبر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پھر وہ باہر نکل گئی۔ دایان نے فیروز کا کندھا ہلایا۔

"ہاں؟" وہ چونکا۔

"اس نے تو آپ کے حواس ہی غائب کر دیے ہیں۔" دایان ہنسنے لگا۔

"چپ کرو! تم دونوں کی کیا بات ہوئی؟" وہ تفصیل پوچھنے لگا۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کچھ دیر بعد دایان ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور ہلکی پھلکی بات چیت کرنے لگا۔ اس نے عنبر سے یونیورسٹی اور ایئرپورٹ پر ملاقات کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عنبر نے ہمت کر کے سوال کیا۔

"آپ کی پھپھو نظر نہیں آ رہی؟" ملیحہ نے چونک کر عنبر کو دیکھا۔ چونک تو دایان بھی گیا تھا۔

"وہ۔۔۔ وہ تو لندن ہوتی ہیں۔ ان کے بچوں کی سٹڈیز ہیں تو وہ آ نہیں سکیں۔ ان کے بچے چھوٹے ہیں نا! اس لیے۔" ملیحہ کو زمین و آسمان گھومتے نظر آئے۔ وہ دونوں بہنیں کیا سوچ کر نکلی تھیں ماں کی تلاش میں؟ ظاہر ہے ڈیورس کے بعد انہوں نے گھر بٹھا کر تو نہیں رکھنا تھا! بچے؟ وہ مصروف تھیں انہیں ماضی کہاں یاد تھا؟ ان دونوں نے یہ کیوں نہ سوچا؟ عنبر تو صرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دایان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کیا سوچ کر نانی کی بتائی ہوئی باتوں کو لے کر چل پڑی۔ کیا لاحاصل کی دوڑ میں لگ گئی؟ عجیب بے بسی تھی۔ کسی کو ماں سے دور نہیں ہونا چاہیے صرف اتنی سی خواہش تھی عنبر کی کہ ماں کے گلے لگ جائے۔ کیا یہ بہت بری خواہش تھی؟ کیا اتنی ناممکن تھی؟ نانی نے کہا تھا کہ اس کے باپ اور بھائی اسے لے گئے تھے۔ مگر ایک منٹ نانی نے تو عنبر کی خالہ کا بھی ذکر کیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ تیزی سے دایان کے طرف مڑی اور اس سے کہنے لگی۔

"یہ تو چھوٹی پھپھو کی بات کر رہے ہیں آپ۔ میں بڑی پھوپھو کا پوچھ رہی ہوں! وہ کہاں ہیں؟" عنبر نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ ملیحہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"بڑی؟ نہیں تو! میری تو ایک ہی پھپھو ہیں۔" دایان نے کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔ پیچھے عنبر ویران چہرے کے ساتھ تہی دامن رہ گئیں۔

★☆☆☆☆☆★

مہندی کے فنکشن کے بعد کوئی بھی سونے نہیں گیا تھا۔ سکندر کہنے لگے۔

"آج عنبر فنکشن میں آئی تھی۔ میں چاہتا ہوں فیروز کی شادی عنبر سے کر دی جائے۔ تم سب نے اسے دیکھ تو لیا ہے، اب ہم کل اورنگزیب سے بات کر لیں گے اور بہروز کے ولیمے کے ساتھ فیروز کی منگنی کر لیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"کون؟ وہ جس کا اتنا ایٹیٹیوڈ تھا؟ براؤن ہیئرز والی؟ جس نے سیدھے منہ سلام بھی نہیں کیا۔" حرم نے استفسار کے ساتھ ہی برائیاں گنوا دیں۔

"اور کوئی اعتراض؟" سکندر نے سرد لہجے میں پوچھا۔ حرم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ اس کے باپ نے اسے کبھی نہیں ڈانٹا تھا۔ ان کا سرد لہجہ اور آنکھوں کی تپش ہی کافی ہوتی تھی۔ ایمن نے ایک نظر فیروز پر ڈالی جو ساری دنیا سے لاتعلق بیٹھا تھا ایسے جیسے یہ کسی اور کی شادی کی بات تھی، اور پھر وہ بولی "مجھے تو بھیا، بھابھی ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھے لگے۔"

"ہمم! مجھے بھی۔" دایان نے فوراً ایمن کی سائیڈ لی۔

"ہاں وہ آج خوبصورت لگ رہی تھی۔" بہروز نے مسکراتے ہوئے کہا تو ایمن اور دایان بدمزہ ہوئے۔

"آپ کی بات کون کر رہا ہے؟" دایان نے کہا۔

"تو پھر؟" بہروز نے چونک کر پوچھا۔

"ہم فیروز بھیا اور عنبر بھابھی کی بات کر رہے ہیں۔" ایمن نے کہا۔

"عنبر بھابھی؟" حرم کو غصہ آیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ خود ہی بھابھی بنالیا تم لوگوں نے اسے؟"

"انہیں! تمیز اور عزت سے بات کرو بیٹا! رشتوں میں یہ عزت بہت ضروری ہوتی ہے۔" ماہ جبین نے کہا۔

"مما! آپ بھی؟" حرم کو غم نے ستایا۔

"فیروز کی شادی ہوگی اور صرف اور صرف عنبر سے ہوگی۔ بس!" سکندر نے فیصلہ سنایا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یہ تو اظہر دادا بتائیں گے۔" حرم نے سرگوشی کی جو سب نے سن لی تھی۔

"ویسے سکندر! اس بارے میں بھی سوچیں۔ اگر۔۔۔" ماہ جبین خدشات کے زیر اثر بولیں تو وہ بات کاٹ کر بولے۔

"میری بہن کی خوشیاں اور خواہشات چچا نے برباد کر دیں۔ اگر قسمت نے مجھے میری بھانجیوں سے ملوا ہی دیا ہے تو میں اپنی بھانجیوں کی خوشیوں کو برباد ہونے نہیں دوں گا۔" اور وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

اگلی صبح اسلام آباد پر بہت خوشگوار اور امیدوں سے بھرپور طلوع ہوئی۔ اورنگزیب اپنے آفس میں بیٹھے تھے جب سیکرٹری نے کسی سکندر مظہر عالم شاہ کی آمد کی اطلاع دی۔ اورنگزیب حیران و پریشان رہ گئے۔ انہوں نے چند لمحوں میں ماضی کے کئی سالوں کا سفر طے کر لیا۔ مرتے مرتے اماں نے اورنگزیب کے کان میں حسینہ کی باکرداری کی گواہی دی تھی اور اورنگزیب سے معافی مانگی تھی۔ اس راز کو راز رکھنے کا وعدہ لیا

تھا۔ وہ ایک بار پھر اماں کی محبت میں مجبور ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اورنگزیب نے حسینہ کی تلاش شروع کی تھی۔ انہیں یاد آیا جب وہ حسینہ کو ڈھونڈتے ہوئے محلِ سکندر گئے تھے۔

"مجھ پر رحم کرو سکندر! مجھے حسینہ سے معافی مانگ لینے دو۔"

"مر چکی ہے میری بہن! مار ڈالا ہے تم نے اور تمہارے باپ نے! نکل جاؤ! میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔" اورنگزیب تیزی سے اٹھ کر باہر نکلے سکندر ویٹنگ ایریا میں بیٹھے تھے۔ اورنگزیب نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا جو سکندر نے تھام لیا۔ اورنگزیب انہیں اپنے آفس میں لے آئے۔ خیریت دریافت کرنے کے بعد اورنگزیب نے سکندر سے پوچھا۔

"چائے یا کافی؟"

"کچھ بھی نہیں! میں تم سے کچھ مانگنے آیا ہوں۔" اورنگزیب دنگ رہ گئے پتہ نہیں کیا مطالبہ ہو گا۔ سکندر کہہ رہے تھے۔

"میرا بڑا بیٹا ہے فیروز۔ میرا بزنس وہی سنبھال رہا ہے۔ ماشاءاللہ لاکھوں میں ایک ہے۔ اللہ ایسی نیک اولادِ نرینہ ہر ایک کو دے۔" اتنا کہہ کر سکندر خاموش ہو گئے۔

"آمین۔" اورنگزیب نے صدقِ دل سے کہا لیکن انہیں ملاقات کا مقصد سمجھ نہیں آیا۔

"میں اپنے بیٹے فیروز کی شادی اپنی بھانجی عنبر سے کرنا چاہتا ہوں۔" سکندر نے کہا اور خاموش ہو گئے۔

اورنگزیب حیران رہ گئے۔ ایسا رشتہ تو انہوں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ پرفیکٹ میچ تھا۔ حسینہ کو تو فیروز شروع ہی سے پسند تھا۔ مگر عنبر! وہ راضی ہو گی یا نہیں؟ وہ تو صرف دادا کی مانتی تھی اور اظہر تو کبھی بھی راضی نہیں ہوں گے۔ وہ متذبذب تھے۔

"خیال تو اچھا ہے سکندر! لیکن۔۔۔" اورنگزیب رک گئے۔ سکندر نے محض نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"لیکن ابا نہیں مانیں گے۔" اورنگزیب نے جملہ پورا کیا۔ سکندر اسی سکون سے بے سکون اورنگزیب کو دیکھتے رہے اور پھر اسی سکون سے بولے۔

"ایسا ہے کہ میں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا، رشتہ نہیں مانگا، نہ ہی سوال کیا ہے۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں دونوں کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور کر رہا ہوں۔ اظہر عالم شاہ میرا دردِ سر نہیں ہے۔"

سکندر اٹھ کھڑے ہوئے تو اورنگزیب بولے۔ "عنبر بھی نہیں مانے گی! وہ صرف دادا کے حکم پر چلتی ہے۔"

"صرف دادا کے حکم پر چلتی ہوتی تو اس کی واجد سے شادی ہو چکی ہوتی۔" سکندر مسکرا کر بولے۔

اورنگزیب دھک سے رہ گئے۔

"تمہیں کیسے پتہ؟" سکندر ہنس پڑے جیسے یہ بچکانہ سوال ہو۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کل میرے بیٹے بہروز کے ولیمے پر میں نے فیروز اور عنبر کی منگنی کا انتظام کیا ہے! تم پہنچ جانا۔" اور وہ چلے گئے۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر صبح صبح گاڑی لے کر سڑکوں پر نکل گئی۔

'یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ایک پھپھو کیسے ہیں؟ دایان نے جھوٹ کیوں بولا؟وہ سچا ہے تو نانی نے کیوں جھوٹ بولا؟'اسے لگتا تھا وہ ماں تک پہنچ گئی ہے مگر وہ تو ابھی بھی اتنی ہی دور تھی۔بے مقصد گاڑی دوڑاتے ہوئے، سوچوں میں الجھی اور مایوسیوں میں گھری رہی.

دوسری طرف اورنگزیب تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ساڑھے نو بجے ہی گھر واپس پہنچ گئے۔لاؤنج میں آ کر انھوں نے عنبر کے نمبر پر ٹرائی کرنا شروع کیا۔ایک بار، دو بار، سہہ بار اور پھر کئی بار۔وہ تھک کر ہاتھ گرانے لگے تھے کہ فون اٹینڈ ہو گیا۔

"جی ڈیڈ؟"اس کی الجھی آواز سنائی دی۔

"بیٹا جلدی آجاؤ میرے پاس۔بہت ضروری بات کرنی ہے۔"لاؤنج میں داخل ہوتی زویا کے قدم رک گئے۔منزہ صوفے پر بیٹھی تھی، چونک کر اورنگزیب کو دیکھنے لگی۔

"کیا بات کرنی ہے پاپا؟"وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہارے لیے پروپوزل ہے۔"

"میں فی الحال کچھ سننے، سوچنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔پلیز پھر کبھی بات کر لیں گے۔"

"بیٹا وہ کل تک منگنی چاہ رہے ہیں۔تمہاری رضامندی کے لیے تمہیں فون کیا ہے ورنہ اقرار تو خود میں بھی کر سکتا تھا۔"

"پاپا مجھے شادی ہی نہیں کرنی!آپ انکار کر دیں۔ویسے پروپوزل کس کا ہے؟"

"فیروز عالم شاہ کا۔"

"واٹ؟ آپ سے کس نے بات کی ہے؟"

"سکندر نے۔"

"ماموں گھر آئے تھے؟" وہ حیران ہوئی۔

"نہیں آفس میں۔" اور پھر وہ چونکے۔ "ماموں؟ تم سکندر کو جانتی ہو؟"

"بہت اچھی طرح تو نہیں! آپ ان سے صاف صاف پوچھیں کہ اس شادی کے پیچھے ان کا کیا مقصد ہے اور پھر مجھے بتائیں۔" اس نے کھٹاک سے فون بند کر دیا۔

"عنبر کی شادی ہو رہی ہے؟" زویا نے اشتیاق سے پوچھا۔

"وہ مانے تب نا۔" اورنگزیب نے الجھے انداز میں کہا۔

"اگر نا مانی تو ہم اپنی زویا کی شادی وہاں کر دیں گے۔" منزہ نے فیصلہ سنایا۔

"افوہ!" اورنگزیب سکندر کا نمبر ملاتے ہوئے باہر چلے گئے۔

"مما آپ کیوں چاہتی ہیں میں وہاں جاؤں؟ جو کوئی عنبر کو پسند کرے گا آپ اسے میرا بتائیں گی؟ آپ مجھے عنبر کے پیچھے لے کر کیوں چلتی ہیں؟ میں زویا ہوں۔ میں، میں ہوں۔ میری اپنی بھی کوئی پہچان ہے۔" وہ دکھ اور غصے سے کہتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ منزہ سر پیٹ کر رہ گئیں۔

★☆☆☆☆☆★

عنبر فلیٹ میں داخل ہوئی تو ملیحہ اڑی رنگت لے کر اس کے پاس بھاگ کر آئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"آپ کیوں گئی تھیں؟"

"ریلیکس! میں آگئی ہوں۔" کہہ کر اسے ساتھ لگایا اور بولی۔

"عربا! ناشتہ لگاؤ۔" ساتھ ہی عنبر کا فون بجنے لگا۔

"ایک منٹ!" وہ ملیحہ سے علیحدہ ہوئی اور باہر چلی گئی۔

"بیٹا وہ کہہ رہے ہیں کہ مقصد صرف اور صرف تمہیں عزت دینا ہے۔ اگر یقین نہیں ہے اور کچھ پوچھنا چاہتی ہوں تو سہ پہر تین بجے ٹیگز از میں چلی آنا۔" اورنگزیب کہہ رہے تھے۔ عنبر خاموش ہو گئی۔

'یہ ماموں تو سر پر ہی چڑھے جا رہے تھے۔' تلخی سے سوچا۔

اس نے ساری بات ملیحہ کو بتا دی۔ ملیحہ تو پر جوش ہو گئی۔ نجانے کیا کیا پلاننگ کر ڈالی۔

"اتنا مزہ آئے گا آپی! آپ کی فیروز بھائی سے شادی ہو گی! کتنے اچھے ہیں ماموں اور فیروز بھائی آپ کے ساتھ بہت اچھے لگیں گے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"شٹ اپ! پتا نہیں یہ کیا چکر ہے؟ پہلے مجھے دادا کی سمجھ نہیں آتی تھی اب ماموں بھی ٹپک پڑے ہیں۔ ویسے بھی میں فیروز سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"کیوں؟" ملیحہ نے پوچھا۔

"مجھے وہ بندہ ہی پسند نہیں آیا۔"

"مجھے تو بہت پسند آیا۔" ملیحہ نے کہا۔

"عجیب سا انسان ہے۔" ایک اور اعتراض۔

"نہایت ڈیسنٹ اور سوبر ہے۔" اعتراض رد ہوا۔

"بہت برا ہے۔"

"بہت ہینڈسم ہے۔"

"چپ کرو! میں نہیں کرنا چاہتی تو نہیں کرنا چاہتی۔"

"ویسے آپی جتنا میں آپ کو جان پائی ہوں نا! اس کے مطابق آپ ایک ہی وجہ سے انکار کر رہی ہیں" عنبر نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اور وہ وجہ یہ ہے کہ وہ بندہ خوبصورتی، ایٹیٹیوڈ، عقل، سمجھداری اور نڈر ہونے میں آپ کے برابر کا ہے آپ دونوں ایک دوسرے کا ورژن ہیں۔"

"شٹ اپ!" امبر چلائی۔

"چلی جاؤ یہاں سے۔"

"جاتے ہوئے مجھے ساتھ لے کر جایئے گا! پلیز! پلیز! پلیز! پلیز!" کہہ کر ملیحہ بھاگ گئی۔

عنبر اپنی منتشر دھڑکنیں سنبھالتی رہ گئی۔ جن سے آپ محبت کرتے ہوں ان سے اپنا آپ چھپانا کتنا مشکل ہوتا ہے، اسے آج اندازہ ہو رہا تھا۔ ملیحہ نے کتنا صحیح طرح اسے پہچان لیا تھا۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ دونوں ریسٹورنٹ پہنچیں تو سکندر اور فیروز محوِ انتظار تھے۔

"السلام علیکم فیروز بھائی!"ملیحہ نے جوش سے سلام جھاڑا اور پھر "ماموں!" کہہ کر سکندر سے لپٹ گئی اور رونے لگی۔ وہ اس کا سر تھپکاتے رہے۔ عنبر کو ملیحہ کا یوں ان سے ملنا پسند نہیں آیا۔ جب وہ بتا چکی تھی کہ یہ ان سب کی کوئی چال ہے تو پھر ملنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے غصے میں سلام بھی نہیں کیا۔

"میری مما کہاں ہیں؟"ملیحہ نے بلکتے ہوئے پوچھا۔ فیروز نے ایک اچٹتی نگاہ ملیحہ پر ڈالی اور پھر بھرپور نگاہیں عنبر کے چہرے پر گاڑ کر بولا۔

"ہمارے پاس ہی ہیں۔"کرنٹ سا تھا جو عنبر کے جسم سے گزر گیا۔ اس نے جھٹکے سے چہرہ موڑ کر فیروز کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔

"کیا مطلب؟"عنبر نے پوچھا۔ ملیحہ روتے ہوئے ماموں کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"وہی جو کہا ہے۔"فیروز نے شانے اُچکائے اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ عنبر کے سر پر لگی تلووں پر بجھی۔ دانت پر دانت جما کر بولی۔"مجھے ابھی اسی وقت اپنی ماں سے ملنا ہے۔"

"سوری یہ نہیں ہو سکتا۔"عنبر نے ایک نظر اپنے ماموں پر ڈالی جو تنبیہی نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہے تھے اور ان کا بیٹا سب دیکھ رہا تھا سوائے ان تنبیہی نظروں کے۔

"مجھے ہر حال میں اپنی ماں کا پتہ چاہیئے۔"

"اول تو ہم کسی کو ان کا بتاتے ہی نہیں ہیں لیکن آپ اتنا اصرار کر رہی ہیں تو آپ کے لیے ایک ہی راستہ نکل سکتا ہے۔"وہ اس کی طرف گھوم کر سی کھینچ کر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھ کر بولا۔

BEING THE TRUE OF YOUR LIFE

عنبر کا ضبط جواب دینے لگا مگر بولی۔ "وہ کیا؟"

"مجھ سے شادی! ہمارے خاندان اور میرے گھر کو اپنی خوشبو سے مہکا دیں عنبر! میں آپ کو آپ کی ماں کا پتہ بتادوں گا۔" عنبر کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"میری طرف سے انکار ہے۔"

"تین گھنٹے ہیں آپ کے پاس! سوچ کر بتایئے گا۔" اس کے انکار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے فیروز نے کہا۔ وہ جھٹکے سے مڑی اور تن فن کرتی نکل گئی۔

"اللہ حافظ ماموں!" کہہ کر ملیحہ بھی نکل گئی۔

سکندر فیروز کی طرف مڑے۔ "یہ کیا تماشہ تھا؟"

"وہ ماں تک پہنچنے کے لیے مجھ سے شادی ضرور کرے گی۔"

"مگر ہم کیسے۔۔۔"

"ڈیڈ ان کی ماں ہے! میں اپنی ماں کے بغیر نہیں رہ سکتا تو وہ اتنے سالوں سے کیسے رہ رہی ہوں گی؟ اگر وہ دونوں ملنا چاہتی ہیں تو ہمیں روکنا نہیں چاہیے۔ بس ان کی حفاظت کرنی ہو گی پھپھو کی طرح۔"

"اللہ نہ کرے! میں اس کی وجہ ہی سے پچھتا رہا ہوں اور تم ان دونوں کو بھی شامل کر رہے ہو۔" سکندر جذبات سے مغلوب ہو کر خاموش ہو گئے۔

"اپنی بیوی کی حفاظت تو میں کر لوں گا اور سنبھال بھی لوں گا! ملیحہ کا آپ سوچ لیں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ویسے ہی سنبھالو گے جیسے آج سنبھالا ہے؟" سکندر نے اسے گھورا۔

"ڈیڈ! میں اپنی ٹرمز پر زندگی جیوں گا! وہ بیوی ہے وہ کمپرومائز کرے گی اسے عادت ہونی چاہیے میری بات ماننے کی۔"

"یہ شادی ہے فیروز! دنیا کے خوبصورت ترین رشتوں میں سے ایک رشتہ! یہ بات ماننے سے نہیں چلتا۔ یہ سکول نہیں ہے کہ جا کر بات ماننی ہے۔ یہ مشورے سے چلتا ہے، باہمی مفاہمت اور ہم آہنگی سے یہ رشتہ کامیاب ہوتا ہے۔ تم اس کو سمجھو وہ تمہیں سمجھے گی۔ کسی بات پر تم کمپرومائز کرو گے اور کسی بات پر وہ کمپرومائز کرے گی۔ یہ زور زبردستی کا رشتہ نہیں ہے۔ مجھے امید ہے تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔"

"آف کورس ڈیڈ! لیکن ابھی کے لیے تو یہ ضروری تھا۔" سکندر نے اسے دوبارہ گھورا اور دونوں ریسٹورنٹ سے نکل گئے۔

★☆☆☆☆☆★

ملیحہ نے گھر آ کر اسے فیروز سے شادی کرنے کے ہزاروں فوائد گنوائے۔ ہر دو فائدے بعد تیسرا فائدہ ماں سے ملنا ہوتا تھا۔ عنبر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فیروز کو مار کر اپنی ماں تک پہنچ جائے۔ دو گھنٹے سے وہ جلے پیر کی بلی بنی چکر کاٹ رہی تھی کہ اس کا فون بجا۔ دادا کی کال تھی اس نے کال اٹینڈ کر لی۔ دادا کہہ رہے تھے۔

"میری جان! عنبر! واپس آجاؤ! دادا تمہارے بغیر بہت اداس ہیں۔ میری گڑیا! دادا کے پاس آجاؤ نا۔" وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔ اظہر کا لہجہ مٹھاس سے بھرپور تھا۔

"کچھ تو بولو گڑیا۔" وہ جانتی تھی وہ دادا کے سامنے انکار نہیں کر سکتی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سوچوں گی۔" عنبر نے آہستگی سے کہا۔ فون بند ہو گیا دو منٹ بعد دوبارہ بجنے لگا۔ اب اورنگزیب تھے۔ وہ عنبر سے جواب مانگ رہے تھے۔ وہ طے کر چکی تھی کہ اسے کیا کہنا ہے۔

★☆☆☆☆☆★

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" اس نے کہا تھا۔ دادا سے پیچھا چھڑانے اور ماں سے ملنے کے لیے اسے فیروز عالم کا ساتھ قبول کرنا انتہائی ضروری لگا۔

اگلے دن صبح صبح فلیٹ خالی کروا کر، اپنا سامان اورنگزیب ولا بھجوا چکی تھی۔ نو بجے وہ اور ملیحہ اورنگزیب وِلا پہنچیں۔

"یہ ہمارے ڈیڈ کا گھر ہے۔" عنبر نے اسے بتایا۔ اورنگزیب گاڑی کی طرف آرہے تھے۔ جب وہ دونوں اندر داخل ہوئیں۔ وہ ٹھٹک گئے، قریب پہنچنے پر عنبر نے کہا۔

"ملیحہ یہ ہمارے پاپا ہیں۔" ملیحہ بچپن سے اب تک ان کی صورت تصور کرتی آئی تھی اور اب جب انہیں حقیقت میں دیکھنا چاہا تو آنکھیں آنسوؤں سے دھندلا گئیں۔ اورنگزیب نے انتظار نہیں کیا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔ دونوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ منزہ، علی اور زویا بھی وہاں آگئے۔ علی نے تو خوشی سے 'عنبر آپی!' کا نعرہ لگایا اور اس کے پاس آگیا۔ پھر عنبر نے ملیحہ کو اندر جانے کا کہا۔ اپنے کمرے میں دونوں کا سامان سیٹ کروا دیا۔ گیارہ بجے کے قریب اورنگزیب ولا کے باہر دو گاڑیاں آکر رکیں۔ ڈرائیور نے گیٹ کے باہر بیٹھے چوکیدار سے عنبر بی بی کو بلانے کا کہا۔ عنبر تک پیغام پہنچا اور اس نے آنے سے انکار کر دیا۔ دو منٹ بعد اس کا فون بجنے لگا۔ کسی انجان نمبر سے کال تھی۔ اس نے اٹینڈ کر کے کان سے لگا لیا۔

"بیٹے! میں تمہاری ممانی بات کر رہی ہوں۔ فیروز کی ماں ہوں۔ ہم تمہیں رات کے فنکشن کے لیے شاپنگ کروانا چاہتے ہیں۔ ذرا ہمارے ساتھ تو چلو۔" نرم ملائم سا لہجہ، آواز سے ٹپکتی شیرینی۔ وہ پگھلنا نہیں چاہتی تھی مگر پگھل گئی۔ ملیحہ کو ساتھ لے کر گیٹ سے باہر آ گئی۔ ایک گاڑی میں ماہ جبین، عنبر اور ملیحہ تھیں۔ دوسری میں دایان اور ایمن تھے۔ شاپنگ مال پہنچتے ہی ایمن نے عنبر کا بازو تھام لیا۔ وہ اس وقت ہی سے پر جوش تھی جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ عنبر فیروز کی پسند ہے۔ ایمن اور عنبر کی بہت جلدی دوستی ہو گئی۔

"یہ کلر سوٹ نہیں کرے گا آپ کو۔ آپ یہی ڈیزائن پیچ میں دیکھ لیں۔" ملیحہ جھٹکے سے مڑی۔ دایان پیچھے کھڑا تھا۔ وہ عجیب سے احساسات میں گھری، عنبر کے پاس چلی گئی۔ دایان پیچ کلر میں وہ سوٹ پیک کروانے لگا۔ مال سے نکلتے ہی دایان ایک بار پھر اس کے ہم قدم تھا۔

"آئس کریم کھائیں گی؟" وہ نظر انداز کرتی، ایک بار پھر عنبر کے ساتھ ہولی۔ مگر کب تک رات کے فنکشن میں عنبر تو دلہن بن کر سٹیج پر بیٹھ گئی اور دایان سارا فنکشن اس کو کھانے کے لیے کچھ نہ کچھ پیش کرتا رہا۔ لائٹ بلو سلور لائننگ والی میکسی میں عنبر پر ٹوٹ کر روپ آیا۔ نیوی بلو پینٹ کوٹ، فیروز کی شخصیت کو ابھار رہا تھا۔ سکندر نے فیروز کو انگوٹھی تھمائی جو لے کر اس نے اپنا ہاتھ عنبر کے آگے پھیلایا۔ عنبر ٹھٹک گئی۔ اس لمحے کے بارے میں اس نے نہیں سوچا تھا۔ فیروز نے صرف ہاتھ نہیں بڑھایا تھا، ایک وعدہ لینے کے لیے ہاتھ آگے کیا تھا۔ ایک عہد ہو گا، جو نبھانا پڑے گا۔ وہ یہ نہیں کرنا چاہتی تھی، وہ ڈگمگا رہی تھی۔ اس نے آج تک کسی کو دھوکہ نہیں دیا تھا۔ اب دینا چاہ رہی تھی مگر ضمیر روک رہا تھا اور پھر یکا یک اس کے ذہن میں ماں کا تصور ابھرا اور اس نے بنا سوچے سمجھے اپنا نازک ہاتھ فیروز کے بھاری ہاتھ پر رکھ دیا۔ منچلوں کی ہوٹنگ نے ہال کی چھت کو سر پر اٹھا لیا۔ فیروز نے دھیرے سے جگمگ کرتی انگوٹھی

اس کی انگلی میں ڈال دی۔ ایک بار پھر ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ وہ مسکرانا نہیں چاہتی تھی مگر دھیرے سے ہنس دی تھی۔

ماحول کا اثر تھا یا کچھ اور، وہ جان نہیں پائی تھی۔ فیروز اسے دیکھ رہا تھا اور وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیئے ہنس رہی تھی۔ کیمرے کا کلک ہوا اور یہ منظر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ کون بہروز؟ کیسا ولیمہ؟ سب مہمانوں کو بھول گیا تھا۔ منظر میں بس وہ دو رہ گئے تھے۔ عنبر فیروز عالم۔

سکندر اور ماہ جبین نے ان دونوں کو بہروز کے ساتھ والے صوفے پر بٹھایا تھا۔

"مجھے میری ماں سے کب ملوا رہے ہو؟" عنبر نے اس سے پوچھا۔

"شادی تو ہو لینے دو! ماں سے بھی مل لینا۔" فیروز نے سکون سے کہا۔

"دیکھو اگر تم نے۔۔۔" عمبر نے انگلی اٹھا کر اس سے کہنے کی کوشش کی۔

"بی وئیر عنبر! یو آر ناٹ ان پوزیشن آف ڈیکلئیرنگ کنڈیشنز! میری مرضی کے مطابق چلنا پڑے گا۔ پھر میں تمہیں پھپھو سے ملواؤں گا۔" چبا چبا کر کر ایک ایک لفظ کہا۔ عنبر کا دل کیا اس کا سر پھاڑ دے۔ باقی کا فنکشن اس نے بے صبری اور فیروز نے خوشی سے گزارا تھا۔

ماہ جبین کو سب نے گھیر کر یہی پوچھنے کی کوشش کی تھی کہ یہ دلہن کہاں سے ڈھونڈی ہے اور اس کی کوئی بہن ہے یا نہیں۔ جس پر دایان نے خجل ہو کر ماں کو نہ کرنے کا اشارہ کیا تھا اور ملیحہ بس ماں بیٹے کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔ ماہ جبین نے سب کو یہی کہا تھا کہ یہ دور کے جاننے والے ہیں۔ سکندر یہ سرپرائز فنکشن کنڈکٹ کرنے کی وجہ سے سوالات کی زد میں تھے اور اورنگزیب خاموشی سے سکندر کے ساتھ ساتھ تھے۔ منزہ اور زویا بالکل خاموش تھیں۔ علی، عنبر کی ہر زاویے سے تصویر لینے کی کوشش میں تھا۔ وہ عنبر کی خوشیوں

کے حوالے سے فیروز سے وعدے بھی لے رہا تھا۔ وہ عنبر سے عمر میں چھوٹا تھا مگر فیروز سے عنبر کا بڑا بھائی بن کر بات کر رہا تھا۔

"میری بہن کا خیال رکھیں گے ناں آپ؟" اس نے آخری بات کرتے ہوئے پھر سے یہ جملہ دہرایا تھا۔

"بہت اچھی طرح۔" فیروز ایک بار پھر جذب سے بولا تھا۔

★☆☆☆☆☆★

منگنی کی کچھ تصاویر اظہر عالم شاہ کو موصول ہوئی تھیں اور اظہر عالم شاہ آگ کی بھٹی میں جل رہے تھے۔ عنبر اب عنبر اورنگزیب اظہر نہیں رہی تھی۔ وہ عنبر فیروز سکندر مظہر بن گئی تھی۔ اس کی زندگی کے ابتدائی تیئیس سال اس کی پہچان اظہر عالم شاہ رہے تھے اور اب دائمی پہچان مظہر عالم شاہ کی بن گئی تھی۔ ان کا وجود جلتے ہوئے کوئلوں کی زد میں تھا۔ انہوں نے فون اٹھایا اور کال ملائی۔ دور اسلام آباد میں ختم ہوتے فنکشن اور رخصت ہوتے مہمانوں کے درمیان اورنگزیب نے سائیڈ پر ہو کر کال پک کی۔

"کل صبح مجھے تم حویلی میں چاہیے ہو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے! مگر کیوں؟"

"تمہارا اعمال نامہ دکھانا ہے۔" اور نگزیب کے وجود سے خون کی گردش ختم ہو گئی۔ وہ کیا ساری دنیا ہی ساکت ہو گئی تھی۔ اظہر کے اعمال نامہ دکھانے کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھتے تھے۔

★☆☆☆☆☆★

اگلے دن وہ صبح صبح گاؤں کے لیے نکلنے لگے تو عنبر بھاگتی ہوئی ان کے پاس آئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR TALE

"ڈیڈ! آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"گاؤں ابا سے ملنے۔" انہوں نے مختصراً بتایا۔

"خود جارہے ہیں یا انہوں نے بلایا ہے؟" اورنگزیب چونکے۔

"بلایا ہے۔"

" چلیں میں چلتی ہوں آپ کے ساتھ۔" اسی وقت ملیحہ بھی باہر نکل آئی۔ پیچھے ملازمہ ان کے بیگز لارہی تھی۔ یہ ایسے تھا جیسے عنبر پہلے ہی سے جانتی ہو۔ وہ عنبر کو انکار نہیں کرسکے تھے۔

وہ لوگ عالم شاہ حویلی پہنچے تو اظہر لاؤنج کے دروازے میں کھڑے تھے۔ اورنگزیب باہر نکلے اور ان کے پیچھے عنبر نکلی۔ اظہر عالم شاہ کا غصہ اورنگزیب کو دیکھ کر سوا ہو گیا تھا مگر عنبر کے سامنے وہ اسے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ عنبر، اورنگزیب سے پہلے اظہر تک پہنچی اور بائیں ہاتھ سے ان کے دائیں ہاتھ کو پکڑا اور کندھے پر سر رکھ دیا۔

"کیسے ہیں آپ دادا؟" اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں مظہر کے پوتے کی پہنائی ہوئی انگوٹھی تھی۔ اس انگوٹھی میں کانٹے تھے نہ ہی کیل مگر وہ اظہر کو بے تحاشہ چبھ رہی تھی۔

"یہ میری بہن ہے، ملیحہ۔ قدرت نے ہمیں کیسے ملایا ہے۔" اظہر چونکے۔ انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا مگر ان کا وجود ایک دفعہ پھر آگ کی بھٹی میں جل رہا تھا۔

'کیا ملیحہ مظہر کے پاس تھی؟ عنبر کو کہاں ملی تھی؟ کیا عنبر، سکندر کی اور اظہر کی حقیقت جانتی تھی؟ یہ سب کیا ہو رہا تھا؟'

وہ انہیں اندر لے آئے۔ صوفے پر دادا کے ساتھ بیٹھ کر عنبر نے بایاں ہاتھ آگے کیا۔ ملیحہ دور صوفے پر بیٹھی تھی۔ اس سے دادا برداشت نہیں ہو رہے تھے۔ "یہ دیکھیں ڈیڈ نے میری انگیجمنٹ کروادی۔" اظہر نے بھرپور نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ اس کے چہرے پر معصومیت بھری خوشی تھی اور آنکھوں میں ایک الوہی چمک۔ اظہر اس چمک کا راز نہیں جانتے تھے لہذا اسے منگنی کی خوشی ہی سے تعبیر کیا تھا۔ ملیحہ اس چمک کا راز جانتی تھی۔ وہ دونوں بہنیں عنبر کے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی دیکھ کر ہر بار یہی سوچتی تھیں کہ ماں سے کب ملیں گے؟ اظہر کو نئی سوچ اور فکر نے گھیر لیا۔

'اب جب کہ عنبر بدگمانی اور ناراضگی کے سب داغ دھو کر، دادا کی تلخی بھلا کر واپس آئی ہے، تو کیا اظہر اس کو خوشی سے محروم کر سکتے تھے؟ ہر گز نہیں! مگر وہ کیا کریں؟'

"میں تھک گئی ہوں آرام کروں گی۔" عنبر نے کہا۔ اظہر چونکے اور بولے۔

"ہاں ضرور۔" اور پھر اورنگزیب کی طرف مڑے اور کہا "بچیوں کو چھوڑ دیا تو ٹھیک ہے بس! اب تم جاؤ! تمہارے اور کام ہوں گے۔" اورنگزیب ہکا بکا رہ گئے۔ عنبر ان کی اتنی آسانی سے جان بخشی کروا سکتی تھی انہوں نے نہیں سوچا تھا۔ وہ اٹھ کر باہر نکل آئے۔ ملیحہ کو کمرے کا راستہ بتا کر عنبر ان کے پیچھے لپکی۔

"ڈیڈ!" وہ رک گئے۔ وہ انگلیاں اضطراری انداز میں مروڑ رہی تھی۔ یہ پہلی دفعہ تھا کہ وہ بات کرتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔

"وہ آپ۔۔۔وہ۔۔۔" اورنگزیب دھک سے رہ گئے۔ اتنی جرات خاندان کے کسی مرد میں بھی نہیں تھی جتنی صرف عنبر میں تھی۔ اور اب وہ اضطرابی انداز میں بات کر رہی تھی کیونکہ کچھ باتیں ایسی ہی ہوتی

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہیں جن کو اچھی اور شریف لڑکیاں زبان پر لاتے ہوئے ہچکچا جاتی ہیں۔ پھر چاہے وہ لڑکیاں کتنی ہی جرأت مند کیوں نہ ہوں۔

"وہ آپ ماموں سے کہہ دیں گے کہ۔۔۔"عنبر نے اتنا کہہ کر بے بسی سے سوچا کہ اگر اس کی ماں اس کے پاس اس وقت ہوتی تو اس کو یہ بات کرنی ہی نہ پڑتی۔ مگر وہ باپ کے علاوہ یہ بات کسی سے نہیں کر سکتی تھی۔ ماموں سے بھی نہیں۔

اورنگزیب نے کڑی سے کڑی ملائی۔

'کیا وہ منگنی توڑنا چاہ رہی ہے؟ مگر اس کے لیے ہچکچانے کی ضرورت نہیں تھی۔ عنبر ان کی سب سے پیاری اولاد تھی۔ وہ جانتے تھے کہ وہ یہ شادی نہیں کرنا چاہ رہی پھر اس نے حامی کیوں بھری؟ اس بارے میں انہیں اندازہ تھا کہ وہ ماں کے رشتہ داروں کے قریب رہنا چاہ رہی ہے تو اب ایک ہی بات ہو سکتی تھی۔'

انہوں نے ڈائریکٹ سوال کی۔

"کیا شادی جلدی کروانا چاہ رہی ہو یا گیپ دینا چاہ رہی ہو؟"وہ پلکیں جھکا گئی۔ باپ، باپ ہوتا ہے۔ وہ اس کے دل کے حال کو جان گئے تھے۔

"جلدی۔"اس نے آہستگی سے کہا۔

"اوکے! میں پیغام پہنچا دوں گا۔"وہ خاموشی سے اپنے باپ کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ آج اس کا باپ اس کی خوشیوں کی خاطر دادا کی ڈانٹ کھانے آیا تھا۔ ملیحہ ٹھیک کہتی تھی۔

"ہم دونوں بہنوں کو سب رشتے اچھے ملے ہیں۔ کسی نے ہمارے ساتھ برا نہیں کیا۔ باقی تو قسمت کا کھیل تھا جو یوں ہی کھیلا جانا تھا۔" پیچھے کھڑے صفدر نے من وعن ساری بات فیروز تک پہنچادی تھی۔ عنبر اچانک مڑی اور صفدر کے ہاتھ سے فون چھین لیا۔ وہ بری طرح گڑبڑا گیا۔ سامنے سر کے نام سے ایک ہی چیٹ تھی۔ عنبر نے نام پہ کلک کیا تو نمبر کھل گیا۔ وہ نمبر تو عنبر کو حفظ تھا۔

"ابھی اسی وقت اپنے سامان کے ساتھ دفع ہو جاؤ اسی کے پاس جس کے لیے میری جاسوسی کرتے ہو۔" ایک نظر چیٹ پر ڈالی تھی اور فون اس کے ہاتھ میں پھینکا تھا اور جھٹکے سے مڑ کر اندر چلی گئی تھی۔ صفدر نے اسے پکارا تھا نہ ہی صفائی دی تھی۔ وہ جانتا تھا ٹوٹے ہوئے اعتبار کی کرچیاں سمیٹنا جتنا مشکل ہوتا ہے اس سے زیادہ کٹھن دوبارہ اعتبار قائم کرنا ہوتا ہے۔

★☆☆☆☆☆★

رات کے کھانے کے بعد وہ کمرے میں آئی تو فون بج رہا تھا۔ اس نے کال پک کی۔

"کیا حال ہیں آپ کے؟" زیادہ بات نہیں ہوئی تھی اس سے مگر وہ اس کی آواز پہچانتی تھی۔ بھاری آواز، بھاری لہجہ اور صرف عنبر سے بات کرتے وقت اس کی آواز اور لہجہ دھیما ہو جایا کرتے تھے۔

"آئی ایم فائن۔"

"یہ میرا نمبر ہے، سیو کر لیں۔ کبھی بھی ضرورت پڑے تو کال کر لیں۔" کھلے دل سے آفر کی۔

"مجھے نہیں لگتا مجھے آپ کو کال کرنے کی ضرورت ہے لہذا نمبر سیو کرنے کی بھی کوئی تک نہیں سر۔" فیروز صرف گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ عنبر نے فون بند کر کے سائیڈ پر ڈال دیا۔ اس شخص کو لاجواب کر کے نہ جانے کیوں سکون ملتا تھا۔

★☆☆☆☆☆★

اگلے دن اظہر نے ناشتے کی میز پر اسے ساتھ فیکٹری چلنے کی دعوت دی۔

"ایک دو کانٹریکٹ ہیں جو تمہاری سگنیچرز کے بغیر پروسیس نہیں کرسکتے۔"

"شیور میں چیک کرکے سائن کردوں گی۔" واجد نے جتاتی نظروں سے آئمہ کی طرف دیکھا اور وہ صرف واجد کے اندازوں پر حیران ہورہی تھی۔

"آپ کتنے بجے نکل رہے ہیں؟" عنبر نے پوچھا۔

"مزید آدھے گھنٹے تک۔"

"اوکے! ملیحہ تیار رہنا۔" اظہر چونکے۔

"یہ کیا کرے گی؟"

"اس کو بھی بزنس کی اچھی خاصی سمجھ ہے اینڈ آفٹر آل اتنے عرصے بعد تو ہم ملے ہیں اب ہم اکٹھے رہا کریں گے، ہر جگہ، ہر وقت۔" وہ بہت کچھ جتا رہی تھی۔ بہت کچھ بتا رہی تھی۔ ثوبیہ کہے بغیر نہ رہ سکیں۔

"تو کیا سسرال بھی اس کو ساتھ لے کر جاؤ گی؟ جہیز میں؟" ثوبیہ اور صوفیہ کا مشترکہ قہقہہ ابلا تھا۔

"ماما!" واجد تنبیہی انداز میں بولا مگر اظہر کچھ نہیں بولے تھے۔ انہوں نے عنبر کی سائیڈ نہیں لی تھی۔ ان کے خیال میں یہ سب ضروری تھا۔ پہلے عنبر اپنی مرضی سے منگنی کر آئی اور اب بہن کو سب کے سروں پر سوار کررہی ہے مگر عنبر بالکل خاموش ہوگئی تھی۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ وہ خود اور نگزیب ولا،

عالم شاہ حویلی، ویمن ہاسٹل اور اپنے فلیٹ میں سے کہیں بھی اکیلی رہ سکتی تھی۔ مگر ملیحہ کے معاملے میں اس کو کسی پر اعتبار نہیں تھا۔ سوچ کو نیا رخ ملا تھا۔

★☆☆☆☆☆★

کچھ دن بعد عنبر رات کو سونے کے لیے لیٹی تو اس کا فون بج اٹھا۔ اس نے کال اٹینڈ کی۔

"کیسی ہو عنبر بیٹا؟" سکندر ماموں پوچھ رہے تھے۔

"جی ٹھیک ہوں۔"

"بیٹا میں ایک دو بزنس ڈیلنگز کے لیے کل لاہور آرہا ہوں۔ تو شام میں آپ سے ملاقات ہو سکتی ہے؟ آپ لاہور آجانا۔" عنبر سوچ میں پڑ گئی اور پھر بولی۔

"جی ضرور مجھے بھی آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر کل ملتے ہیں شام چار بجے۔ جگہ میں ٹیکسٹ کر دوں گا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے ڈن!" وہ ملیحہ کو ماموں کی آمد کے بارے میں بتانے لگی۔

★☆☆☆☆☆★

اسلام آباد میں محلِ سکندر میں سکندر نے فون کان سے نیچے کیا تو ماہ جبین بولیں۔

"لاہور؟ آپ کا تو لاہور میں کوئی ڈیلر کوئی بزنس نہیں ہے۔"

"پاپا آپ کوئی نیا یونٹ سٹارٹ کر رہے ہیں وہاں؟" دایان نے پوچھا۔

"نہیں ایسا تو کچھ نہیں ہے لیکن ملنے کے لیے بہانا تو بنانا پڑتا ہے۔" وہ یاسیت سے بولے۔ فیروز چونکا۔

"آپ عنبر کے لیے اداس ہو گئے ہیں؟" دایان نے پوچھا۔

"شاید۔"

"میں تو کہتا ہوں چھوڑیں یہ آنکھ مچولی۔ بس جھٹ پٹ بارات لے جائیں اور عنبر بھابھی کو دلہن بنا کر لے آئیں اپنی اور فیروز بھیا کی۔۔۔ نہیں صرف اپنی اداسی ختم کرنے کے لیے۔" دایان نے درمیان میں رک کر فیروز کے تاثرات دیکھے اور پھر جملہ ٹھیک کیا۔

"یہ بھی ٹھیک کہا تم نے۔" سکندر کہہ رہے تھے۔ فیروز پر سکون سا ہو گیا۔

★☆☆☆☆☆★

اگلے دن دوپہر کو وہ دادا کو لاہور جانے کا بتا کر ملیحہ کو ساتھ لے کر نکلی تو اظہر چوکنے ہوئے۔ انہوں نے جہانگیر کو عنبر کے پیچھے جانے کا کہا۔ عنبر جانتی تھی کہ تعاقب میں کوئی آئے گا مگر اس نے دادا کی پیش قدمی نہیں روکی تھی۔ سکندر ماموں نے آگ میں قدم رکھا تھا تو اب اس سے نمٹنا بھی انہیں خود ہی چاہیے تھا۔ وہ مقررہ وقت پر مقررہ کیفے میں پہنچی تو سکندر فیملی داخل ہوتے ہی نمایاں طور پر نظر آ گئی۔ ماموں، ممانی، فیروز، دایان، حرم، ایمن، وہ پوری فیملی وہاں جمع تھی۔ عنبر ان تک پہنچ گئی۔ سب اٹھ کر باری باری اس سے ملے سوائے فیروز کے۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تھا۔ اس نے صرف ملیحہ سے حال پوچھا تھا، وہ بھی بغیر مسکراہٹ کے اور ملیحہ اسے دیکھ کر عنبر کی قسمت پر رشک کر رہی تھی۔

'یہ مسکراتا ہے تو چین لوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور سنجیدہ ہو جائے تو ہوش اڑا دیتا ہے۔' سکندر اور ماہ جبین کے درمیان والی کرسی عنبر کو دے دی گئی۔ وہ بھی بغیر مسکراہٹ کے سب سے ملی تھی، صرف ایمن سے

ملتے ہوئے اس کے چہرے پر خوشی اور مسکراہٹ دونوں ابھری تھیں۔ وہ خاموشی سے سکندر اور ماہ جبین کے درمیان بیٹھ گئی۔ اس کے بائیں ہاتھ ماہ جبین، ان کے ساتھ ایمن اور اس کے ساتھ ملیحہ تھی اور دائیں طرف سربراہی کرسی پر سکندر بیٹھے تھے۔ سکندر کے بالکل سامنے میز کے دوسری طرف حرم بیٹھی تھی۔ عنبر کے سامنے فیروز بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ایک کرسی چھوڑ کر ملیحہ کے سامنے دایان بیٹھا تھا۔ اس کی نظر مسلسل ملیحہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھی اور ملیحہ مسلسل پہلو بدل رہی تھی۔

'ماموں اور عنبر کو یہ نظر کیوں نہیں آرہا؟' کولڈ ڈرنک سرو کی جا چکی تھی۔ عنبر نے دو گھونٹ لے کر گلاس رکھ دیا۔ فیروز چسکیاں لیتے ہوئے مسلسل عنبر پر نظر جمائے ہوئے تھا۔ سکندر نے رخ عنبر کی طرف موڑا اور کہا۔

"میں چاہ رہا تھا کہ ہم تمہاری اور فیروز کی شادی اسی منتھ کے اینڈ پر رکھ لیں۔" عنبر نے خاموش ہو کر نظریں جھکا لیں پھر بولی۔

"میری کچھ شرائط ہیں۔" ماہ جبین اور سکندر چونکے۔

"پہلی حق طلاق میرے نام ہونا چاہیئے۔"

"واٹ؟" فیروز کی سستی غائب ہوئی۔ وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ سکندر، فیروز کے مزید بولنے سے پہلے ہی بولے۔

"بیٹا یہ تو باہمی ہم آہنگی اور مشاورت پر مشتمل ہوتا ہے! زندگی بڑی اچھی گزرتی ہے جب۔۔۔"

وہ ان کی بات کاٹ کر بولی۔ "پلیز یہ شرط قبول ہے تو ٹھیک ہے! نہیں تو پھر یہ شادی نہیں ہو سکتی۔" ایک بار پھر فیروز نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر سکندر تیزی سے بولے۔

"منظور ہے۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ سکندر انڈسٹریز کے ففٹی پرسنٹ شیئرز میرے نام ہونے چاہیئے۔"

"کیا؟" دایان بھونچکارہ گیا۔ ملیحہ نے حیران ہو کر عنبر کو دیکھا۔ فیروز نے ضبط کیا۔

"بیٹا مگر۔۔۔" سکندر نے کہنے کی کوشش کی۔

"ہاں یا نہیں؟" عنبر نے بھوری آنکھیں سکندر کی سیاہ آنکھوں پر جمائیں۔ وہ کسی کا لحاظ کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"چالیس فیصد! اس سے زیادہ نہیں۔" سکندر نے کہا۔

"اوکے!" وہ مان گئی تھی۔

"تیسری شرط یہ ہے کہ مسٹر فیروز جو اپنا نیا بزنس سٹارٹ کر رہے ہیں؟ اس کا ففٹی پرسنٹ پرافٹ ہر ماہ مجھے ملے گا۔" فیروز نے ایک نظر اس پر ڈالی اور نگاہ پھیر لی تھی اور پھر سوچا۔

'یہ دینا دلانا میری خوشی پر چھوڑ دیتی ہے تو شاید میں ہنڈرڈ پرسنٹ اسے دے دیتا! ندیدی۔'

"یہ تو فیروز ہی بتا سکتا ہے۔" سکندر نے فیروز کی طرف دیکھا۔ اس نے توقف کیا پھر بولا۔

"اوکے!"

"چوتھی شرط یہ ہے کہ ایف۔ ٹین میں ایک گھر میرے نام ہونا چاہیئے۔"

"ڈن!" سکندر نے فوراً کہا تھا۔ ایمن اور دایان پرسکون ہوئے تھے۔ مگر وہ پھر بولی۔

"پانچویں یہ ہے کہ ملیحہ میرے ساتھ رہے گی۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نو پرابلم۔" سکندر اور فیروز اکٹھے بولے تھے۔ ملیحہ نے چونک کر دونوں کو دیکھا۔ غالباً ان باپ، بیٹے کی اس موضوع پر پہلے بات ہوئی تھی۔ ماہ جبین نے ریفریشمنٹ سرو کرنی شروع کر دی مگر حرم تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ باپ بھائی اور ہونے والی بھابھی کو دیکھ رہی تھی جب۔۔۔

جب ریسٹورنٹ کا دروازہ کھلا اور جہانگیر اندر داخل ہوئے۔ تیر کی طرح وہ ان کی میز کی طرف آئے۔ عنبر نے ساری توجہ ریفریشمنٹ کی طرف کر لی۔

"یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے یہاں پر؟" اس نے چونک کر جہانگیر کو دیکھا۔

"اوہ! تایا آپ؟ آیئے نا! جوائن پلیز۔"

"شٹ اپ! چلو میرے ساتھ۔" عنبر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ فیروز نے یہ منظر دلچسپی سے دیکھا جبکہ دایان اور ملیحہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ دایان نے عنبر کا یہ روپ بھی یونیورسٹی میں دو تین بار دیکھا تھا اور ملیحہ بھی گھر میں ملاحظہ کر چکی تھی۔ اس روپ کے بعد سامنے والے کی کوئی خیر نہیں ہوتی تھی۔ دایان تصور میں جہانگیر کو مار کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا مگر۔۔۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہاں کیا کر رہی ہو تم؟" جہانگیر نے مزید تاؤ دلانے کے لیے پھر سے سوال کیا۔ عنبر نے خود کو سنبھال لیا تھا اور دانت پر دانت جما کر بولی۔

"یہ لوگ ملنا چاہ رہے تھے مجھ سے۔ عزت دے رہے ہیں مجھے۔ کچھ امپورٹنٹ چیزیں سارٹ آؤٹ کرنی تھی ہم نے شادی سے پہلے۔ وہی کر رہے ہیں۔" عنبر نے سکندر اور فیروز کی طرف اشارہ کیا۔ جہانگیر کا غصے سے برا حال ہو گیا۔

"یہاں شادی کرو گی تم؟ ایک نمبر کے دوغلے لوگ ہیں یہ! خاندان میں شادی کرتے تمہیں مسئلہ تھا اور غیروں کے ساتھ تم سب کچھ سارٹ آؤٹ کر رہی ہو؟"

"ماموں ہیں یہ میرے۔"

"سوتیلا ماموں ہے یہ تمہارا۔" دھماکہ تھا جو میز پر ہوا ماہ جبین اور سکندر نے نظریں جھکا لیں۔ فیروز نے سرد آہ بھری اور دیواروں کو دیکھنے لگا۔ عنبر نے شاکڈ ہو کر تایا کو دیکھا اور پھر ان تینوں کو دیکھا۔ ان تینوں کی جھکی نظروں نے اسے سمجھا دیا کہ جہانگیر سچ کہہ رہا تھا۔

"ہمارا خاندان نہیں ہے یہ! اور لازماً انہوں نے یہ بات چھپائی ہو گی تم سے۔ تم دھوکہ کھا گئی جیسے تمہاری ماں کو دھوکہ دیا تھا انہوں نے! وہ بیچاری تو۔۔۔"

"شٹ اپ! جسٹ شٹ اپ! میری ماں کا نام بھی مت لیں آپ۔ میری ماں کو درمیان میں مت لائیں۔"

"مجھے نہیں پتہ انہوں نے تمہیں ماضی کے بارے میں کیا بتایا ہے لیکن یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ انہوں نے تمہاری ماں کے ساتھ۔۔۔"

"کیا آپ بہرے ہیں؟ کیا نہیں کہا میں نے کہ اپنے ناپاک منہ سے میری پاک باز ماں کا نام مت لیں۔ سنائی نہیں دیتا کیا؟" وہ دانت پر دانت جما کر سی سے جھٹکے سے اٹھ کر بولی تھی۔ جہانگیر دو قدم پیچھے ہٹے تھے۔

"یہ تم مجھ سے کس طرح سے بات کر۔۔۔"

"اسی طرح سے جس طرح سے کرنی چاہیے۔ یہ میرے ماموں ہیں۔ جب میرے باپ نے میری ماں کا ساتھ چھوڑا تھا تب انہوں نے میری ماں کا ساتھ دیا تھا۔ انہوں نے باقی سب کی طرح میری ماں کا اعتبار

BEING THE STRING OF YOUR FATE

نہیں توڑا تھا۔ اگر پوری دنیا میں، میں کسی پر اعتبار کرتی ہوں تو وہ صرف اور صرف سکندر مظہر عالم شاہ پر کرتی ہوں۔ سوتیلے تھے لیکن سگوں سے بڑھ کر ساتھ دیا ہے انہوں نے میری ماں کا۔ چلے جائیں اب آپ یہاں سے اور دوبارہ میرے سامنے مت آیئے گا۔" وہ منہ پھیر گئی تھی۔ جتنی بے عزتی عنبر نے ان کی کر دی تھی وہ جھٹکے سے واپسی کے لیے مڑ گئے۔

وہ سکندر فیملی کے سامنے اپنا یہ روپ آنے نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ بیٹھ گئی اور اس نے گلاس سے دو گھونٹ پانی لیا۔ جہانگیر چلے گئے تو عنبر اٹھ گئی۔

"چلو ملیحہ۔" فیروز اٹھ کھڑا ہوا۔ سب اسے دیکھنے لگے۔ اس نے دروازے کی طرف ہاتھ سے کوئی اشارہ کیا۔ فوراً ہی صفدر اندر داخل ہوا۔

"اسے آپ اپنے پرسنل باڈی گارڈ کے طور پر اپنے ساتھ رکھ لیں! یہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہے گا۔" عنبر نے ایک کاٹ دار نگاہ فیروز پر ڈالی اور طنز کرتے ہوئے بولی۔

"ہر وقت میرے ساتھ رہے گا تو آپ کو حویلی کی رپورٹ کون دے گا؟" سکندر نے مسکراہٹ دبا کر فیروز کو دیکھا۔ انہیں مزہ آرہا تھا جبکہ ماہ جبین حیران و پریشان تھیں۔

"آئے ڈوناٹ ریلائے اون اے سنگل سورس۔ مس عنبر۔" فیروز نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔ عنبر چونکی۔

'کیا کوئی اور بھی؟ مگر کون؟' اس نے سوال کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ فیروز نے کون سا بتا دینا تھا۔ وہ واپسی کے لیے مڑی، ملیحہ اور صفدر اس کے پیچھے لپکے۔

★☆☆☆☆☆★

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ مجھے بتا ہی دیں دادا کہ کیا میری کوئی عزت نہیں ہے؟ ریسٹورنٹ میں تایا نے جتنا تماشہ لگایا ہے میری کیا غلطی تھی؟ میں نے کیا کیا ہے جو یہ اتنا خلاف ہو رہے ہیں؟ انہوں نے تو اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ وہاں اور لوگ بیٹھے تھے۔ دنیا والوں کے سامنے میرا تماشہ لگایا ہے۔ سسرال والوں کا تو بالکل خیال نہیں کیا۔ یہ تو آئے ہی اس لیے تھے کہ مجھے میرے سسرال کے سامنے بے عزت کر دیں۔" جہانگیر نے آتے ہی لاؤنج میں سب کے سامنے کہا تھا کہ عنبر نے ان کی بے عزتی کی ہے جس پر اظہر نے عنبر سے پے در پے سوالات کیے تھے اور وہ پھٹ پڑی تھی۔

"یہاں ہم نے سب کچھ تمہارے نام کیا ہوا ہے اور تمہیں فرصت ہی نہیں ہے کہ فیکٹری میں جھانک لو۔ دوسروں کے ساتھ تم معاملات سارٹ آؤٹ کر رہی ہو۔" جہانگیر پھر دھاڑے تھے اور عنبر وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ ہلکا سا مسکرا کر بولی۔

"اوہ! تو یہ تکلیف ہے آپ کو کہ سب کچھ میرے نام کیوں ہے۔" پھر یک دم اظہر کی طرف مڑی اور بولی۔

"دیں مجھے پیپرز! میں ابھی اپنا سب کچھ ان کے نام کرتی ہوں پکڑائیں ادھر۔ انہیں بھی پتہ چلے ان کا بزنس کتنی محنت سے چلایا ہے میں نے۔ یہ مجھے خود چلا کر دکھا دیں۔ رشیدہ! دادا کی کیبنٹ سے فائل لے آؤ! میں ان کا دیا واپس کروں۔"

"عنبر! گڑیا! ایسے نہیں آرام سے بیٹھو۔" اظہر نے بات بگڑتی دیکھ کر عنبر کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"کرو میرے نام! میں خود چلا لوں گا۔" جہانگیر پھر چیخ کر بولے۔

"خاموش ہو جاؤ جہانگیر۔" اظہر دھاڑے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے کوئی خوش نہیں دیکھنا چاہتا۔ میری کوئی زندگی نہیں ہے، میں اپنی مرضی سے نہیں جی سکتی۔" عنبر رونے لگی تھی۔ دادا نے اسے ساتھ لگا لیا۔

"صرف دادا کو تمہارا خیال ہے۔ بس میں تم سے پیار کرتا ہوں گڑیا! تم کیوں فکر کرتی ہو، میں خود تمہاری شادی کرواؤں گا۔ اب جاؤ کل بات کریں گے۔" اظہر نے اس کا سر تھپکا اور واپس جانے کو کہا۔ وہ اور ملیحہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ اظہر جہانگیر کو سرزنش کرنے لگے۔

★☆☆☆☆☆★

جب وہ لوگ گھر پہنچے تو دایان ہنس ہنس کے دہرا ہو گیا تھا۔ ایمن کو اسے دیکھ دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔ "کیا ہوا؟" حرم نے پوچھ ہی لیا۔ اسی وقت گل اندر داخل ہوئی۔ وہ ان کا کچن سنبھالتی تھی۔ اس سے پہلے کہ ماہ جبین کچھ کہتیں دایان بولا۔

"گل گیسٹ روم سیٹ کرواؤ۔"

"ہاں یہ بہت ضروری ہے۔" سکندر نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"جی!" گل نے سر ہلایا۔ مگر دایان دوبارہ بولا۔

"اور اوپر سے فیروز بھیا کا سامان لا کر گیسٹ روم میں شفٹ کر دو۔" سب چونک کر دایان کو دیکھنے لگے۔

"کیوں؟" ایمن نے پوچھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم نے سنا نہیں؟ عنبر بھابھی نے کہا ہے کہ انھوں نے ملیحہ کے ساتھ رہنا ہے۔ تو عنبر بھابھی اور ملیحہ اوپر رہیں گی اور فیروز بھائی گسٹ روم میں۔" ایمن اور دایان کو پھر ہنسی کا دورہ پڑ گیا اور فیروز بھناتا ہوا اوپر چلا گیا۔ سکندر اور ماہ جبین مسکراہٹ دبا کر رہ گئے۔

★☆☆☆☆☆★

اگلے دن عنبر اور ملیحہ پیکنگ کر چکی تھیں۔ عنبر دادا کو بتا کر کہ چونکہ یہ سب اب مجھے برداشت نہیں کر سکتے اس لیے میں واپس جا رہی ہوں اور وہ اورنگزیب وِلا آ گئی۔ عنبر کے پاس اظہر کی فیکٹروں کا جو پاور آف اٹارنی تھا وہ اس نے اظہر کو واپس کر دیا تھا اور اظہر نے چند لاکھ دے کر جو اس کے شیئرز کی کل قیمت سے بہت کم تھا، اس کے شیئرز تمام فیکٹریوں سے ختم کر دیے تھے اور کہا تھا کہ وہ جہانگیر کو منا لیں گے تو وہ عنبر کو واپس بلا لیں گے۔ یہ سب سننے اور دیکھنے کے بعد عنبر کو ماموں سے کیے گئے مطالبات ٹھیک لگنے لگے۔ ماہ جبین اور سکندر شادی کی تیاریاں کر رہے تھے اور آئے روز عنبر اور ملیحہ کو شاپنگ کے لیے پک کرتے رہتے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

★☆☆☆☆☆★

اور پھر وہ دن بھی آ گیا جب عنبر نے اورنگزیب ولا سے رخصت ہو کر محلِ سکندر کو مہکانا تھا۔ اورنگزیب صبح سے پھرکی کی طرح گھوم رہے تھے۔ منزہ تھوڑی پریشان تھی، علی پرجوش، زویا بالکل خاموش اور ملیحہ بے حد خوش تھی۔ مگر عنبر کی تیاری کے حوالے سے اس پر بہت سی ذمہ داریاں تھیں۔ اس شادی کے معاملات طے کرتے ہوئے ملیحہ اور اورنگزیب ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے تھے۔ انھوں نے عنبر کو ملیحہ کو اپنے ساتھ رکھنے کے فیصلے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی مگر عنبر اپنے ذاتی فیصلوں میں کہاں کسی کی سنتی تھی۔ ملیحہ کا سامان بھی محلِ سکندر پہنچایا جا چکا تھا۔

میرج ہال کی سجاوٹ پھولوں اور رنگا رنگ روشنیوں سے کی گئی تھی۔ ہنستے، کھکھلاتے چہرے ادھر ادھر گھومتے نظر آرہے تھے۔ بارات پہنچ چکی تھی اور دلہن کی آمد کا انتظار تھا۔ دلہن والے دولہا کا چمکتا روپ دیکھ چکے تھے اور اب بے چینی سے دلہن کے جلوے بکھیرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ سکندر کے پاؤں خوشی سے زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ برسوں پہلے حسینہ نے ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ آج حسینہ اور سکندر کی خواہش پوری ہونے جا رہی تھی۔ سکندر خوش کیوں نہ ہوتے؟ اس خواہش کا پورا ہونا انہیں تمام عمر ناممکن لگتا رہا اور یہی خواہش اچانک پوری ہوئی تھی۔

سگریٹ گرے پینٹ کوٹ میں سکندر مظہر عالم شاہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ جوان لگ رہے تھے۔ ماہ جبین اور حرم میرون ساڑی میں ملبوس تھیں جبکہ ایمن نے میرون جھل مل کرتی میکسی پہنی ہوئی تھی۔ دایان اور بہروز نے نیوی بلیو پینٹ کوٹ پہنا تھا بہروز نے اپنی بیوی سمیہ کے ڈریس کے کلر سے میچ کرتا ڈارک گرین پوکٹ سکوئیر بائیں طرف کی اوپری جیب میں رکھا تھا اور دایان نے شرارتاً ملیحہ کے پیچ ڈریس سے میچ کرتا پیچ پوکٹ سکئیر لگا لیا تھا۔

اسی اثناء میں عنبر دادا کی کہنی تھامے ہال میں داخل ہوئی۔ عنبر پر دلہناپے کا روپ ٹوٹ کر آیا تھا۔ اس کا معصومیت اور سادگی بھرا حسن جب سرخ لہنگے میں سجا تو اسے چار چاند لگ گئے۔ دادا اسے سٹیج تک لے کر آئے تھے وہیں فیروز آگے بڑھا تھا اور دادا پیچھے ہو گئے تھے۔ عنبر نے فیروز کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا اور ذرا کی ذرا نظر واپس مڑتے دادا پر ڈالی۔ یہ دیکھنے والوں کے لیے صرف ایک منظر تھا مگر عنبر کا پورا مستقبل دو دھاری تلوار کی مانند ہو گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں اہم مقامات پر نافذیہ دو مرد ایک دوسرے کو نہ کبھی معاف کریں گے نہ ایک دوسرے کا بھلا چاہیں گے اور ان کے درمیان زندگی گزارتی عنبر ان میں کبھی انصاف نہیں کر پائے گی۔ اس کی زندگی شاید اب ایک اکھاڑا بن جائے۔

فیروز کا ہاتھ تھام کر سٹیج پر چڑھتے ہوئے اسے احساس ہو رہا تھا کہ یہ اس کی زندگی کا سب سے برا اور نقصان دہ فیصلہ تھا مگر ماں سے ملنے کے لیے یہ سب ضروری تھا۔ وہ ماں کو ملنے کے بعد اس منجدھار سے نکل جائے گی۔ اس نے پختہ فیصلہ کیا۔

نکاح کے بعد سکندر کو رخصتی کی جلدی پڑ گئی مگر اظہر سٹیج پر آ گئے۔ اور نگزیب مہمانوں کو کھانا سرو کروانے میں مصروف تھے۔

"تو تم نے اس بار اس معصوم کو استعمال کیا ہے؟" اظہر نے سرد لہجے میں سکندر سے کہا۔ ماہ جبین کا رنگ اڑ گیا۔ منزہ بالکل خاموشی سے اظہر کو دیکھنے لگی۔ سکندر نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ فیروز نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"یہ تو بچی ہے! بے وقوف ہے اور تم نے اس کو استعمال کرتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ تمہاری بھانجی ہے۔" سکندر بالکل خاموش ہو گئے وہ اظہر کے وار سے واقف تھے۔ وہ دوسرے کو زچ کر کے اسے چیخنے چلانے پر مجبور کر دیتے تھے اور ان کی زندگی کا ایک خوبصورت دن برباد کر دیتے تھے۔ اس لیے سکندر نے خاموش رہنے میں عافیت جانی۔

"تم نے اس کو ورغلا کر اور جھانسا دے کر۔۔۔" فیروز اٹھنے لگا مگر عنبر نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر روکا اور بولی۔

"پلیز دادا! مجھے کسی نے نہیں ورغلایا۔"

"تم جانتی نہیں ہو کہ انہوں نے تمہاری ماں کے ساتھ۔۔۔" اس سے پہلے کہ عنبر کوئی ری ایکشن دیتی اورنگزیب تیزی سے سٹیج پر چڑھے اور کہنے لگے۔

"ابا! ابا! جہانگیر کی کال ہے۔ آپ کی فیکٹری میں کسی نے آگ لگا دی ہے اور۔۔۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا؟" اظہر نے اورنگزیب کا فون پکڑنے کی بجائے اپنا فون نکال کر آن کیا اور سٹیج سے اتر کر باہر کی طرف لپکے۔ عنبر، فیروز کی طرف مڑی۔ اسی وقت فیروز نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ کالے نگوں والی سفید شیروانی میں فیروز کی چھب نرالی تھی، وہیں عنبر سرخ لہنگے میں قیامت ڈھا رہی تھی۔ ساعتیں تھم گئیں۔ عنبر نے گہری سانس لے کر نظروں کا رخ پھیرا اور سحر سے آزاد ہو گئی مگر فیروز یہ بھی نہ کر سکا۔ لیکن کب تک؟ عنبر کا اگلا سرد جملہ اسے ہوش میں لے آیا۔

"دادا کی فیکٹری میں آگ تم نے لگوائی ہے؟" فیروز نے نظروں کا رخ موڑ لیا۔ اب وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔ عنبر نے جواب نہ پا کر غصے سے چہرہ دوبارہ اس کی طرف موڑا۔ فیروز نے یہ محسوس کرتے ہی اس کو دیکھا۔ سحر پھر پھونک دیا گیا تھا مگر اس بار اثر ہونے سے پہلے ہی عنبر سامنے دیکھنے لگی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے۔" لیکن لہجہ سرد نہ ہو سکا تھا۔

"دشمن کو تباہ و برباد کرنے کی بہت سے عظیم طریقے ہیں میرے پاس۔" عنبر نے یک دم چہرہ موڑ کر پھر اس کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں ایسی گری ہوئی حرکتیں نہیں کرتا۔" عنبر اسے دیکھتی رہ گئی۔

رخصتی کا شور مچا اور عنبر آناً فاناً رخصت ہو گئی۔ ملیحہ، عنبر اور ماہ جبین ایک گاڑی میں تھیں۔ ملیحہ کو اس کے کمرے کا بتا کر، عنبر کو اس کے کمرے میں لے جایا گیا۔ کمرے کی سجاوٹ فیروز کے جذبات کا برملا اظہار تھی۔ ماہ جبین اور ایمن نے عنبر کو بیٹھنے میں مدد دی۔ حرم سائیڈ پر بازو لپیٹے کھڑی سب دیکھتی رہی۔ ان کے جاتے ہی فیروز اندر آگیا۔ عنبر اسے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر دھوکے بازی اور جھوٹ کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا گھڑی اتار رہا تھا۔ پھر وہ سائیڈ ٹیبل تک آیا، جھک کر کچھ

نکالنے لگا اور پھر اس نے یک دم عنبر کی طرف جھک کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال لیں۔ اب نظریں چرانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا، سو عنبر اسے دیکھتی رہی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟"

"یہی کہ تم پر اعتبار کرنا چاہیے یا نہیں؟ جو تم نے دادا کے بارے میں کہا۔"

"اعتبار تو تم کر چکی ہو، وہ بھی سوچے سمجھے بغیر۔" وہ مسکراتے ہوئے کھڑا ہو کر بولا۔

"کیا مطلب؟" عنبر کو اچنبھا ہوا۔ اس نے کوٹ اتار کر سائیڈ پر رکھا اور بیڈ پر بیٹھ گیا۔ ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے کہا تمہیں پھوپھو سے ملوا دوں گا اور تم نے آرام سے مجھ سے شادی کر لی؟" وہ ہنسا۔

"تم نے مجھے زبان دی ہے۔" عنبر نے کہا۔

"اور میں تمہیں پھپھو سے نہ ملواؤں تو؟ تم کیا کر لو گی؟" وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔ عنبر جل بھن گئی۔

"میں تمہارا قتل کر دوں گی۔" وہ دانت پیس کر بولی۔ فیروز قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"مجھے بتاؤ میری مما کہاں ہیں؟"

"نہ بتاؤں تو؟"

"شٹ اپ!" وہ چلائی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آواز نیچی! خبر دار جو یہاں، میرے گھر تمہاری آواز اونچی ہوئی تو۔" بازو سے پکڑ کر اسے جھٹکا دیا۔ عنبر عنبر کی جیولری کے جلترنگ بج اٹھے۔ وہ غصے سے اٹھ کر چلا گیا۔ عنبر جہاں کی تہاں رہ گئی۔

★☆☆☆☆☆★

اگلی صبح ایمن سیڑھیاں اتر کر ڈائننگ روم میں آئی تو اسے ڈائننگ روم سے ملحقہ کچن میں کھٹر پٹر کی آواز سنائی دی۔ اس نے کچن میں قدم رکھا تو عنبر اپنا ناشتہ بناتی دکھائی دی۔

"کیا کر رہی ہیں بھابھی؟ یہ پہلی صبح ہے اور آپ کسی میڈ کو بلا لیتیں۔"

"ارے نہیں! کوئی بات نہیں۔ مجھے اپنا کام خود کرنے کی عادت ہے۔ بس میں نے سوچا خود ہی بنانا چاہیئے۔" اسی وقت دو کام والیاں آتی دکھائی دیں۔ آہستہ آہستہ سب ڈائننگ روم میں اکٹھے ہونے لگے۔ ایمن، عنبر کا ہاتھ تھامے، اسے وہیں لے آئی۔ عنبر ان سب کو وہاں چھوڑ کر ملیحہ کے بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ اس کو وہاں سے لے کر وہ ڈائننگ روم میں واپس آئی۔ سب نے مل کر ناشتہ کیا۔ عنبر اور ملیحہ کو یہاں عالم شاہ حویلی کے کھانے کی میز والا تناؤ دکھائی دیا نہ ہی محسوس ہوا۔ سب صاف دل کے ساتھ خوش گپیاں کرتے، ناشتہ کر رہے تھے۔ رات کی تھکاوٹ کی وجہ سے عنبر نے دوبارہ سونا مناسب سمجھا اور ملیحہ کو بھی دوبارہ سونے کی تلقین کی۔

عنبر چلی گئی تو ملیحہ نے ایمن سے کہا کہ وہ اسے گھر دکھا دے۔ ایمن نے گیراج میں کھڑے ہو کر اسے لان کا دور سے نظارہ کروایا۔ سامنے، دور گیٹ بھی نظر آ رہا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس وقت ملازم آ، جارہے ہوتے ہیں تو ہم سامنے والے لان میں نہیں جاتے! ڈیڈ نے منع کیا ہوا ہے۔" ایمن نے اسے تفصیل بتائی۔ رات کو وہ واپس پہنچے تھے تو ملیحہ کچھ خاص دھیان نہ دے سکی تھی۔ لیکن دن کی روشنی میں محلِ سکندر، ملیحہ کو نہایت خوبصورت لگا۔

گیٹ سے داخل ہوتے ہی گاڑیوں کے لیے راستہ تھا اور اس راستے کے دائیں بائیں بہت خوبصورت لان تھے۔ دونوں لان کے درمیان فوارہ تھا۔ سامنے مین بلڈنگ تھی جس کے اندر داخل ہو جاؤ تو دائیں طرف ڈرائنگ روم تھا۔ دائیں ہاتھ دوسرے نمبر پہ سکندر کی سٹڈی تھی۔ اسٹڈی اور ڈرائنگ روم کے درمیان راہداری تھی جس میں گیسٹ رومز تھے۔ تیسرے نمبر پہ سکندر اور ماہ جبین کا بیڈ روم تھا۔ بائیں طرف بھی دو گیسٹ روم تھے۔ جن میں سے ایک میں ملیحہ رہ رہی تھی۔ سامنے لاؤنج تھا۔ لاؤنج میں سے ڈائننگ روم کا راستہ نکلتا تھا اور ڈائننگ روم کی بیک پھر کچن تھا۔

لاؤنج ہی سے سیڑھیاں اوپر کو جاتی تھیں۔ اوپر لاؤنج میں سٹنگ ایریا تھا، سامنے راہداری تھی اور ایک راہداری دائیں طرف کو نکلتی تھی سامنے راہداری میں فیروز، بہروز اور دایان کے کمرے تھے اور ایک کمرہ ایمن اور حرم کا تھا جس میں اب صرف ایمن رہتی تھی۔ دائیں طرف والی راہداری کا اختتام ٹیرس پہ ہوتا تھا۔ وہاں سے گھر کے پچھلے لان کا نہایت خوبصورت منظر نظر آتا تھا اور ساتھ ہی لان کے ساتھ بنے سویمنگ پول بھی نظر آتا تھا۔ سٹنگ ایریا سے ایک سٹئیر کیس نیچے ڈائننگ ہال میں اترتا تھا۔ ملیحہ نے پچھلے لان میں جانے کا کہا تو ایمن اسے واپس نیچے لاؤنج میں لائی۔ وہاں سٹنگ ایریا سے گزر کر پچھلی طرف ایک دروازہ تھا۔ ایمن نے وہ دروازہ کھولا۔ ملیحہ حیران رہ گئی۔ اس لان کے چاروں طرف کیاری تھی اور رنگا رنگ پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ لان کے بیچوں بیچ کرسیاں اور میز پڑے تھے۔ ملیحہ کا دل کیا سارا دن

یہاں بیٹھی رہے۔ سامنے شیشے کی کھڑکیوں کے پار جم ہال نظر آرہا تھا لیکن ساتھ والی دیوار بالکل ڈھکی ہوئی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"

"یہ لائبریری ہے۔" ایمن نے جواب دیا۔

"میں کسی دن یہ بھی دیکھوں گی۔"

"ہاں ضرور دیکھ لینا لیکن یہ فیروز بھیا دکھائیں گے۔ وہ اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ تھوڑے پوزیسو ہیں اپنی کتابوں کے معاملے میں۔" محلِ سکندر واقعی محل تھا۔ ملیحہ نے رشک سے سوچا۔

★☆☆☆☆☆★

ولیمہ کا فنکشن بھی بہت خوبصورتی سے انجام پذیر ہوا۔ پورا دن عنبر اور فیروز کی آپس میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت بھی سٹیج پر بالکل خاموشی سے ایک دوسرے کو نظر انداز کر رہے تھے۔ یوں کہ دیکھنے والے کو ان کی چپقلش کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سکندر خوشی خوشی سارے کام نپٹاتے پھر رہے تھے۔ گھر آکر عنبر نے خاموشی سے، کپڑے بدلے اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔ اگلا دن اس کا ماہ جبین، ایمن، اور حرم سے مکمل تعارف لیتے ہوئے گزرا۔ سوائے ناشتے اور کھانے کے اوقات میں اس کی فیروز سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ملیحہ نے اس دوران ایک دفعہ پر جوش ہو کر عنبر سے پوچھا تھا کہ اب تو وہ ٹھیک ہے نا؟ تو عنبر صرف مسکرا دی تھی۔ وہ سب اس کی روٹین سے حیران ہوئے تھے۔ وہ سحر خیز تھی۔ صبح اٹھ کر نماز پڑھنے کے بعد ایکسر سائز کرتی تھی۔ اس کے بعد اپنے لیے خود ناشتہ بنانے کھڑی ہو جاتی تھی۔ اس کی دو تین دن کی روٹین نے ان سب پر بہت اثر ڈالا تھا۔ میڈز جلدی کچن میں آنے لگ گئی

تھیں۔ ایمن اور دیان کو بار بار جا کر جگانا نہیں پڑ تا تھا۔ حرم اور سمعیہ کو یہ بے تاج حکومت پسند نہیں آ رہی تھی مگر ماہ جبین مطمئن تھی اور سکندر بہت خوش۔ چوتھے دن سکندر نے فیروز سے کہا کہ اب ان دونوں کو ہنی مون کے لیے نکل جانا چاہیے۔ چونکہ انہوں نے یہ بات لاؤنج میں بیٹھ کر سب کے سامنے کہی تھی تو عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ وقت بعض وعدے پورے کرنے کا ہے۔"

"کون سا وعدہ؟" سکندر نے پوچھا۔ فیروز سمجھ گیا تھا۔

"مجھے میری ماں سے ملوانے کا وعدہ۔" سب خاموش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد کسی نے اس موضوع کو نہیں چھیڑا تھا۔ جلد ہی محفل برخاست ہو گئی تھی۔

اپنے کمرے میں آنے کے بعد عنبر نے فیروز سے صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی اور کہا۔

"مجھے میری ماں کا پتہ چاہیے۔"

"اسی شہر میں ہیں۔ ڈھونڈ سکتی ہو تو ڈھونڈ لو! اینڈ آئی ایم شیور! وہ تمہیں نہیں ملیں گی! جتنا مرضی زور لگا لو۔ بہت ذہین ہو لیکن انہیں نہیں ڈھونڈ سکتی ہو کیونکہ وہ جگہ ہی ایسی ہے جہاں تمہاری سوچ بھی نہیں جا سکتی۔"

"اور اگر میں نے انہیں ڈھونڈ لیا تو؟" عنبر نے فیروز کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تو جو تم چاہو گی وہی ہو گا۔" فیروز نے کھلم کھلا چیلنج دیا۔

"ٹھیک ہے اگر میں نے ڈھونڈ لیا تو تم مجھے چھوڑ دو گے۔ میں تمہارے ساتھ اپنی پوری زندگی نہیں گزار سکتی۔"

"ٹھیک ہے اور اگر نہ ڈھونڈ سکی تو اپنی پوری زندگی تمہیں میرے ساتھ گزارنی ہوگی۔" یہ ایک بے وقوفی تھی دونوں جانتے تھے کہ یہ جذباتیت ہے مگر اس وقت دونوں کی انا سے زیادہ کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ عنبر خاموشی سے اپنے بستر پہ آکر لیٹ گئی۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

★☆☆☆☆☆★

اگلی صبح عنبر ایکسر سائز کر کے جلدی واپس آگئی۔ فیروز ٹائی کی ناٹ باندھ رہا تھا۔ اس نے آئینے میں عنبر کے ابھرتے عکس کو دیکھا۔ وہ جلدی جلدی بیڈ شیٹ ٹھیک کر رہی تھی۔ بکھیر اسمیٹ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔ مزید پانچ منٹ بعد وہ کپڑے بدل کر ڈریسنگ روم سے باہر آرہی تھی۔ بال یوں ہی ہلکی سی کنگھی کر کے کیچر لگا کر چھوڑ دیے۔ اس کے گھنگریالے بال اس کی کمر پر جھول رہے تھے۔

"کیا بات ہے! بڑی جلدی میں ہو۔" فیروز نے اس کے جھولتے بالوں کو دیکھا۔

"ہاں۔" اس نے دیکھے بغیر جواب دیا۔

"بہت ضروری کام ہے! آج مجھے میری ماں کو ڈھونڈنا ہے۔"

"آجاؤ! ساتھ ہی چلتے ہیں نیچے ناشتہ کرنے۔"

"اوکے۔" عنبر خلافِ توقع مان گئی. دونوں اکٹھے نیچے گئے، ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا، اس کے بعد فیروز نے خیر مقدمی مسکراہٹ اچھالی اور کہا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بیسٹ آف لک۔"

"تھینکس۔" عنبر نے کہا اور مسکرا کر اسے دیکھا اور اٹھ کر پچھلے لان کی طرف چل دی۔ وہاں سے راہداری میں قدم رکھا دائیں طرف جم تھا اور بائیں طرف لائبریری تھی۔ ایک نظر لائبریری پر ڈالی۔ کتابیں اسے بلا رہی تھیں۔ مگر وہ زیادہ ضروری کام جلدی کرنا چاہتی تھی۔ باہر نکلی تو لائبریری والی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے کو پتلا راستہ جاتا دکھائی دیا۔ وہ وہاں چلنے لگی تو سامنے سے میڈ آتی ہوئی دکھائی دی۔

"بی بی جی! آپ؟ یہاں؟ کیا بات ہے؟"

"یہاں آگے کیا ہے؟" عنبر نے پوچھا۔

"یہ ہمارے کوارٹرز ہیں۔"

"اچھا۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"جی بی بی جی! میں آپ کو لے چلتی ہوں۔" وہ اپنے کوارٹر میں لے گئی۔ عنبر نے ایک نظر اس کوارٹر کو دیکھا اور باہر نکل آئی۔

"یہ سب کس کس کے ہیں؟" میڈ اسے تعارف کرانے لگی۔ پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا سکپ کیا اور پانچویں کے متعلق بتانے لگی۔ وہ کک کا تھا۔

"ادھر کون رہتا ہے؟" عنبر نے چوتھے کوارٹر کی طرف دیکھا۔

"یہاں؟ کوئی بھی نہیں! یہ بند ہے۔"

"لیکن تالا تو نہیں لگا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ ویسے ہی بند ہے!"

"کھولو! مجھے دیکھنا ہے۔"

"نہیں بی بی جی! یہاں جانے سے سکندر صاحب نے منع کیا ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔"

"بی بی جی! نہیں! آپ اندر نہیں جا سکتیں! پلیز بی بی جی! میری نوکری کا سوال ہے۔"

"اوکے۔" عنبر نے نہ چاہتے ہوئے اس کی بات مان لی۔ واپس پچھلے لان میں آگئی۔ کرسی پہ بیٹھ کر اس سے کہا۔

"میرے لیے جوس لے آؤ۔" وہ جوس لینے چلی گئی۔

عنبر پھر اٹھی اور وہیں اس چوتھے کوارٹر کے باہر آکر کھڑی ہو گئی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ ہاتھ بڑھایا اور کوارٹر کا دروازہ پورا کھول دیا۔ اندھیرے کوارٹر میں صبح کے اجالے کی روشنی پوری طرح پھیل گئی۔ عنبر کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ سامنے صرف ایک چارپائی تھی۔ اور اس چارپائی پر کوئی لیٹا تھا بلکہ نہیں کوئی عورت لیٹی تھی۔ عنبر دھڑکتے دل سے آگے بڑھی۔ وہ جانتی تھی وہ اپنی منزل کے بہت نزدیک ہے۔ روشنی سے گھبرا کر عورت نے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کھانستے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی عنبر کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ اگر عنبر کے گھنگریالے بال سفید کر دیے جائیں اور بے تحاشہ جھریاں اس کے چہرے پہ ڈال دی جائیں تو عنبر سامنے چارپائی پر بیٹھی ہوئی عورت ہوتی۔

اتنا قد، ویسا جسم، وہی چہرہ، ویسے بال، صرف عمر کا فرق تھا۔ عنبر اپنی ماں کے سامنے تھی۔ ہاتھ بھر کا فاصلہ تھا اور وہ چھو لیتی۔ مگر اس نے ہمت نہیں کی تھی۔ وہ خاموش تھی، حیران تھی، بے یقین تھی، اور پھر یکدم بھاگتے ہوئے کوارٹر سے نکلی تھی اور اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ سانس تھا کہ ٹھیک ہی نہیں ہو رہا تھا۔ دھڑکنیں منتشر تھیں۔ آنسو تھے کہ بہے جا رہے تھے۔ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ وہ جو کہتی تھی کہ اس کو ماں ملے گی اور وہ بس ان کے گلے لگ جائے گی۔ آج اتنی بھی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ یہ کیا حال کیا تھا اس کی ماں کا؟ کس نے کیا تھا؟ دنیا نے؟ لوگوں نے؟ زندگی نے؟ وہ کسے الزام دے؟ وہ دوبارہ اٹھی تھی۔ پھر اس کوارٹر تک آئی تھی۔ اور اندر داخل ہو گئی تھی۔ مگر اب کی بار اسے اندر داخل ہوتے کوئی دیکھ چکا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی۔ سامنے عورت چارپائی پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی شاید اسے انتظار تھا کہ عنبر واپس آئے گی اور عنبر واپس آگئی تھی۔

اب کی بار اس عورت نے اٹھنے کی کوشش کی تھی مگر عنبر نے آگے بڑھ کر اس کی کوشش روک دی تھی کیونکہ وہ اس کے گلے لگ چکی تھی۔ لمس کا احساس تھا اور سارے بند ٹوٹ گئے تھے۔ وہ رونا شروع ہوئی اور روتی چلی گئی۔ آنسو تھے کہ رک ہی نہیں رہے تھے۔ دونوں رونے لگی تھیں۔ حسینہ نے اسے رونے دیا تھا۔ یوں ہی اپنے ساتھ لپٹائے وہ اپنی بیٹی کو محسوس کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اظہر کم از کم عنبر کو نہیں ماریں گے۔ دروازے میں کوئی آ کھڑا ہوا تھا۔ عنبر نے آنسو صاف کرتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ فیروز تھا۔ حسینہ نے اسے اندر آنے کو کہا۔ اس نے پیچھے مڑ کر کسی کو اشارہ کیا اور اندر آگیا۔ ایک کرسی کونے میں پڑی تھی۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔ عنبر اپنی ماں کے ساتھ بہت باتیں کرنا چاہتی تھی مگر یہ ایک دفعہ پھر درمیان میں آگیا تھا۔

"تو تم چیلنج جیت گئی؟" اس نے اسے مخاطب کیا۔ حسینہ نے ایک دم حیران ہو کر دونوں کی طرف دیکھا۔

"ہاں! میں نے اپنی ماں کو خود ہی ڈھونڈ لیا۔"

"ویل! یہ کلیو تمہیں کدھر سے ملا؟"

"تمہارے کانفیڈنس سے۔" فیروز ہنس پڑا تھا۔ یہ اس نے سوچا نہیں تھا کہ وہ یوں کلیو ڈھونڈ لے گی۔

"تو طے ہوا کہ اب ہمارے راستے جدا ہیں۔" حسینہ نے یک دم چونک کر دونوں کو دیکھا۔

"یہ کیا چکر ہے؟" فیروز نے انہیں ساری بات بتائی تو وہ خاموش ہو گئیں۔ تھوڑی دیر میں ملیحہ اندر داخل ہوئی۔ اب وہ حسینہ سے لپٹ رہی تھی۔ فیروز اٹھ کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سکندر اندر آئے۔

"آجاؤ حسینہ! اب ان دونوں نے تمہیں دیکھ ہی لیا ہے تو اپنے کمرے میں واپس آجاؤ۔" وہ حسینہ کو لے کر لاؤنج میں بائیں طرف بنے گیسٹ روم، جن میں سے ایک میں ملیحہ رہ رہی تھی، اس کے ساتھ والے میں لے آئے۔

"یہ دونوں کمرے حسینہ کے تھے۔ تم لوگوں کی شادی کا سن کر ہم نے حسینہ کو پیچھے شفٹ کروا دیا تھا۔ حسینہ تم لوگوں کی نظروں سے دور رہنا چاہتی تھی۔ ماضی کو ادھیڑا نہ جائے تو یہ حال کی خوشیوں اور سکون کے لیے اچھا ہوتا ہے۔" عنبر اور ملیحہ نے دائیں بائیں سے حسینہ کو سہارا دیا۔ میڈ نے ان کا سامان اٹھایا اور وہ لوگ اس کمرے میں آ گئے۔ انہیں بیڈ پر بٹھا کر سکندر اور ان کی فیملی نے تینوں ماں بیٹیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو ایک دوسرے کی کہانی سننے اور سنانے لگیں۔

"میں اورنگزیب کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھی۔ میں اسے معاف نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے میں نے سکندر کو اس سے ملنے سے منع کیا تھا۔ اظہر نے دو سال تک ملیحہ کی تلاش کروائی تھی مگر اظہر چچا مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تھے، اتنی طاقت تو میرے باپ اور بھائی میں تھی اور ہے۔ میں نے تین دفعہ تم سے ملنے کی

کوشش کی مگر ہر بار جب کسی نہ کسی کی موجودگی کا علم ہوتا تو میں رک جاتی تھی۔ میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ میں تم سے ملنا چاہتی تھی۔ اچھے وقت پر، صحیح وقت پر۔ جب تم گھر آئی تھی تو میں نے سوچا تھا میں تمہیں آج ہی ملوں مگر سکندر اور فیروز نے کہا کہ یہ تمہارے لیے شاکنگ ہو گا۔ سو میں رک گئی لیکن پھر فیروز اور تمہاری ضد نے ایک بار پھر ہم دونوں کو دور کر دیا۔ اور اب تم نے مجھے ڈھونڈ ہی لیا۔ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں ہوں گی؟"

"او! کم آن مام! اٹس آ سیکرٹ۔" عنبر نے شوخی سے کہا۔ ملیحہ ہنسنے لگی۔

وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔ دوپہر اور رات کا کھانا وہیں آ گیا تھا۔ پھر ملیحہ جب جمائیاں روکتی تھک گئی تو حسینہ نے اسے اپنے کمرے میں جا کر سونے کا کہا۔ ملیحہ چلی گئی تو حسینہ نے عنبر سے کہا۔

"یہ فیروز نے کیا کہا ہے؟" چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے ماں سے ملے ہوئے مگر یوں لگتا تھا جیسے ہمیشہ کا ساتھ ہے۔

"کیا کہا ہے؟" عنبر نے ایک دم پریشان ہو کر پوچھا۔ وہ بھول گئی تھی وہ کہاں تھی، کیوں تھی، کس حیثیت سے تھی۔ یاد تھا تو بس ماں اور ماں کا ساتھ یاد تھا۔

"یہ تم نے کیا فضول سی علیحدہ ہونے کی شرط رکھی ہے؟"

"میں اس بندے کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی ماں! وہ اچھا نہیں ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ ہماری انڈرسٹینڈنگ نہیں ہے۔"

"ایسا نہیں ہوتا۔ انڈرسٹینڈنگ ڈیولپ کرنی پڑتی ہے۔ تم اس کو تھوڑا سا سمجھو وہ تھوڑا سا تمہیں سمجھے گا۔ سب ٹھیک ہو سکتا ہے۔"

"مجھے نہیں پتا۔۔۔" مگر حسینہ نہیں سن رہی تھیں۔ وہ اپنی کہہ رہی تھیں۔

"تمہیں پتہ ہے جب تم پیدا ہوئی تھی تو وہاں ماہ جبین کے ہاں دایان پیدا ہوا تھا۔ مگر سکندر کو تمہاری جیسی بیٹی چاہیے تھی۔ وہ اپنا دایان بھول کر تمہیں اٹھائے پھرتا تھا۔ اس نے مجھ سے اور اورنگزیب سے کہا کہ ہم دونوں تمہیں اسے دے دیں۔ میں نے کہا لے لو مگر اپنا فیروز مجھے دے دو۔ جس پر اورنگزیب نے کہا کہ نہیں میں اپنی عنبر نہیں دوں گا۔ مجھے ہمیشہ سے فیروز پسند رہا ہے۔ وہ عادت اور مزاج کا بہت اچھا ہے۔" عنبر خاموش رہی۔

"میری ہمیشہ سے خواہش تھی تمہاری اور فیروز کی شادی ہو جائے۔ شروع میں فیروز نے تم پر نظر صرف میرے لیے رکھی تھی۔ مجھے اپنی سارے بچوں میں سے صرف تمہارا خیال تھا، تمہاری فکر تھی آہستہ آہستہ وہ اپنے لیے تمہاری فکر کرنے لگا تھا۔ یہ بات مجھ سے اور سکندر سے نہیں چھپی تھی۔ سکندر کو اس بات پہ کوئی اعتراض نہیں تھا مگر میں نے ایک بار فیروز کو جھڑک دیا تھا کہ وہ اپنی حد کبھی نہ بھولے۔ اس نے میری ڈانٹ کا کبھی برا نہیں مانا۔ بچپن سے آج تک اس نے میرا خیال رکھا ہے۔ کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جب اس نے میرا حال نہ پوچھا ہو۔ وہ بہت کیئرنگ ہے! تمہارا بہت خیال رکھے گا۔ تمہیں ایک دفعہ غیر جانبداری سے اپنے اور اس کے مابین رشتے کا سوچنا چاہیے۔"

"اچھاماں!" وہ نصیحتوں سے بیزار ہوئی تھی۔ چپ چاپ اپنے کمرے میں آگئی اور اس کے بعد اس کا معمول بن گیا۔ گھر، آفس دادا، باپ، ملیحہ، کچن سب بھول گیا۔ وہ صرف حسینہ کی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس پر بھی حسینہ نے سرزنش کی۔ پھر حسینہ ہی نے اس کی روٹین بنائی۔ وہ سکندر اور فیروز کے ساتھ آفس جانے لگی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

عنبر نے ان کے ساتھ مل کر ان کا کاروبار سنبھال لیا تھا۔ دادا نے یہ سب دیکھ کر اسے اپنے کاروبار سے نکال دیا تھا۔ واجد نے دادا کا کاروبار سنبھال لیا تھا۔ کامران پہلے ہی دوسرے ملک جا چکا تھا۔ عنبر نے صفدر کے ذریعے صائمہ کی تلاش شروع کروائی ہوئی تھی۔ ساتھ حسینہ کا شادی نبھانے کا بھرپور اصرار تھا جو دن بدن بڑھتا جا رہا تھا اور نجانے کیوں جب سے حسینہ نے غیر جانبداری سے فیروز کے بارے میں سوچنے کا کہا تھا تب سے عنبر کے سامنے فیروز کی صرف خوبیاں آ رہی تھیں۔ سمعیہ کو اس نے غیر محسوس طریقے سے اپنے قریب کیا تھا۔ اب دونوں کی اچھی انڈرسٹینڈنگ تھی۔

ایک دن لان سے گزرتے ہوئے عنبر ٹھٹک کر رک گئی۔ سامنے لاؤنج میں ملیحہ قہقہ لگا کر ہنستی نظر آ رہی تھی۔ عنبر نے اس کے ساتھ کھڑے کسی اور کو دیکھا تو آگے ہوئی۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور نہیں دایان ہے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہو رہی ہے؟" وہ دو منٹ میں ان کے سر پر پہنچی اور دھاڑی۔

"تمہیں تمیز نہیں ہے ملیحہ؟ جاؤ کمرے میں اور جا کر اپنا پڑھو! یہ کیا کام ہے؟ یہاں ہم ہنسی مذاق کرنے نہیں آئے اور دایان! تم میری بہن سے دور رہو۔" دونوں کے رنگ اڑ گئے۔ پھر ملیحہ بولی۔

"آپی ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ غلط۔۔۔"

"شٹ اپ! جاؤ یہاں سے۔" ملیحہ خاموشی سے پلٹ گئی۔ دایان بس عنبر کو واپس جاتے دیکھتا رہا۔ اس رات وہ لان میں بیٹھی ماں کی باتوں کو سوچ رہی تھی جب اسے اپنے پاس آہٹ محسوس ہوئی۔ مڑ کر دیکھا تو دایان کھڑا تھا۔

"یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" عنبر نے اجازت دی۔

"میں آپ سے کہنا چاہتا تھا کہ آپ۔۔۔اگر برا نہ مانیں اور اجازت دیں تو میں ملیحہ کو کسی حیثیت سے اس گھر میں لانا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب ہے؟" وہ یوں صاف بات کرے گا عنبر کو اندازہ نہیں تھا (ایک یہ اور ایک اس کا بڑا بھائی! مجال ہے جو ذرا سی شرم ہو۔) عنبر نے بے بسی سے سوچا۔

"میں ملیحہ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ آپ پلیز اسے میری بیوی بننے دیں۔ وہ بہت اچھی ہے۔" عنبر نے اسے دیکھا وہ صحیح سمجھ گئی تھی۔ اس کے بدترین خدشات صحیح ثابت ہوئے تھے۔

"تم نے پہلے میری بہن کو ٹریپ کیا اور اب تم بھی اپنے بھائی جیسے ہو۔ اسے کبھی خوش نہیں رکھو گے۔"

"فیروز بھیا جیسا؟ نہیں، نہیں! ان جیسا میں بالکل نہیں ہوں! ان کے بالکل اپوزٹ ہوں! مطلب کہ رومینٹک بھی ہوں اور ہنس مکھ بھی۔" دایان نے دانتوں کی نمائش کی۔ عنبر محض اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"ابھی بھی نہیں قبول؟" دایان نے پوچھا۔

"مما سے پوچھ لو۔"

"آپ تو راضی ہیں نا!"

"ہاں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اب جب کہ ملیحہ کی خوشی بھی اس میں ہے تو میں اعتراض نہیں کروں گی۔"

"لیکن وہ تب تک راضی نہیں ہو گی جب تک آپ اسے جا کر یہ نہیں کہیں گی کہ آپ راضی ہیں۔" دایان نے کہا۔ عنبر ہنس پڑی۔

"کہہ دوں گی اتنی بھی کیا جلدی ہے؟"

"جلدی؟ مجھے بہت ہے۔" دایان نے بے چارگی سے کہا اور اسی وقت وہاں فیروز آ گیا۔

"او کے! آپ دونوں اچھا ٹائم سپینڈ کریں میں جا کر ملیحہ اور پھپھو کو یہ خوشخبری سناتا ہوں۔" دایان نے کہا۔

"اور ماموں؟" عنبر نے پوچھا۔

"انہیں تو پہلے ہی پتہ ہے۔"

"واٹ؟ مطلب میرے سے ہی یہ بات چھپائی تھی۔"

"ارے نہیں! چھپائی تو نہیں تھی۔ آپ نے خود نوٹس ہی نہیں کیا۔" اور دایان چلا گیا۔ فیروز آ کر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تو یہ طے ہے کہ اب تم کبھی بھی میرے ساتھ رہنا پسند نہیں کرو گی۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں۔۔۔"

"تو مطلب تم رہنا پسند کرو گی؟"

"میں نے یہ بھی نہیں کہا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور کیا مطلب تھا؟"

"تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ میری کوئی بات بری لگی ہے؟"

"نہیں مجھے کبھی بھی تمہاری کوئی بات بری نہیں لگی۔" فیروز نے فوراً کہا۔

"اور اگر کبھی لگ گئی تو؟" عنبر نے اس سے پوچھا۔

"تو میں برداشت کر لوں گا۔" فیروز نے آرام سے کہا۔ وہ اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری آنکھیں مجھے بہت پسند ہیں۔"

"بس؟ صرف آنکھیں؟" عنبر نے پوچھا تو وہ بولا۔

"نہیں تم پوری کی پوری پسند ہو اور۔۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" عنبر نے اسے روک دیا۔ فیروز کا قہقہہ پورے لان میں گونجا۔

"میں تو بس یہ بتا رہا تھا کہ۔۔۔"

"چپ رہو۔" عنبر نے پھر ٹوک دیا۔

"نہیں نہیں! بہت ضروری بات ہے۔"

"مجھے صرف صائمہ کے بارے میں سننا ہے۔" عنبر نے کہا۔ فیروز پھر ہنس پڑا اور بولا۔

"ہاں وہ مل گئی ہے! اسے اچھا گھر لے دیا صفدر نے۔ حیدرآباد میں تھی۔ لے آئیں گے کچھ عرصہ میں یہاں پھوپھو سے ملوانے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ویسے وہ ٹھیک ہے؟"عنبر نے پوچھا۔

"نہیں اتنی ٹھیک نہیں تھی لیکن اب ہم نے اس کے شوہر کو سمجھا دیا ہے۔ اب ٹھیک رہے گی۔"عنبر جانتی تھی انہوں نے کیا سمجھایا ہو گا اور کس طرح سمجھایا ہو گا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ گھر سے نہیں بھاگنا چاہیئے۔ آپ کے لیے وہ ٹھیک نہیں ہوتا جو آپ سوچتے ہیں۔ آپ کے لیے وہی ٹھیک ہوتا ہے جو آپ کے بڑے آپ کے لیے سوچتے ہیں۔ عنبر کے بڑوں نے اس کے لیے فیروز کا ساتھ سوچا تھا۔ یقیناً یہ بہترین ہو گا۔ اس نے آسمان پر نکلتے چاند کو دیکھا۔ اس کی زندگی میں ایک ہی خواہش تھی اور وہ خواہش پوری ہو چکی تھی۔ عنبر خوش تھی۔

★☆☆☆☆☆★

وہ دونوں لاہور میں، جہاں فیروز اور عنبر نے اپنی فیکٹری کا نیا یونٹ سٹارٹ کیا تھا، بزنس پارٹی اٹینڈ کر کے گھر واپس آرہے تھے جب فیروز کا موڈ بدلا اور اس نے کہا کہ آج باہر ڈنر کرتے ہیں۔ وہ ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے تو عنبر کی نظر سامنے میز پر بیٹھے ہوئے واجد، آئمہ، نائمہ اور شکیل پر پڑی۔ اس نے فیروز سے کہا۔

"ایک منٹ! میں ان سے مل کر آئی۔ بلکہ تم بھی آجاؤ۔"اور آگے بڑھ گئی۔ فیروز مجبوراً پیچھے چل پڑا ورنہ واجد کو دیکھتے ہی اس کو بہت کچھ یاد آنے لگتا تھا۔ واجد عنبر کے قریب آنے پر احتراماً اٹھ گیا تھا۔ آئمہ اس کے گلے لگی تھی، حال چال پوچھا۔ واجد، شکیل کا بزنس یہاں سیٹ کروانے آیا تھا اور اب رات میں اس کی واپسی تھی۔ عالم شاہ حویلی میں سب ویسا تھا سوائے اس کے کہ وہاں اظہر عالم شاہ کی جگہ واجد کی راجدھانی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سب ویسا ہی ہے؟" عنبر نے آئمہ سے پوچھا۔

"ہاں سب بالکل ویسا ہے سوائے یہ کہ باہر کے معاملات میں عورتیں ٹانگ نہیں اڑاتیں اور گھر کے معاملات میں مردوں کو شامل نہیں کیا جاتا۔" عنبر اس کی بات کا مطلب سمجھ کر ہنس پڑی تھی۔ یعنی سب بدل چکا تھا۔ پھر وہ واجد کی طرف مڑی اور فیروز نے مٹھیاں بھینچ لی تھی۔ وہ سب سے لیے دیے انداز میں ملا تھا۔

عنبر نے واجد سے کہا۔

"دادا کیسے ہیں؟" فیروز نے ایک دم چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ان کی شادی کو تقریباً تین ماہ ہو چکے تھے اور اس نے کبھی اس کے منہ سے اظہر عالم شاہ کا نام نہیں سنا تھا، اور اب وہ کیسے فکر مندی سے پوچھ رہی تھی۔

"دادا ٹھیک ہیں، کچھ بیمار رہنے لگ گئے ہیں۔ سٹڈی ہی میں ہوتے ہیں۔ آ۔۔۔ آپ۔۔،" وہ رک گیا۔ شاید اسے پوچھنا مناسب نہیں لگا تھا۔

"ہاں میں آؤں گی کسی وقت ملنے۔" عنبر نے واجد سے کہا۔

"آپ اور بھائی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ جائیں۔"

"ارے نہیں! ہم بس ڈنر کر کے جا رہے ہیں۔ جلدی میں ہیں۔" عنبر نے سہولت سے انکار کیا۔ وہ جانتی تھی کہ واجد سے بات چیت ہی فیروز پر بہت بھاری پڑ رہی ہے کجا کہ وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر ڈنر کرنا شروع کر دیتی۔ یہ حسینہ ہی کی نصیحتوں کا اثر تھا کہ وہ کچھ نہ کچھ اس کی مرضی کا خیال رکھنے لگی تھی۔ فیروز نے سکھ کا سانس لیا۔

"وہ۔۔۔فیروز بھائی۔" واجد نے ڈائریکٹ اسے مخاطب کیا دل تو فیروز کا کیا کہ اس کا گلا دبا دے لیکن چلو اس نے بھائی کہا تھا۔

"ہاں جی؟" وہ متوجہ ہوا۔

"ایک دو بزنس ڈیلنگز ہیں وہ آپ کے ساتھ کرنا چاہ رہے تھے ہم! پہلے تو دادا کی وجہ سے سکندر انکل اور دادا آپس میں پارٹنر شپ نہیں کرتے تھے لیکن اب میں چاہ رہا تھا کہ کسی پروجیکٹ میں ہم آپس میں بھی پارٹنر شپ کر لیتے ہیں۔ شاید ہمارے بزنس کو بھی کوئی ترقی یا ہائپ مل جاتی۔" فیروز نے سکون سے اس کی بات سنی۔ عنبر نے ڈرتے ڈرتے فیروز کی طرف دیکھا۔ وہ پر یقین تھی کہ وہ صاف انکار کر دے گا۔ اور یہاں سب کچھ پھر خراب ہو جائے گا۔

"دیکھو بھائی! یہ ڈنر ٹیبل ہے اور میں کھانے کے معاملات کھانے کی میز پر اور دفتری معاملات دفتر کی میز پر حل کرنا پسند کرتا ہوں۔ سو اِف یو ہیو این آفر، یو تھنک آئے کانٹ ریفیوز، ویلکم ان مائی آفس۔" پہلے واجد ہنس پڑا اور پھر آخری جملہ سننے کے بعد کہا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے۔" عنبر کی رکی سانس بحال ہوئی پھر وہ اور فیروز انہیں خدا حافظ کہتے اپنی میز کی طرف آ گئے اور آرڈر دینے لگے۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہارے دل میں ابھی بھی میری فیملی کے لیے کوئی سافٹ کارنر ہے۔"

"میری کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ پھپھو کے لیے دل برا ہوتا تھا لیکن تمہارا اظہر عالم شاہ کے لیے ظرف دیکھ کر میں نے سوچا مجھے بھی تھوڑی سی اعلیٰ ظرفی دکھانی چاہیئے۔"

"اوہ! اچھا یعنی تم نے مجھ سے امپریس ہو کر یہ بات مانی ہے۔" وہ جانتی تھی وہ انکار کرے گا۔ فیروز نے ایک سیکنڈ اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

"کہہ سکتی ہو۔" وہ یک دم سن رہ گئی اور پھر اپنے آپ کو سنبھال کر بولی۔

"میں کہہ سکتی ہوں؟ یا میں نے ٹھیک سمجھا ہے؟" اترا کر بولی۔ فیروز نے پھر اس کے شفاف چہرے کو دیکھا۔

"جو مرضی سمجھ لو!" اب کی بار اس نے اقرار کرنا نہیں کیا تھا۔ عنبر ہنس پڑی تھی، ان کی ساری زندگی یوں ہی ایک دوسرے کے ساتھ کھینچا تانی اور مقابلے بازی میں گزرنی تھی۔

★☆☆☆☆☆★

سورج طلوع ہو چکا تھا۔ ہر طرف اس کی سنہری کرنوں نے اپنا جال بچھا لیا تھا۔ لاہور کا نواحی گاؤں نکھرا نکھرا اور صاف ستھرا الگ رہا تھا۔ عالم شاہ حویلی ہمیشہ کی طرح اپنی شان اور تمکنت کے ساتھ اس گاؤں کے وسط میں کھڑی تھی۔ ناشتے کی میز پر سربراہی کرسی پر اظہر عالم شاہ بیٹھے تھے۔ لیکن وہ بالکل خاموش تھے۔ محض چند ماہ ہی میں ان کا رعب، مکنت اور شان و شوکت ختم ہو چکی تھی۔ غرور اور اکڑ تو اب بالکل نہیں رہی تھی۔ ان کے دائیں ہاتھ صوفیہ بیٹھی تھی، جو کھانے کی چیزیں ان کی طرف بڑھا رہی تھیں۔ بائیں ہاتھ ثوبیہ بیٹھی تھی۔ ثوبیہ کے ساتھ آئمہ، زاریا اور نائمہ تھیں۔ صوفیہ کے ساتھ شکیل بیٹھا تھا اور شکیل کے ساتھ واجد۔ حویلی کے نفوس بس اتنے سے رہ گئے تھے۔ جہانگیر، اظہر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھے تھے۔

"آپ کی کامران سے کوئی بات ہوئی؟" ثوبیہ نے جہانگیر کو مخاطب کیا۔

"ہاں ہوئی تھی۔ ٹھیک ہے وہ، اچھی ڈیل ہوئی اس کی کل! کچھ عرصے میں پاکستان ہمیں ملنے آئے گا۔"

"واجد تمہارے کیا پلان ہے آج؟" اب ثوبیہ نے واجد کو مخاطب کیا۔

"جی بس نکل رہا ہوں فیکٹری کے لیے۔ پھر شام میں لاہور جاؤں گا آئمہ کو لے کر! کچھ شاپنگ وغیرہ کرنی ہے۔"

"شکیل تم لوگ کب شفٹ ہو رہے ہو؟" صوفیہ نے شکیل سے پوچھا۔

"پرسوں جائیں گے اور پھر کچھ عرصے بعد ہی چکر لگا کرے گا۔"

"ہاں ٹھیک ہے جہاں رہو، خوش رہو۔" صوفیہ نے کہا۔

"انس سے بات ہوئی؟" شکیل نے بھائی کا پوچھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے۔ ہاسٹل ہی میں ہے۔ عنبر کو میں نے کہا تھا کہ اس کا خیال رکھنا۔ وہ دیکھ لے گی انس کو۔" صوفیہ مطمئن تھی۔ ثوبیہ کی آنکھوں سے ایک پل کے لیے عنبر کے نام پر شرارے نکلے مگر وہ خاموش ہو گئی تھیں۔ حسد تب تک مکمل طور پر ختم نہیں ہوتا جب تک حاسد سچے دل سے توبہ نہ کر لے اور دوسروں کو ان کی خوشیوں سمیت قبول نہ کر لے۔ یہ دنیا ہے، یہاں ہر قسم کے انسان بستے ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سب آپ سے کمتر اور چھوٹے ہو جائیں۔ ہمیشہ اپنے اندر اللہ اور اس کے بندوں کیلئے شکر گزاری کے جذبات رکھنے چاہئیں اس سے آپ پر سکون رہتے ہیں۔ چونکہ ثوبیہ نے کبھی عنبر اور حسینہ ہی خوشیوں کو قبول نہیں کیا تھا اس لیے وہ بے سکون تھیں۔ کچھ دیر بعد سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف نظر آ رہے تھے۔

آئمہ، نائمہ اور زاریا لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھی تھیں۔ جب لاؤنج کا دروازہ کھلا اور عنبر اسی شان اور تمکنت کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ آئمہ اور نائمہ دونوں خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ البتہ زاریا اپنی جگہ پر

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

بیٹھی رہی۔ عنبر ان دونوں کے گلے ملی اور زاریا سے بس مسکراہٹ کے ساتھ سلام دعا ہوئی۔ عنبر کے پیچھے پیچھے فیروز اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے واجد۔ وہ انہیں آتا دیکھ کر گاڑی میں بیٹھتا بیٹھتا واپس آ گیا تھا۔

"دادا سے ملیں گے ہم۔" وہ جو انہیں بیٹھنے کا کہنے لگا تھا عنبر نے پہلے ہی اسے کہہ دیا۔ انہیں لے کر وہ اظہر کی سٹڈی کی طرف بڑھا۔

"دادا! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔" وہ سگار کا دھواں فضا میں بکھیر رہے تھے فوراً بولے۔

"عنبر آئی ہے؟"

"آپ کو کیسے پتہ چلا؟"

"اس کی خوشبو سے۔" اظہر نے یاسیت سے کہا۔ عنبر اندر داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے آتے فیروز کو دیکھ کر اظہر کی آنکھوں میں سرد سا تاثر ابھرا۔ وہ ہر جگہ اب مظہر کے پوتے کے ساتھ تھی۔ انہوں نے نفرتیں پھیلانے میں انتہا کی تھی مگر عنبر اور مظہر ایک دفعہ پھر اکٹھے تھے۔ وہ اس کا خاندان تھی وہ اس کا خاندان ہی رہ گئی تھی۔ وہ پچھلے چند ماہ سے اپنے گناہ گن رہے تھے اور ہر بار انہیں گنتی بھول جاتی تھی۔ شاید یہی ان کے گناہوں کی سزا تھی کہ جس پر انہوں نے سب سے زیادہ محنت کی تھی اس کا پھل کسی اور کی نیک نیتی کی وجہ سے کسی اور کی جھولی میں ڈال دیا گیا تھا۔ نیکی کا چھوٹا سا کام ہو لیکن نیت خالص ہو تو اجر بہت بڑا ملتا ہے لیکن اگر وہی نیت اور اس کا اخلاص اس نیکی میں نہ ہو، تو اس نیکی کے کام کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ برائی کا کام چھوٹا ہی کیوں نہ ہو نیت بری ہو تو اس کا انجام بہت بھیانک ہوتا ہے۔ ہر نتیجے کا دارومدار محض نیت پر ہوتا ہے۔

وہ ان سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ اپنے بارے میں بتا رہی تھی مگر اظہر بس اس کے چہرے پر پھیلی خوشی دیکھ رہے تھے۔ سچی خوشی، جو اسے فیروز کی سنگت میں ملی تھی۔ شاید وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کتنی خوش ہے۔

واپسی پر عنبر سوچ رہی تھی کہ خواہش کے حصول کے لیے سچی لگن اور صاف نیت ہونی چاہیئے۔ جہاں کہیں آپ نے اپنی خواہشات کے حصولوں کے لیے کسی دوسرے کے ساتھ کچھ بھی غلط کیا تو خواہش تو شاید آپ کی پوری ہو جائے لیکن اس خواہش کے پورا ہونے کے ساتھ جو سچی خوشی ملتی ہے وہ آپ کو نہیں ملے گی۔ لیکن اگر اسی خواہش کے لیے آپ صحیح راستے سے، صحیح طریقے سے گزریں گے تو خواہش تو ملے گی ہی ساتھ سچی خوشیاں آپ کا انتظار کر رہی ہوں گی۔

★☆☆☆☆☆★

ختم شد۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آ جائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

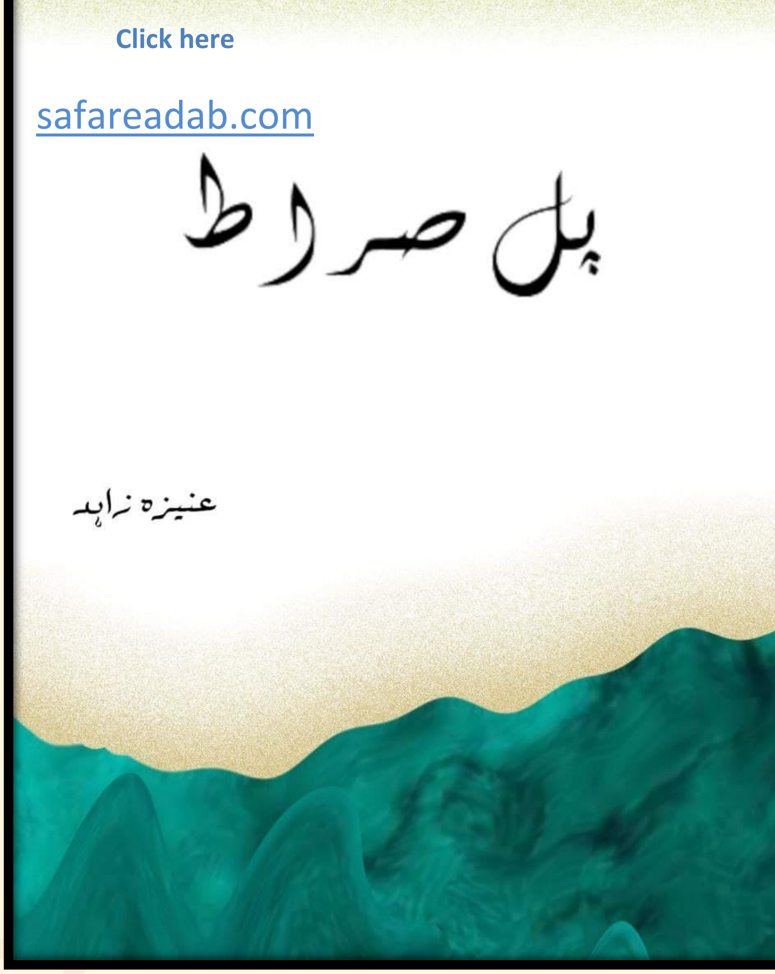

"یہاں دستخط کرو غازہ!" کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ!" سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

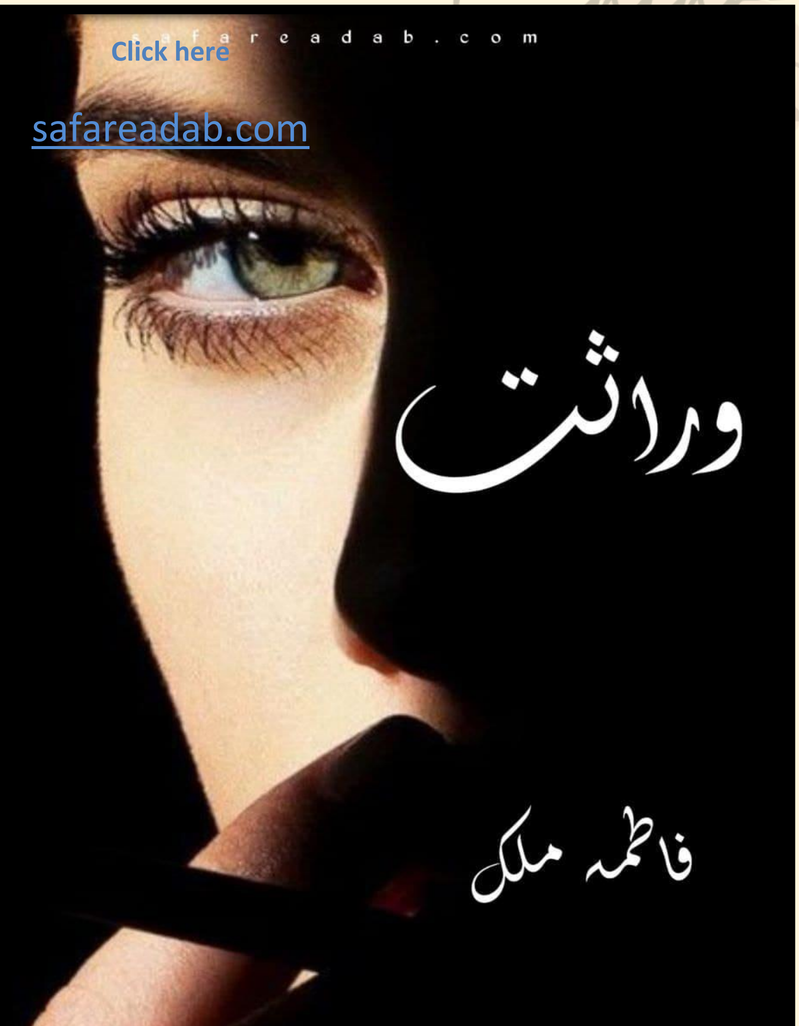

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتیں؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورابنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب